Title - MAKTOOBAAT-E-AZAD.

Creator - Mohd. Hussain Azad; Murattiba Agha Mohd. Tahir Azad.

Publisher - Kareemi Press (Lahore).

Date - N.A.

Pages - 264

Subjects - Azad, Mohd. Hussain - Khutoot; Tazkira Masnafeen - Mohd. Hussain Azad; Azad, Mohd Hussain - Sawaneh-o-Tanqeed; Khutoot - Mohd. Hussain Azad.

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے تو ہیں پر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

مجموعۂ

مکتوبات آزاد

یعنی

جناب شمس العلما للبنا مولوی محمد حسین صاحب آزاد دہلوی
۱۲۴۵ھ — ۱۳۲۸ھ
کے بیش بہا جواہر پاروں کا مجموعہ جسقدر بھی بہم پہنچ سکا

مرتبۂ
آغا محمد طاہر نبیرۂ حضرت آزاد

آزاد بک ڈپو کے لئے
میرا امیر بخش منیجر کے اہتمام سے کریمی پریس لاہور میں چھپا

قیمت

تہدیہ

۵۲۷۵

اپنی ناچیز محنت اور کوشش کے مجموعہ کو اُس شخص کے نام سے معنون کرتا ہوں جس نے ہزاروں قسم کی دلچسپیاں چھوڑ کر محض اُردوئے معلّےٰ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے جس کو لوگ اُردو کا سب سے بڑا ادیب بھی کہتے ہیں اور قانون کا مرکز بھی۔ سابق جج ہائی کورٹ بھی اور شیخ عبدالقادر بیرسٹر بھی۔ مگر میں ان کو ہندوستان کے بہترین مرحوم رسالہ مخزن کا رئیس التحریر سمجھ کر انہی کی بنیاد پر عمارتِ مکتوباتِ چمن کرمالِ عرب بیشِ عرب جان کر پیش کئے دیتا ہوں۔

نیاز کیش

طاہر نبیرۂ آزاد مرحوم

2.11
32

مولانا کا قلمی خط

عزیز القدر سلمکم — بعد از دعا فراوان معلوم ہو — میں آج کل عمدہ فرائض
ایسے تعلقات میں گرفتار رہا کہ کھانے اور پینے کا مزا بھی معلوم نہیں ہوتا — خدا جانے
میری تحریر سے تم کیا سمجھے ہوگے — حقیقت میں کلام [illegible] صحیح ہوتا ہے کہ ضعف دماغ نے
مجھ کو نکما کر دیا ہے — بات کو بالکل لکھ پڑھ نہیں سکتا — درحقیقت یہ بھی حقیقت
پیش ہے — آزاد بیچارا بڈھا ہو گیا — اور صدمات زمانہ نے توڑ دیا — اپنے مسودے
بستوں میں بند ہو رہے ہیں — دیکھتا ہوں اور ترستا ہوں کہ ہائے نظر ثانی نہیں کر سکتا
جب یہ حالت ہو تو فرمائش آپ کا حق کیا ادا کر سکوں — میرا حال [illegible]
تو یہ ہے — تمہارا عزیز کہتا ہوں کہ [illegible] کرو — سوالوں کے جواب مجملاً لکھتا ہوں

(۱) تصنیف کی فہرست مشکلات سے خالی نہیں پھر لکھو گے —

(۲) ذوق مرحوم کا دیوان ایک دفعہ مرتب کیا وہ ضائع ہو گیا — اب پھر فرصت ہو تو دوبارہ محنت کروں

(۳) دربار اکبری [illegible] سو صفحہ کی کتاب چھپ چکی ہے — [illegible] کا حال ساتھ بیان ہوا ہے — میر سودا سید انشا کے حال
آب حیات میں دیکھو — کتاب تیار ہے — فقط نظر ثانی کی کسر ہے

بس بھئی اب بہت کہہ چکا — ۵ رجب [illegible]

دعا گو
بندہ آزاد

دیباچہ

از مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

یا اللہ - میں - اور استادِ آزاد کے مکتوبات پر دیباچہ؟ یہ بھی چودھویں صدی کے عجائبات میں سے ہے۔

شمس العلماء مولینا محمد حسین آزاد نے دربارِ اکبری اور آبِ حیات جیسی دو مشہور اور لاجواب کتابیں ملک کو دیں۔ اور متفرق تصنیفات کا بھی ایک بڑا ذخیرہ چھوڑ گئے۔

پنجاب کے اسکولوں میں لاکھوں بچوں نے انکی لکھی ہوئی کتابیں اُردو کی ابتدائی کتابیں اور قصص ہند وغیرہ پڑھیں اور روح اُردو کی جان اپنے اندر پیدا کی۔ مجھ گنوار کو بھی آزاد کی مذکورہ تصنیفات نے زبان اُردو کا چسکا عنایت کیا۔ اور اسی وجہ سے میں ان کو استاد لکھتا ہوں کہ کتب ازل

میں پہلا درس انہی نقوش و حروف نے دیا تھا جو آزاد کے قلم سے نمودار ہوئے تھے ؁

آخری ایام میں جب اُستاد عالمِ استغراق میں تھے۔ اور دیوانی دنیا انکو دیوانہ کہتی تھی میری نظروں نے بھی دیکھے ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء مرحوم کی کوٹھی میں بیٹھا تھا۔ جو شہر لاہور کے باہر واقع ہے۔ دیکھا ایک سفید ریش بزرگ سفید عمامہ باندھے لکڑی ہاتھ میں لئے خراماں چلے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا یہی آزاد ہیں۔ بے تاب ہو کر دوڑا کہ زیارت کا شرف حاصل کروں۔ وہ تیزی سے چلنے لگے مگر ہمت کر کے انکے قریب پہنچ گیا۔ تعاقب نے پہلے تو انکو تیز خرام کر دیا تھا۔ قریب دیکھا تو ٹھیر گئے۔ اور مڑ کر دیکھا۔ میں نے جھک کر سلام کیا۔ انہوں نے دونو ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اللہ تم کو خوش رکھے کہ مجھ جیسے آدمی کو سلام کرتے ہو۔

میں نے عرض کیا۔ زیارت کا بے حد اشتیاق تھا۔ فرمانے لگے۔ لعنت ہے اس شخص پر جس نے تم کو میرا مشتاق بنایا۔ یہ کہا اور پوری تیزی سے روانہ ہو گئے ۔

یہ پہلی ملاقات تھی۔ اور یہی آخری کہ اس کے بعد پھر کبھی دیدار میسر نہ آیا ۔

پورے دس برس کے بعد ایک دن اپنے رین بسیرے میں بیٹھا تھا۔ گرمی کی شدت۔ دھوپ کی تیزی۔ اوسانوں کی گھبراہٹ کہ ایک نوعمر صاحبزادے سائکل لئے ہوئے سامنے آئے۔ گورا چہرہ۔ درمیانہ قد۔ موثر آنکھیں پیشانی پر پسینہ کے قطروں کی قطار۔ تمازت آفتاب سے لال لال رخسار۔ لکنت آلود زبان میں کہا۔ حسن نظامی سے ملنا ہے۔ حسن نظامی نے کہا آپ اس سے مل لئے۔ تشریف رکھئے۔ نام بتائیے۔ کام فرمائیے۔ بولے طاہر کہتے ہیں آزاد دہلوی

کا پوتا ہوں۔ اُردو نثر لکھنے کا شوق ہے۔ اس لئے آیا ہوں کہ لکھنے کا ڈھنگ آجائے ٭

سبحان اللہ! جناب آپ تو سراپا اُردو ہیں۔ خدا نے صورت بھی پُرلطف مضمون کی طرح دی۔ اور اس کے اندر خون بھی اُردو کے استاد کا بھرا۔ آپ کو کسی کے بتانے اور سکھانے کی کیا ضرورت۔ آیا تشریف لائیے۔ یہ آپ کا گھر ہے ٭

ایک برس کے بعد انہی مُلّا طاہر کے برابر لاہور شہر میں ایک مکان کے اندر کھڑا تھا۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔ دادا جان یہاں سوتے تھے۔ یہاں کھاتے تھے۔ یہاں لکھتے تھے۔ یہاں ہم بچّے ان کے سامنے کھیلتے تھے ٭

اللہ اکبر یہ اس شہرۂ آفاق شخص کا گھر ہے جو ہندوستان کا بہت بڑا مصنّف اور انشا پرداز تھا۔ ایک حالت آتی تھی ایک حالت جاتی تھی کہ یہ گھر یورپ میں ہوتا تو لاکھوں

آدمی زیارت کو آیا کرتے۔ ہندوستان قبروں کی زیارت کرتا ہے۔ ان چیزوں کی قدر اس کو نہیں آتی ❖

آزاد کے پابند گھر کی مجہ منقید نے اچھی طرح دیدار بازی کر لی تو ان کے کمالات کی خدمت میں تصورات کو لیکر حاضر ہوا۔ اور ان کو اتنا بڑا پایا کہ شرق و غرب شمال و جنوب میں ان کے وجود کی جسامت قابض تھی ❖

دربار اکبری کی مجلس آرائیاں دیکھ رہا تھا اور حیران تھا کہ آزاد میں یہ کمال عجیب ہے کہ بزم کا نقشہ دکھاتے ہیں تو راحت حیات کو مجسم کر کے سامنے لے آتے ہیں۔ رزم کی تصویر اُتارتے ہیں تو تلواروں کی چمک الفاظ میں نظر آنے لگتی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعات ان کے الفاظ کے غلام ہیں۔ قلم جہاں چاہتا ہے ہاتھ باندھے بندھائے قصوں کو کھینچ کر لے جاتا ہے۔ کبھی طوفان کی آندھیاں چلاتے

ہیں۔ کبھی نسیم کی ہلکی لہروں کو فضائے صفحات میں تیرنے کو بلا لیتے ہیں +

دربارِ اکبری تاریخ کی کتاب بھی ہے اور ادب و انشاء کا چمن بھی + آب حیات شعراء کا تذکرہ بھی ہے اور بزم مشرق کی آخری بہار کا افسانہ بھی + قصص ہند نصاب مدارس کی کتاب بھی ہے اور فنِ تعلیم کا ایک آئینہ بھی جو ایک دفعہ پڑھ لے حفظ کی محنت کے بغیر واقعات تاریخی یاد ہو جائیں +

مکتوبات کا بھی یہی عالم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے فقرے۔ مؤثر آسان اور سمجھ میں آنے والے الفاظ +

عرصہ ہوا تھوڑا سا حصہ مخزن پریس نے چھاپا اور بہت اہتمام سے شائع کیا تھا۔ اب آزاد کے پوتے ملا طاہر نے جدید مکتوبات جمع کئے ہیں جو اب تک شائع نہ ہوئے تھے۔

ان کی اشاعت سے دادا جان کی روح کو مسرور اور ملک کے پیاسوں کو سیراب کرنا چاہتے ہیں +

غالب و آزاد کے رقعات میں بہت مشابہت ہے۔ زمانہ بھی دونو کا قریب قریب تھا۔ دل بھی دونو کے سلطنت اسلامی کے انقلاب نے مجروح کر رکھے تھے۔ اس واسطے وہ جب کچھ لکھنے تھے چوٹ کھایا ہوا دل دو چار قطرے خون کے عبارت میں ملا دیتا تھا جس سے پڑھنے والا مسحور ہو جاتا تھا +

مکتوبات آزاد قومی تعلیم کے آزاد مکاتب و مدارس میں نصاب کے طور پر پڑھائے جائیں تو لڑکوں کو لکھنے اور ایک دوسرے کو مخاطب کرنے اور دل کا مطلب صحیح طور سے ادا کر سکنے کا سلیقہ ہو جائے +

مکتوبات آزاد کو گھر گھر میں پھیلنا چاہیئے تاکہ بچے اور عورتیں ان کو پڑھیں اور شروع سے ان کو معلوم ہو جائے کہ

اُردو زبان ایسی ہوتی ہے ؎

یوں نہیں کہ خط لکھنے بیٹھے تو نہ ادب ہے۔ نہ سنجیدگی
احتیاط ہے نہ اختصار۔ کبھی مشرق کی کہتے ہیں کبھی مغرب کی۔
دل کہتا ہے میرے مقصود کو ادا کرو۔ ناقابلیت جواب دیتی
ہے کیونکر لکھیں لکھنا نہیں آتا۔ ذہن گھبرایا جاتا ہے الفاظ
نہیں ملتے۔ بات کہنے کا ڈھنگ خیال میں نہیں آتا۔ آزاد
کے خطوط کا خدا بھلا کرے یہ سب مشکلات کا حل کردینگے
اور اس کے شائع کرنے والوں کو دعائیں دی جائینگی ؎

حسن نظامی

هُوَالنَّاصِرْ

گرہ کھولی ذرا اُس نے جو اپنے زلفِ مشکیں کی
مُعطّر ہو گیا آفاق خوشبو اِس کو کہتے ہیں

خدا کے آگے بندے کا کچھ بس نہیں کیونکہ بیدہٖ ملکوت کل شیٔ وھو یجیر و لا یجار علیہ حضرت شیخ ابراہیم ذوق رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان سجانے کے لئے شمس العلماء مولینا آزاد نے کیا کیا جتن کئے۔ غدر ۵۷ء میں اُن کے والد بزرگوار آنکھوں کے سامنے خاک فنا میں مل گئے مسلمانوں پر بیمبری وقت پڑ رہا تھا مگر یہ جان پر کھیل گئے اور حضرت خاقانی ہند کے کلام کا پشتارہ لیکر دہلی سے نکل بھاگے۔ زندگی کی آس نہ تھی۔ زمین آسمان خون کے پیاسے تھے۔ لیکن یہ اُسے کلیجہ سے لگائے پھرے جب خداوند تعالےٰ کی

مہربانی سے انہیں امان جان کے ساتھ پروفیسری کا رتبہ
ملا تو آپ نے اپنے اُستاد کا دیوان مرتب کر کے شائع کر دیا
اور اُستاد کے اشعار کی جا بجا شرح اس طرح لکھی جس طرح اہلِ عقیدت
نے قرآن کی تفسیریں اور شانِ نزول لکھی ہے حضرت آزاد کو
اپنے اُستاد کے ساتھ ایسی کامل عقیدت تھی جیسے انبیاء کے
حواریوں کو اپنے اپنے پیشوا کے ساتھ ہوا کرتی ہے مگر اس پر
بھی خاقانیٔ ہند کے رتبہ کے موافق دیوان کی ضخامت نہیں
ہوئی۔ اسی طرح آزاد کے چاہنے والوں نے بھی بہت چاہا
کہ آزاد کی انشا آپ کی شان اور آپ کے درجہ کے موافق
ضخیم بھی ہو دلچسپ بھی مفید بھی۔ کچھ نہیں تو میرزا نوشہ صاحب
کی اُردوئے مُعلّےٰ اور عودِ ہندی جیسی تو ہو۔ مگر یہ مراد پوری
نہ ہوئی۔ شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے سارے
ہندوستان میں دُہائی دی کہ جن صاحبوں کے پاس حضرت

شمس العلما آزاد کے خطوط یا رقعات یا مکتوب ہوں وہ ازراہ
ہنر پروری ہمارے پاس بھیجدیں تاکہ ہم اُنہیں چھاپدیں اور
جو مولانا کے کمال کے بھوکے ہیں اُنہیں فائدہ پہنچے مگر سوائے
جناب مستطاب میجر سید حسن صاحب بلگرامی کے کسی اللہ کے
بندے نے جواب تک نہ دیا۔ میجر صاحب ممدوح نے دریا دلی
سے کام لیا اور آپ کے پاس جو تیس بتیس خط حضرت آزاد
کے قلم جواہر رقم کے لکھے ہوئے رکھے تھے وہ بے دریغ بیرسٹر
صاحب ممدوح کے پاس بھیج دئے اور بیرسٹر صاحب
دام اقبالہ نے وہ خطوط وقتاً فوقتاً اپنے رسالۂ مخزن میں شائع کئے
خط کیا جواہر کے ٹکڑے تھے جن کی خریداری کے لئے سارا
ہندوستان اُمنڈ پڑا۔ پھر شایقوں نے بیرسٹر صاحب کو مجبور
کیا کہ آزاد کے مکتوبات کتاب کی صورت میں چھاپئے چنانچہ
۱۹۰۷ء میں مکتوبات آزاد چھپ گئے گاہک ٹوٹ پڑے۔

ہاتھوں ہاتھ لے گئے اور مانگ اب تک چلی جاتی ہے اُستاد کی رحلت کے بعد ہم لوگوں کو یقین تھا کہ آغا محمد ابراہیم صاحب اُن کے فرزند دلبند بندھے ہوئے دفتروں کو کھولینگے اور اپنے والد بزرگوار کی تصنیفات کو ہزار در ہزار خوبیوں کے ساتھ شائع فرمائینگے مگر افسوس۔

مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر نے عرصہ کوئی دم کا

زمانہ نے اُنہیں دم لینے کی فرصت نہ دی اور آپ بتاریخ ۸ دسمبر ۱۹۲۱ء عالمِ فنا سے دار البقار کی طرف رحلت فرماگئے۔ اب اس گھر کے چشم و چراغ آغا محمد طاہر صاحب ہیں جو آغا محمد ابراہیم صاحب مرحوم کے نورِ نظر اور اُستاد گرامی نژاد مولانا محمد حسین صاحب آزاد کے پوتے اور اُنکے سچے وارث اور اُنکے سچے جانشین ہیں بالفعل اُنہوں نے

اپنے دادا جان کی تصنیف تالیف کی درستی واشاعت کا بیڑا
اُٹھایا ہے اور اُنہیں اس کام میں بڑی سرگرمی ہے۔ مکتوباتِ آزاد
کی جانب بھی اُنھوں نے اپنی توجہ مبذول فرمائی ہے اور
حضرت مرحوم کے خطوط جابجا سے حاصل کر کے اور کچھ مکتوبات
کے مسودہ حضرت کے بستوں سے نکال کر تازہ بتازہ داخل
کئے ہیں اور مکتوبات آزاد کو جو پہلے ایک پھول کی پنکھڑی
کے برابر تھے اُنہیں گلستاں یا ایک نگینہ کے ہزار بدخشاں
بنا دئیے ہیں اللّٰھمّ زد فزد بیشک اھل البیت ادریٰ بما فی البیت
ہم غیر لوگ آغا محمد طاہر صاحب کو اس معاملہ میں کب پہنچ سکتے
ہیں دگر پھر دگر ہے اور جگر جگر ہے۔ آغا صاحب سال بھر سے
مجھ پر تقاضا کر رہے ہیں کہ اپنے اُستاد کی مکتوبات کا تو دیباچہ
لکھ دے مگر واللہ باللہ میں اس لائق نہیں ہوں کیونکہ میں تو
لہو لگا کے شہیدوں میں داخل ہو گیا ہوں چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

شمس العلماء کا نام بدنام کرنے کے لئے اپنے تئیں اُنکا شاگرد کہتا ہوں ورنہ میری نظم و نثر میں اُستاد کے کمال کی وہ روانی اور جادو بیانی نہیں آئی مگر چونکہ وہ میرے علم و فن کے مرشدزادہ ہیں اس لئے یہ چند سطریں حسب الحکم لکھے دیتا ہوں پسند آئینگی رکھ لینگے ورنہ پھاڑ کر پھینک دینگے۔ حضرت شمس العلماء آزاد کے ساتھ میری نسبت شاگردی ایسی سمجھئے جیسے ایک بڑی بی سوت کی ایک انٹی لیکر حضرت یوسف کی خریداری کے لئے عزیز مصر کے مقابلہ میں جا اڑی تھیں۔ میرے خاندان میں علوم فنون اور نظم و نثر کے چرچے سیکڑوں برس سے تھے۔ خواجہ میر درد صاحب کا نام کون نہیں جانتا ہے میں نے عربی علوم و فنون اور خاص کر طب کا درس ۱۶ برس کی عمر میں اپنے حوصلہ کے موافق ختم کر لیا تھا فارسی اُردو نثر بھی لکھتا تھا مگر شعر موزوں نہ ہوتا تھا میرے والد ماجد مجھے دن رات

طعنہ دیا کرتے تھے کہ ہمارے گھر میں تم ہی ایک گُٹھّل پیدا ہوئے ہو تم سے ایک مصرع بھی موزوں نہیں ہوتا کیا غضب کی بات ہے میں کھسیانا ہو کر رہ جاتا۔ در پردہ جی کو لڑاتا بھی تھا۔ مگر شعر نہ کہا جاتا تھا۔ سولھویں ہی برس میں میری شادی بھی کر دی گئی تھی اور ابھی ایک سال بھی پورا نہ ہوا تھا جو بیوی صاحبہ جنّت کو سدھار گئیں۔ آنکھ کھول کر ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا صدمہ کی دل کو سہار نہ ہوئی دماغ میں ایک قسم کا سودا پیدا ہوا اور طبیعت خود بخود موزوں ہو گئی اور مجھے یقین آ گیا کہ اَلشُّعَرَاءُ تَلَامِیْذُ الرَّحْمٰن سب سے پہلے میں نے بیوی کے مرنے کی تاریخ کہی پھر اُن کا ایک مرثیہ لکھا پھر غزلوں پر نوبت آ گئی۔ والد ماجد کو جس قدر بہو کے مرنے کا رنج ہوا اُتنی ہی میرے شعر لکھنے کی خوشی حاصل ہوئی حالانکہ والد ماجد ہمہ داں تھے مگر اپنے تئیں بالکل ناچیز سمجھتے تھے۔

اور اپنی ماتما کی وجہ سے ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ دنیا میں جو کامل مکمل ہو اُس کا شاگرد ناصر نذیر کو بنوادوں آخر مشورہ ہوا کسی نے کہا مولانا الطاف حسین پانی پتی کا شاگرد کروائیے۔ کسی نے کہا میرزا داغ صاحب اس وقت استاد گنے جاتے ہیں۔ میرزا یعسوب بیگ صاحب نے فرمایا کہ میں میرزا عبدالغنی صاحب ارشد کا شاگرد ہوں جو دِلّی کے بادشاہزادہ اور نہایت خوش گو شاعر ہیں سیکڑوں کو اُن سے فیض ہوا ہے مجھے اُنہوں نے عاؔمل تخلص عطا فرمایا ہے ان میں سے کسی کا انہیں شاگرد بنائیے۔ والد ماجد نے عامل صاحب سے فرمایا میں انہیں ایسے استاد کی خدمت میں دینا چاہتا ہوں جو عربی فارسی اُردو نظم نثر میں دستگاہ رکھتا ہو۔ عامل صاحب نے کہا حضرت یہ سب کمال تو خدا نے پروفیسر آزاد کو دئیے ہیں۔ میں اپنے بھائی میرزا عبداللہ بیگ صاحب ماسٹر کے پاس لاہور رہ کر اُن کی صحبت اُٹھا آیا ہوں۔

والد ماجد نے فرمایا میرزا صاحب آپ نے خوب یاد دلایا میں اُن سے کیا اُن کے والد ماجد ملّا محمد باقر صاحب سے واقف ہوں ۔ غدر سے پہلے نواب حامد علیخاں صاحب مرحوم کے امام بارہ میں اُنہیں بارہا دیکھا ہے ۔ میں نے والد ماجد کے فرمانے سے شاگردی کی درخواست میں ایک عریضہ حضرت آزاد کو لاہور بھیجا جس کا جواب پوسٹ کارڈ پر یہ آیا :۔

مولانا آزاد کا ایک خط ناصر نذیر فراق دہلوی کے نام:۔

"جناب محمد ناصر نذیر صاحب ادام اللہ بقائکم ۔ فقیر آزاد کے بارہ میں جو آپ نیک خیالات رکھتے ہیں اور جو گراں بہا الفاظ اُسکے حق میں آپ نے صرف فرمائے ہیں وہ اپنے درجہ کو اُس سے بہت پست سمجھتا ہے اور شکریہ اُسکا نہ زبان سے بیان کرسکتا ہے نہ قلم سے رقم کرسکتا ہے ۔ شاگردی کا ارادہ جو

آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ اپنے کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ علاوہ براں اُستاد کو واجب ہے کہ شاگردوں کا حق بھی ادا کرے اور اس کا جو حال ہے دیکھنے سے تعلّق رکھتا ہے قسمیہ کہتا ہوں کہ اصلاح فرصت اصلاح نہیں ہے۔ امید ہے کہ آپ معاف رکھینگے ؎

یک دل و خیل آرزو دل بہ کجا کجا دہم
سینہ تمام داغ داغ پنبہ کجا کجا نہم

لاہور   دعا کا محتاج بندہ آزاد"

جواب کو پڑھ کر میرا دل ٹوٹ گیا۔ وہ خط میں نے والد ماجد کے سامنے رکھ دیا اور میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ والد ماجد نے فرمایا بھئی اہل کمال کے بڑے دماغ ہوتے ہیں ایک دفعہ ہی اقرار کر لیا کریں تو اُن میں اور عام آدمیوں میں کیا فرق رہے۔ تم گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں لاہور ساتھ لے کر چلونگا اور خوشامد سے درآمد سے جس طرح

بن پڑیگا نہیں آزاد کا شاگرد کروا دونگا۔خدا کی کارسازی دیکھئے کبھی تہیہ نے لاہور کے جانے کے لئے تہیہ ہوتے رہے کہ ایک دن میرزا یعسوب بیگ صاحب نے ناگہاں آکر والد ماجد سے کہا مولانا آزاد دہلی میں تشریف لے آئے اور نواب پٹودی کی کوٹھی میں اُترے ہیں وہ خوشی آج تک مجھے یاد ہے۔شام کے وقت والد ماجد مجھے اُن کی خدمت میں لیکر پہنچے۔جب مولانا میرے والد ماجد کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہوئے تو والد ماجد نے میرا سر مولانا کے قدموں میں رکھ کر فرمایا۔یہ سر ایک حسینی سیدزادہ کا ہے اسکی لاج رہے۔اس جملہ کو سن کر مولانا کانپ گئے اور مجھے دونو ہاتھوں سے اُٹھا کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا۔آپ نے یہ کیا غضب کیا۔ہم تو آپ کے بزرگوں کا کلمہ پڑھتے ہیں۔والد ماجد نے فرمایا۔غضب تو آپ نے کیا

کہ ایک کم عمر سید زادہ کا دل توڑا اور خط کا جواب لکھ دیا کہ
ہم تمہیں شاگرد نہیں کرتے۔ مولانا نے والد ماجد کو اپنے
برابر قالیچہ پر بٹھا کر فرمایا۔ واللہ باللہ میں اس جملہ کو بالکل نہیں
سمجھا۔ والد ماجد نے فرمایا۔ آپ کا یہ پوسٹ کارڈ موجود ہے
ملاحظہ فرمایئے مولانا نے اُسے پڑھ کر فرمایا حضرت مجھے
جو آل رسول کے ساتھ محبت ہے اُسے خدا ہی خوب جانتا
ہے مگر میں نے جب یہ جواب لکھا ہے سخت عدیم الفرصت
تھا اور نہ مجھے خبر تھی کہ اسکے کاتب سید زادہ ہیں نہ یہ
خیال تھا کہ انہیں شاگردی کا اس قدر ذوق شوق ہے
آپ کے ان جملوں کو سُن کر میرا دل کانپ گیا ہے اور سینہ
میں ~~شور~~ نور ہو گیا ہوں برائے خدا آپ معاف فرمائیں۔
میں جب تک جیونگا اس بے پروائی کی تلافی کرتا رہونگا
آپ کے یہ صاحبزادہ ہیں۔ والد ماجد نے اپنا نام اور

اپنا پتہ مفصّل بیان کیا۔ اور ملا محمد باقر صاحب اور مولوی جعفر علی صاحب کے مناظرہ مباحثہ حضرت ذوق میرزا نوشہ حکیم مومن خاں صاحب کی صحبتوں کے تذکرہ لال قلعہ کی آبادی کے قصّے بیان کئے اور دونو صاحب ان باتوں پر سخت افسوس کرتے رہے۔ استاد نے والد ماجد سے فرمایا۔ اُردو زبان کے موجد آپ کے بزرگ ہی تھے۔ میں نے شیخ ابراہیم ذوق صاحب کی زبانِ مبارک سے بارہا سُنا کہ جسے اُردو سیکھنی ہو وہ خواجہ میر درد صاحب کا دیوان دیکھے۔ واللہ باللہ مجھے سادات سے کسی طرح دریغ نہیں ہے۔ اگر میاں ناصر نذیر اپنا کلام لائے ہیں تو مجھے دکھائیں میں ابھی بنا دونگا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا مگر والد ماجد نے منع فرمایا اور اپنے آدمی کو اشارہ کیا کہ دو روپیہ کی خرمیاں کسی مسلمان حلوائی کی دوکان سے لے آؤ۔ جب خرمیاں آگئیں تو مولانا نے

فرمایا جناب میر صاحب اس تکلّف کی کیا ضرورت تھی والد ماجد نے فرمایا یہ تکلّف نہیں تبرّک ہے۔ اس پر جناب مدینۃ العلوم اور باب العلوم علیہما الصلوٰۃ والسّلام کی فاتحہ دیدیجئے ۔ کہا بہت اچّھا۔ فاتحہ کے بعد مٹھائی مولانا سے مرحوم نے اپنے ہاتھ سے حاضرین مجلس کو بانٹ دی۔ اب میں نے کچھ غزلیں اُردو فارسی کی۔ کچھ نثر فارسی۔ کچھ نثر اُردو مولانا کی خدمت میں پیش کیں۔ مولانا نے فرمایا تصنیف را مصنّف نیکو کند بیاں تم ہی پڑھو۔ میں نے ایک غزل سنائی۔ کچھ نثر پڑھی۔ سن کر فرمایا ماشاءاللہ۔ اور والد ماجد کی طرف دیکھ کر کہا لیجئے جناب میر صاحب اب میرے اوپر بھی لازم ہوگیا ہے کہ میں اِس سیدزادہ کو آزاد ثانی بنا دوں۔ والد ماجد نے ان لفظوں کا بہت شکریہ ادا کیا۔ پھر مولانا نے قلم اُٹھا کر بے تامّل اور برجستہ میری نظم و نثر میں اصلاح دی اور ایسی

اصلاح دی کہ سب حاضرین نے کہا۔ سبحان اللہ اور
واہ واہ اصلاح اسی کا نام ہے۔ اگر میری کم قسمتی سے
مولانا کا دل نہ اُلٹ جاتا تو بیشک مولانا کی شفقت بزرگانہ
سے مجھے یقین تھا کہ حضرت مجھے دوسرا آزاد ہی بنا دیتے۔
اگرچہ اصلاح سالہا سال جاری رہی مگر میرے نزدیک تو
وہ وقت آنکھ بند کرنے میں نکل گیا۔ اگرچہ مجھے نظم و نثر میں
کچھ سلیقہ پیدا نہ ہوا اور اب کیا ہوگا مگر الحمد للہ کہ بے استاد
نہیں ہوں ایک کامل استاد کا دامن میرے ہاتھ میں ہے
اور اس کا مجھے بڑا فخر ہے۔ جب آپ دماغی شکایت
میں مبتلا ہو کر دلّی آئے تو پہلے اپنے ایک عزیز کے
ہاں سوئی والوں میں اُترے پھر وہاں سے آپ کا جی
گھبرایا تو آپ شمس العلماء منشی ذکاء اللہ صاحب کے مکان
پر تشریف لے آئے۔ منشی صاحب کا دولت خانہ خواجہ

میر درد صاحب کی بارہ دری جہاں اس فقیر کا قدیمی مکن ہے
ایک دیوار بیچ یا چند قدم کے فاصلے پر ہے اس واسطے
مجھے اس موقع پر مولانا کی خدمت کا رات دن عرصہ تک
شرف حاصل ہوا۔ پھر آپ کے صاحبزادہ لاہور سے دلی
تشریف لائے اور آپ کو لاہور لے گئے اور کئی برس تک
مجھے مولانا کے حالات معلوم نہ ہوئے۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں یکایک
خیال آیا کہ ایک بار لاہور چل کر مولانا کی زیارت پھر کر لو۔
ایسا نہ ہو خدانخواستہ مولانا اس جہان سے بالکل ہی رحلت
کر جائیں اور یہ آنکھیں آخری دیدار سے بھی محروم رہیں اس
خیال کا آنا اور میرا ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء جمعہ کو لاہور چل دینا
انارکلی میں محمد شفیع کی سرا میں سامنے والے کمرہ میں جا کر
ٹھیرا اور ۱۳ مارچ ہفتہ کے دن ٹانگہ میں سوار ہو کر اکبری
دروازہ مولانا آزاد کی دولت سرا پر پہنچ گیا۔ ایک پنساری

مولانا کے امام باڑہ کے نیچے ہی دوکان میں بیٹھتا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا آغا محمد ابراہیم صاحب کہاں ہیں؟ اُس نے کہا وہ تو جگراؤں ہیں۔ میں نے کہا اُن کا کوئی صاحبزادہ کہا آغا محمد یوسف گھر میں ہیں۔ پھر میں نے دستک دی تو آغا محمد یوسف صاحب مرحوم کوٹھے پر سے اُتر کر نیچے آئے۔ وہ مجھے کیا پہچانتے دیکھا نہ بھالا۔ میں نے کہا حضرت یہ بندہ ناچیز دہلی کا رہنے والا ہے اور آپ کے دادا جان کی قدمبوسی کے لئے دہلی سے ہی آیا ہے وہ کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ فرمایا امام باڑہ میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں آیئے۔ آغا محمد یوسف آگے میں پیچھے پیچھے۔ امام باڑہ کی انگنائی میں پہنچا۔ استاد امام باڑہ کے برآمدہ میں بیٹھے تھے اور جس ہیئت سے بیٹھے تھے اُسے دیکھ کر میرا کلیجہ مُنہ کو آگیا۔ ایک میلی سی اچکن گلے میں تھی جسکی چولی میں

میں پورے بٹن بھی نہ تھے۔ ایسا ہی میلا کچیلا ڈبل زین
کا پیجامہ تھا۔ سر پر مغلی وضع کی چکٹ ٹوپی اور پاؤں میں
بہت ہی بوسیدہ جوتی تھی۔ ایک بوریہ پر بیٹھے تھے۔ ایک
مٹی کی رکابی میں شوربا تھا اور ایک چنگیر میں چپاتیاں تھیں
چپاتی کا نوالہ بنا کر شوربے میں ڈبوتے تھے اور اُسے مُنہ
میں رکھ لیتے تھے اور دیر تک چبا کر مشکل سے نگل جاتے
تھے۔ بوریہ کے اِدھر اُدھر کچھ راکھ کچھ کوئلے اور کچھ کوڑا پڑا
تھا۔ میں نے کہا سبحان اللہ یہ وہی منظر ہے جو حضرت نے
آبِ حیات میں سید انشاء اللہ خاں کے آخری دور میں لکھا
تھا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا تم کون ہو۔ میں نے کہا حضرت میرا
نام ناصر نذیر فراق ہے دہلی سے محض آپکی زیارت کے واسطے
لاہور آیا ہوں۔ فرمایا بھئی میں تمہیں نہیں پہچانتا میں نے
پھر عرض کیا میں آپ کا شاگرد ہوں۔ کہا ہو گے۔ پھر فرمایا

اچھا اگر تم میرے شاگرد ہو تو گرما گرم جلیبیاں تو لے آؤ۔ میں نے اسے بڑی سعادت سمجھا دوڑا دوڑا گیا گرم جلیبیاں تو نہ ملیں ٹھنڈی لایا اور لاکر سامنے رکھ دیں۔ ایک جلیبی ہاتھ میں اُٹھائی اور فرمایا بھلا میرے ہلتے ہوئے دانتوں سے ٹھنڈی جلیبیاں کب کھائی جائینگی اچھا اُٹھا لو۔ میں نے اصرار کیا تو بگڑنے لگے۔ آغا یوسف مرحوم نے کہا زیادہ نہ کہئے نہیں بُرا بھلا کہنے لگینگے۔ پھر کہا اچھا جاؤ یہاں سے۔ میں اور آغا محمد یوسف مرحوم امام باڑہ کے صدر دروازہ میں آکر ایک تخت پر بیٹھ گئے۔ آغا محمد یوسف مرحوم خاصدان میں پان میرے لئے لائے۔ میں نے کہا آغا صاحب مجھے مولانا کو اس زدہ حال میں دیکھ کر سخت افسوس ہو رہا ہے۔ آغا محمد یوسف نے فرمایا۔ حضرت گور کا عذاب مُردہ ہی خوب جانتا ہے اگر دستر خوان میں روٹی لائی جاتی ہے تو دستر خوان جلا دیتے ہیں چینی کی

رکابیوں میں دال سالن دیا جاتا ہے انہیں توڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ تانبہ کی رکابیاں غوریاں دیجئے تو بازار میں جاکر بیچ آتے ہیں یا کسی راہ چلتے کو دے دیتے ہیں سیکڑوں برتن غارت ہو چکے ہیں۔ اچھے اور ستھرے کپڑوں سے بیر ہے ادھر پہنائیے اُدھر پھاڑے جھینجھڑے لگائے پھینک دئے۔ اس عذر کو سن کر میں نے آغا یوسف صاحب سے معافی مانگی۔ اتنے میں دیکھتا ہوں کہ خلال کرتے ہوئے امام باڑہ میں سے چلے آتے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا ہیں بھئی تم کب دلی سے آئے۔ واللہ میں نے تمہیں اُس وقت نہیں پہچانا تھا۔ یہ کہکر تخت کے تکیہ کا سہارا لیکر بیٹھ گئے اور مسکرانے لگے۔ میں نے کہا آپ نے مجھے پہچان لیا۔ فرمایا۔ ہاں میاں تمہارا نام سید ناصر نذیر ہے۔ اس بات کو سن کر میں نہایت خوش ہوا اور آغا یوسف بھی حیران ہو گئے میں نے حضرت

کے مزاج کو راہ پر دیکھ کر کہا۔ میں نے ایک تازہ سلام کہا ہے وہ سنانا چاہتا ہوں۔ فرمایا پڑھو۔ میں نے سلام پڑھنا شروع کیا۔ جو شعر پسند آتا تھا اس پر خوش ہو کر فرماتے تھے یہ خوب کہا ہے اور جو پسند نہ آتا تو فرماتے یہ کچھ نہیں جب میں نے سلام کا مقطع بھی پڑھ دیا تو فرمایا تمہارا سلام تو سب ہی اچھا ہے مگر کہیں کہیں جو میں نے یہ کہدیا تھا کہ یہ کچھ نہیں یہ شعر کی بندش کے لحاظ سے کہا ہے۔ میں نے کہا درست ہے۔ دیر تک باتیں کرتے رہے مگر کبھی کبھی بے ڈھنگے پن کی بھی لے جاتے تھے۔ پھر ایک دفعہ ہی اٹھ کر بازار کی طرف چلے گئے اور میں آغا یوسف سے باتیں کرتا رہا اس کے بعد پھر زندگی میں مولانا کو دیکھنا نصیب نہ ہوا اور آپ سنہ ۹ء مطابق ۹ محرم الحرام ۱۳۲۶ ہجری کو اس جہان فانی سے عالم باقی کو تشریف لے گئے۔ آپ ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۴۵ ہجری

کو دہلی میں پیدا ہوئے اس حساب سے آپ کی عمر تراسی سال کی ہوئی میں نے اُستاد کی تاریخ رحلت یہ عرض کی ہے:-

حضرتِ آزاد والا مرتبت — چوں ز دنیا کرد نا گہ رُو بخلد
حوریاں را شادمانی در گرفت — جشن فرخ کردہ شد ہر سو بخلد
کاملے از شہر دہلی در رسید — سکۂ خود مے زند اُردو بخلد
اللہ اللہ حلیۂ استاد من — مے فشاند دم بدم خوشبو بخلد
بہر تاریخِ وصالش از فراق — عرشیاں گفتند رفتہ او بخلد
۱۳۲۸ھ

۱۲ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو میں پھر لاہور گیا۔ استاد مرحوم کے دولت خانہ پر حاضر ہوا تاکہ آغا محمد ابراہیم صاحب سے نیاز حاصل ہو اور رسم تعزیت ادا کروں۔ مگر آغا محمد طاہر صاحب اُنکے صاحبزادہ سے معلوم ہوا کہ وہ باہر اپنے عہدۂ ملازمت پر تشریف رکھتے ہیں اور آغا محمد یوسف صاحب دہلی ہیں۔ آغا صاحب موصوف سے پتہ پوچھ کر استاد مرحوم کے مزار پر حاضر ہوا۔ آپ جانبِ [illegible]

کے باہر کربلا میں دفن ہیں۔ لائق اور سپوت بیٹے نے اپنے
پدر بزرگوار کی قبر اور اُس پر چھوٹا سا گنبد سنگ مرمر کا بنوا دیا
ہے۔ جس پر سُنہری کلس بہت خوشنما ہے۔ مزار پر خلیفہ سید محمد محسن
صاحب شنین کا تصنیف کردہ قطعۂ تاریخ کندہ ہے + اُستاد
کے کمالات محتاج بیان نہیں بقول خواجہ الطاف حسین صاحب
حالی وہ اُردو کے مسیحا تھے۔ اُردو نثر ہماری دلّی میں لکھنے والے
میرزا نوشہ۔ نواب علاؤالدین خاں صاحب علائیؔ۔ خواجہ بدرالدین
عرف خواجہ امان بوستان خیال کے مترجم۔ مولوی سید احمد صاحب
مصنّف فرہنگ آصفیہ۔ مولانا ڈپٹی نذیر احمد صاحب گنے جاتے
ہیں اور اپنی اپنی جگہ بیشک سب استاد ہیں مگر شمس العلماء آزاد
کی اُردو اِن سب انشا پردازوں کی اُردو سے برتری رکھتی ہے
بقول استاد ذوق مرحوم :-

لہ اس صاحب کمال کا ایک خط پرانے بستوں میں اتفاقیہ مل گیا۔ کتاب کے آخری حصہ متفرقات میں ٹانک دیا ہے ؂

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے تو ہیں پر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

مولانا کی کتابوں کی عبارت جو لوگ حوالہ کے طور پر اپنی تصنیف میں داخل کر لیتے ہیں اور ماخوذ کا لفظ لکھنا بھول جاتے ہیں مگر جاننے والے جان جاتے ہیں کہ یہ شمس العلما آزاد کے فقرے ہیں۔ اُن کی جگمگاہٹ نرالی ہوتی ہے اس سے زیادہ قبولیت اور پسندیدگی کی کیا دلیل ہوگی کہ آپکی چھوٹی چھوٹی کتابیں جو سررشتۂ تعلیم میں داخل ہیں اس وقت تک لاکھ لاکھ اور ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ چھپ چکی ہیں۔ آپ کی اُردو تصنیف تالیف کو دیکھ کر سارے ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کو تصنیف تالیف کا شوق پیدا ہو گیا اور اُردو زبان میں بے شمار کتابیں تیار ہو گئی ہیں اس لئے میں کہ سکتا ہوں کہ حضرت آزاد جگت استاد ہیں۔ شیخ ابراہیم ذوق نے

گویا آپ کی ہی اُردو کی نسبت یہ شعر فرمایا ہے :-

سرشک چشم مرے ہیں کہ ہو گئے موزوں
مری طرح سے کوئی ذوق شعر تر تو کہے

اس وقت تمام ہندوستان کی آنکھیں آغا محمد طاہر صاحب کی طرف لگی ہوئی ہیں اور سب یہی انتظار کر رہے ہیں کہ یہ ہونہار اپنے جد عالی مقدار کے سرمایہ کو کس آب و تاب کے ساتھ آفتاب و ماہتاب کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں خدا انہیں نظر بد سے بچائے یہ پروان چڑھیں اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کریں +

عمرت دراز باد کہ تا دورِ مشتری
ما از تو برخوریم و تو از عمر برخوری

حررہ فقیر حقیر حکیم سید ناصر نذیر فراق حبیبی زیدی واسطی از دہلی کوچہ چیلاں بارہ دری خواجہ میر درد صاحب

مکتوباتِ آزاد

۱۔ عالی جناب من دام اجلالکم

تسلیم۔ عنایت نامہ باعثِ اعزاز ہوا۔ رات کو دس بجے
میں گھر پہنچا۔ اس وقت خطوط اور کارڈوں کا انبوہ سامنے ہے
دل دربار میں ہے اور دو دو حرفوں میں سب کو ٹال رہا ہوں
آپ کی تحریر کا جواب فرصت چاہتا ہے۔ مجھے کہاں؟ یہ تو
آپ کو معلوم ہے کہ مآثرالامرا اور سوانح اکبری کسی زمانہ میں دیکھی تھیں
یہاں تلاش تھی اور نہیں ملتی تھیں۔ چند مقاموں میں پرانی کتابوں کا
پتا لگا تھا۔ ۶ دن میں بھاگا گیا اور دوڑا دوڑا آیا۔ جو کچھ ہاتھ لگا

اُسے دیکھتا گیا۔ اور زیادہ اُٹھتیں لیتا گیا۔ مآثر الامرا بھی مل گئی کہ
شکر کا مقام ہے کہ جو کچھ میں نے دانہ دانہ اور قطرہ قطرہ کر کے
جمع کیا ہے وہ مآثر الامرا سے بہت زیادہ نکلا۔ پھر بھی حقِ گزرنا
کفر ہے۔ ہر شخص کے حال میں تین تین چار چار نکتے مل گئے اور اچھے
مل گئے۔ سب سے زیادہ یہ ہے کہ اب جو دربارِ اکبری کا مشاہدہ
کریگا۔ یہ نہ کہہ سکیگا کہ آزاد کو مآثر ہاتھ نہیں آئی ؎

دونو صورتوں کی تفصیل آپ اب پوچھتے ہیں۔ افسوس دیباچہ
لکھنے کی نوبت ابھی کہاں آئی۔ خدا وہ دن کرے۔ دو صورتیں
یہ کہ ایک تو وہی معمولی طریقہ کہ ایک نسخہ پہلے ممدوح کو بھیجا۔ اور
استمزاج کیا۔ ممدوح نے منظور فرمایا۔ مصنّف نے شکریہ ادا کیا۔
دوسری صورت کا مضمون آئینہ خیال میں ایک تصویر موہوم ہے
اور اس وقت فرصت مفقود۔ اچھا میں خلاصہ خلاصہ قلمبند تو کرتا
ہوں دیکھوں کچھ رنگ دیتا ہے یا نہیں۔ اُس کا مضمون یوں تصوّر

فرمائیے کہ جب اس موقع پر آب و رنگ اپنی دستکاری خرچ کر چکے
تو عالمِ بالا کے پاک نہاد زمین پر اُتر آئے ۔ دسوں عقلیں پانچوں
حواس غور و فکر وہم و خیال وغیرہ وغیرہ سے انجمن منعقد ہوئی ۔
مانی و بہزاد کی روحوں نے اُس کے سامنے ادب سے سر جھکایا ۔
پہلا امر یہ پیش ہوا کہ یہ دربار کہاں سجایا جائے ۔ سب نے دُوربینیں
اُٹھائیں اور شش جہت میں نگاہیں دوڑائیں ۔ کہیں موقع کی جگہ نظر
نہ آئی ۔ مگر وہ ایوانِ عالیشان وغیرہ وغیرہ ۔ وہم نے اعتراض کیا
کہ جب تک ممدوح سے اجازت نہ حاصل ہو ایسی جسارت
زیبا نہیں ۔ آزاد نے کہا سحر کا نُور شفق کی سرخی صُبح کا عالم جب
نظر آتا ہے ۔ اہلِ دل کہتے ہیں سبحان اللہ ۔ صبا و نسیم پھولوں کی
شمیم لاتی ہیں ۔ دل کہتا ہے صلِّ علیٰ ۔ اس میں آفتاب سے اجازت
اور اس میں خسروِ گل سے امتزاج کون کرتا ہے ۔ ہم نے ایسا ممدوح
یہاں پایا ۔ اسی کے اس اقبال سے وابستہ کیا ۔ وغیرہ وغیرہ بڑے سے

سب نے تسلیم کیا۔ اب غائبانہ عرض کرتا ہوں کہ وغیرہ وغیرہ۔
میری دانست میں یہ بھی ایک نیا مضمون ہے اور اس میں کچھ
حرج نہیں۔ آپکی طبیعت کی طرف سے ملال رہتا ہے خداوند عالم صحت کے ساتھ قوت
و توانائی عنایت فرمائے والدعا بالکمال الدعا ۲۶ ستمبر ۱۸۸۲ء
محمد حسین عفی عنہ آزاد وغیرہ
لاہور۔ مستی دروازہ

۱۰

عالی جناب من۔ تسلیم۔ جو کچھ عنایت فرمائی۔ اس کا شکریہ
کس زبان سے ادا کروں۔ مگر انسداد تحریر کا سبب جب تک ذہن
نشین نہ ہوگا۔ ایک پھانس سینہ میں کھٹکتی رہیگی۔ کام کی کثرت کیسی
ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ جو ہوا۔ خیر انشاءاللہ کبھی موقع
ہی سے یہ عقدہ حل ہوگا۔ آپ نے غضب کیا۔ وہ کٹا پھٹا میرا
اعمالنامہ اصل ہی بھیج دیا ✦

عورتوں کا تذکرہ جو آپ فرماتے ہیں۔ ایسی کتاب اب تک
میری نظر سے نہیں گزری۔ نہ مجھے ایشیائی مصنفوں سے اُمید

ہے کہ کسی نے لکھی ہو۔ بھوپال سے بھی ایک صاحب نے مجھے لکھا تھا کہ ان مضامین کا کچھ سایہ مجھے دو۔ مگر وہ فقط شاعرہ عورتوں کے باب میں لکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس وقت میں نے مجملاً اتنے پتے لکھ بھیجے۔ اب جو میں خیال کرتا ہوں تو البتہ یہ ممکن ہے کہ ان عورتوں کے ناموں کو بہ تکلف پھیلایا جائے کہ جن سے کئی کئی شعر تذکروں میں مذکور ہیں۔ لیکن اصل مقصود آپ کا یہ ہے کہ ایسی عورتوں کے حالات ہوں۔ جو صاحب علم کے ساتھ صاحب تصنیف ہوں۔ یہ بات نہایت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ فقط ایک گلبدن بیگم ہمایوں کی بہن تھی۔ کہ اس نے ہمایوں نامہ لکھا تھا۔ وہ نسخہ بھی اب میرے پاس نہیں۔ دلی میں بڑی کوشش سے بہم پہنچایا تھا۔ اس کے پہلے ورق پر چند عورتوں کے حال اور بھی کسی نے لکھ دئیے تھے وہ بھی شاعرانہ طور سے اور شاعری کے سلسلہ میں تھے +

سلیمہ سلطان بیگم ہمایوں کی پھوپھی زاد بہن تھی۔ وہ نہایت عالی فہم۔

ذکی الطبع - خوش تقریر - صاحب تدبیر - لطیفہ گو - بذلہ سنج تھی - اور
اکثر شاہ اور شاہزادوں میں جو معاملات اُلجھا کرتے تھے وہ سلجھایا
کرتی تھی - لیکن اس سے جہاں دیکھا ایک ہی شعر لکھا دیکھا مخفی تخلص
کرتی تھی - اور کتاب کا شوق رکھتی تھی

زیب النساء کا حال سب جانتے ہیں - خیر چند بیبیاں اور
سہی مگر انہیں صاحب علم اور صاحب تصنیف کیونکر کہہ سکتے ہیں جیسا کہ
میرا اور آپ کا جی چاہتا ہے - پھر بھی خیال رکھونگا - اور جو سرمایہ
بہم پہنچیگا اس سے آپ کو مطلع کرونگا ۔

آزاد
۲۸ ستمبر ۸۲ء

ہاں وہ شعر سلیم سلطان بیگم کا بھی یاد آگیا - آپ کے بھی
خیال میں رہے :-

کاکلت را من بمستی رشتۂ جاں گفتہ ام
مست بودم زیں سبب حرفِ پریشاں گفتہ ام

۳ - جناب من ! دام مجدکم العالی - تسلیم - میں تو پہلے ہی اداے شکریہ میں قاصر تھا - اب تو شکریہ مجذور ہوگیا - اس پر حسن قبول تو سبحان اللہ وہ نعمت ہے کہ اس کا صلہ آپ کے جد کی بارگاہ سے عطا ہو *

الٰہی یہ دعا قبول ہو

آپ حیات کے باب میں جو کچھ فرمایا ہے فقط قدر افزائی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم - آپ کے عنایت نامے اور آپ کے بھائی صاحب کے مرحمت نامے کے مضامین تقریباً متحد تھے اس لئے دو دو جگہ لکھنا فضول سمجھ کر اُن کے لئے لکھتا ہوں - اور آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں - آپ ملاحظہ فرما کر اُدھر بھیج دیجئے گا - جو کچھ حال سُنا میں نے صاف صاف لکھ دیا ہے

[خط نامکمل چھاپا گیا]

آزاد از لاہور
۱۵ ر اکتوبر ۱۸۸۲ء

۳ ر جنوری ۱۸۸۳ء
یوم چہار شنبہ

عالی جناب من ! ادام اللہ اقبالکم و ضاعف اجلالکم

تسلیم - خدا آپ کو خوش رکھے کہ مجھ گنہگار کے لئے دعا فرماتے

ہیں۔ کیا کہوں! دس دن کی چھٹی ہوئی تھی۔ باتیں کرنے کو بہت جی چاہتا تھا۔ چاہا کہ حاضر خدمت ہوں۔ پھر کہا کہ چار سطریں ہی صاف ہونگی۔ اکٹھی ہی باتیں کر لینگے ۔

...... [۶ سطریں حذف کر دی گئی ہیں] ......

کتاب النسوان انگریزی کا حال جو تحریر فرمایا ہے۔ میں سمجھ گیا۔ خدا اس دربار سے فارغ کر دے تو آپ سے سرخرو ہوں۔ مجھے دل سے خیال ہے۔ آپ کیوں شرمندہ کرتے ہیں [illegible] دربار اکبری کاتب سے بھی لکھواتا ہوں۔ آپ بھی لکھ رہا ہوں۔ خدا کرے کچھ ہو جائے۔ اب خدا کے فضل سے کئی حال آپ کے سنانے کے قابل ہو گئے ہیں۔ فیضی کے حال پر نظر ثانی کی تو مذہب کے سلسلہ میں مجھے خیال آیا تھا کہ دیکھئے آپ اور آپ کے بھائی صاحب اسے سن کر اور پڑھ کر کیا فرماتے

ہیں ۔ خدا وہ وقت دکھائے ۔

وصل اُس کا خدا نصیب کرے
میرؔ ۔ جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ

جناب من!

تسلیم ۔ آج مجھے ایک ایسا معاملہ پیش آیا جو آج تک نہیں ہوا تھا ۔ وہی مشکی گھوڑا جس کا آپ سے کئی دفعہ ذکر آیا تھا ۔ سائیس لیکر بھاگ گیا ۔ وہ ۱۱ بجے دن کے یہاں سے گیا ہے ۔ اس لئے بدھ کو کسی وقت امرتسر میں ضرور پہنچے گا ۔ آپ اسی وقت پیش خدمت کو فرمائیں ۔ کہ سراؤں اور یکے خانوں میں جا کر ایک نظر ڈالے ۔ یہ گھوڑا یارقندی یابو ہے ۔ اور یک رنگ مشکی رنگ ہے ۔ پیشانی اور ناک کے ۵ ۔ ۷ بال سفید بھی نظر آئینگے ۔ عمر میں ۸ ۔ ۹ ۔ ۱۰ برس کا ہوگا ۔ لاغر اندام ہے سائیس کا امام دین نام

ہے۔ اُس کا بھی شکی ہی رنگ ہے۔ ۳۵-۳۶ برس کی
عمر ہوگی۔ اوسط قد۔ لاغر اندام۔ سر پر بال۔ چھینٹ کا کن ٹوپ۔
متوسط ڈاڑھی چڑھواں۔ کانوں سے بہرا ہے۔ علاقہ کپورتھلہ کا
رہنے والا ہے ۔

کوتوالی لاہور سے بھی آدمی اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں لیکن شاید
وہ دیر میں پہنچیں۔ ہیں کارِ تحریر کے سبب سے حاضر نہیں ہو سکا۔ ورنہ
خود آتا۔ حاضری بھی دیتا اور یہ کام بھی ہو جاتا ۔ اور یہ بھی یقین نہ تھا کہ راہ گیا ہے
اُس دن آپ کا تشریف لانا اور میرا ملاقات سے محروم رہنا۔
اب تک دل کو خراش دے رہا ہے۔ بہت سی باتیں تھیں کہ ضرور
کہنے کے قابل تھیں۔ خصوصاً بعض مشورے مسوّدات کتاب کے
باب میں۔ پروردگار پھر بخیر و سلامت ملنا نصیب کرے ۔

نامۂ خسرواں یقین ہے کہ بعد ملاحظہ آپ نے روانہ کر دیا ہوگا۔
اس کے باب میں جو آپ کے خیالات ہوں کچھ کچھ ضرور تحریر فرمائیے۔

ایسی تصویریں کہاں بن سکیں۔ یہ وُڈ کٹر کا کام ہے شاید کاپر پلیٹ ہو۔ "تذکرۃ العورات" کا حال جو آپ نے پہلے مرحمت نامہ میں لکھا تھا۔ معلوم نہیں کہ اس میں چاند بی بی کا بھی "تذکرہ" ہے یا نہیں۔ یہ بھی بڑی با لیاقت اور صاحب ہمت بی بی دکن میں ہوئی ہے اسے نادرۃ الزمانی کہتے تھے۔ آپ وہاں سے اس کے حالات دریافت فرمائیں۔ اور مجھے بھی عنایت کریں۔ انشاء اللہ کبھی کام آئینگے۔ اسی طرح مصالح اکٹھا ہوا کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ عمارت تیار ہو جاتی ہے +

محمد حسین آزاد ۹
لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ ۱۱ جنوری ۱۸۸۳ء

جناب من

ایک امر واجب الاطلاع پیش آیا ہے۔ ذرا متوجہ ہوکر سُنئے آپ نے اخباروں میں دیکھا ہوگا کہ گورنمنٹ سررشتۂ تعلیم کے بوجھ سے سبکدوش ہونا چاہتی ہے۔ آپ نے یہ بھی سُنا ہوگا کہ سررشتۂ تعلیم

پنجاب کا بہت سا بوجھ یونیورسٹی پنجاب اپنے سر پر رکھتی ہے۔
گورنمنٹ کو اس سے زیادہ اور کیا چاہئے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ
گورنمنٹ کالج بھی یونیورسٹی کے حوالہ ہو جائیگا۔ یونیورسٹی کی یہ رائے
ہے کہ علوم فنون ریاضی وغیرہ سب کی تعلیم ترجموں کے ذریعہ
ہو جایا کریگی۔ فقط انگریزی کے لئے ایک ماسٹر اڑھائی سو روپے
کا کافی ہے۔ سردست اس قدر تو نہ ہوگا۔ مگر اتنا تو ضرور ہوگا کہ
یونیورسٹی کے پاس کئی مسجدوں کے مُلّانے اور ہندو پنڈت
نکمّے بیٹھے ہیں۔ طلباے کالج کو یہ دیسی زبانیں پڑھا لیا کرینگے کالج
کے مولوی و پنڈت دونو تخفیف تب مولوی کا کیا حال؟ یا گورنمنٹ
کوئی عہدہ دیگی۔ اکسٹرا اسسٹنٹی؟ مشکل ہے۔ منصفی؟
تحصیلداری؟ شاید پنشن دے دیگی۔ اس میں ابھی دو برس کی
کمی ہے۔ مگر ہو سکتی ہے۔ پھر ہو بھی تو ۵۰ روپے سے
زیادہ نہیں۔ آسان اور عام قاعدہ یہ ہے کہ مسلسل نوکری

۱۴ برس کی ہے اتنے مہینے کی تنخواہ لو اور سلام۔ اس تجویز کا عمل درآمد اپریل سے ہو جائیگا۔ اب خدا کی درگاہ سے اُمید ہے کہ تصنیفات کے لئے فرصت کا موقع ملا کریگا ؎

حرص قانع نیست بیدلؔ ورنہ اسبابِ جہاں
آنچہ ما درکار داریم اکثرش درکار نیست

آزاد - ۱۸ر جنوری ۸۳ء
۲ بجے شب

جناب من!

تسلیم۔ آپ دیکھتے ہیں۔ یہ علم کی چڑیل (یونیورسٹی پنجاب) تعلیم پنجاب کو ہضم کئے جاتی ہے۔ کالج کا بھی کلیجہ کھا چکی ہے۔ چند مہینے میں سُن لیجئے گا کہ نگل گئی۔ باوجود اس کے کورس بنانے کے لئے ہم پکڑے جاتے ہیں۔ فرسٹ آرٹ۔ اور بی اے کورس عربی و فارسی کے باب میں رائے طلب ہوئی۔ اب بنانے کے لئے حکم ہے کہ جلدی دو۔ قاآنی کا دیوان آپ کے پیش نظر ہے۔

بی اے کی کلاس دونوں کا نام ہوگا

عنایت فرما کر اس میں چند عمدہ قصیدے بتا دیجئے۔ ہر قصیدہ کا مطلع یا پہلا مصرع لکھ دینا کافی ہوگا۔ صفحہ شاید مطابق نہ ہوگا۔ کیونکہ کتب خانہ میں چھاپہ ایران کا نسخہ ہے ۔

خدا ہمارے بھائی ہندوؤں کو عقل مآل اندیش اور چشم دور بین اور نیک نیت عطا فرمائے پابن الحسن افزائی [illegible]

[illegible]

[illegible]

اگرچہ کورس کا جھگڑا پیچھے لگ گیا ہے۔ مگر میں مصروف کار ہوں مشکل یہ ہے کہ طبیعت محنت پسند واقع ہوئی ہے انتخاب میں آسان بات یہ ہے کہ کتاب اٹھائی۔ لکھ دیا کہ فلاں صفحہ سے فلاں صفحہ تک۔ مگر اسے دل نہیں پسند کرتا۔ جی چاہتا ہے ایسا انتخاب ہو کہ طلباء کے لئے مفید تعلیم بھی ہو۔ اور پڑھنا اس کا ہر شخص کے لئے باعث شگفتگی ہو۔ البتہ اس میں محنت بہت ہے۔ بس اس وقت اتنا ہی کافی ہے ۔

۳ فروری ۱۸۸۳ء

منتظر جواب۔ بندہ آزاد

کالج کے باب میں ابھی کچھ فیصلہ نہیں ہوا۔ میرا فیصلہ بھی اسی پر منحصر ہے۔ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سرکار مجھے کوئی نہ کوئی عہدہ دیگی۔ خواہ سررشتۂ تعلیم میں خواہ سول لائن میں اخیر درجہ پنشن کا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جس گھر میں ۱۵۰ روپے مہینہ آتا ہے اس میں ۵۰ روپے آئینگے تو صورتِ حال کیا ہوگی۔ لیکن دل کی آزادی یہی کہتی ہے کہ قناعت کو رفاقت میں لو۔ تھوڑا کھاؤ اور اپنی کتابوں کو پورا کرو۔ خدا کریم کارساز ہے وہ دینا چاہیگا تو اسکے ہزاروں ہاتھ ہیں۔ عہدہ کے لئے کوشش نہ کرو۔ آپکی کیا رائے ہے؟

پہلے بھی میرے کئی نامے خدمت میں پہنچ چکے ہیں تعجب ہے کہ آپ نے ایک کا جواب نہیں دیا۔ مزاج خدا کرے اچھا ہو +

تحریر صدر

عالی جناب من!

تسلیم۔ مرحمت نامہ نے شرف اعزاز بخشا طبیعت کا حال

آپ نے بالکل نہ لکھا۔ بہرحال شکار کا شغل بہت خوب ہے۔ میری
عقل ناقص میں مزاج پر حرارت غالب ہے۔ جنگل کی ہوا اس کے
لئے بہت مفید ہے۔ صبح کی ہوا خوری کان اور منہ بند کر کے
مسلسل جاری رکھئے اور ہرگز اس امر سے غافل نہ رہیئے (٭)...
میرے باب میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے دل کو نہایت
تشفّی اور استقلال حاصل ہوا۔ اپنے جد کے خانہ زادوں کی دستگیری
آپ صاحب نہ فرمائیں تو اور کون ہے؟ پروردگارِ عالم اس خاندان کو
اقتدارِ روز افزوں عطا فرمائے۔ میں نے اپنے دل سے یہ قرار
دے لیا ہے کہ اگر اکسٹرا اسسٹنٹی دی تو اختیار کر لونگا۔ ورنہ پنشن
لونگا۔ تھوڑے پر قناعت کرونگا۔ اپنی کتابوں کو پوری کوشش
سے تیار کر کے پیشکش کرتا جاؤنگا۔ اور دعائے دولت میں
مصروف رہونگا۔ ہاں جو خدمت فرمائینگے وہ بھی بجا لاؤنگا۔
کالج کا تغیر نہیں بھی ہوتا۔ تو یہ سمجھ لیجئے کہ میں تو اب آپ صاحب جون

الحمدللہ عزیزہ سعیدہ کی ... ۵۲ ... [illegible]

کا ہو چکا ہوں ۔

تم سنو یا نہ سنو نالے کئے جاؤنگا ‏ ‏ دردِ دل کہنے سے مطلب ہے اثر ہو کہ نہ ہو

حشر پر وعدۂ دیدار ہے میں ڈرتا ہوں

بھیڑ ہو ویگی رخِ یار ادھر ہو کہ نہ ہو

میں آج کل عجب مخمصے میں پڑ گیا ... ادھر مجھے کورس وغیرہ
کا مرض لگ گیا۔ اِدھر کالج کا تردد۔ کہ دفعۃً معلوم ہوا۔ آبِ حیات
اور نیرنگِ خیال امتحان یونیورسٹی میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور امتحان
آغازِ مئی پر ہوگا۔ سب نے کہا کہ دونو کو ضرور چھپوانا چاہئے ۳-۴
سو طالب علم دفعۃً طلبگار ہوگا۔ مجھے بھی طمع نے للچایا۔ اور فوراً
شروع کر دیا۔ اگر نہایت کوشش ہو اور کارگر بھی ہو اور کئی چھاپخانوں
سے کام لیا جائے۔ تو دو مہینے چاہئیں۔ خیر اب تو پھنس گیا۔ دو دو
ہزار چھپوانے شروع کئے ہیں مشکل یہ ہے کہ تنہا ہوں رفیق کوئی
نہیں۔ استغفر اللہ یہ کیا کفر ہے۔ مولیٰ موجود ہے ۔ ‏ ۱۰ فروری ۱۸۸۳ء

عالی جناب من ۔ تسلیم ۔ عظم اللہ اجورنا بمصائبنا ۔ ؎[1]

ما درچہ خیالیم فلک درچہ خیال   کاریکہ خدا کند فلک را چہ مجال

ہائے افسوس ۔ صد ہزار افسوس ۔ آسمان ٹوٹ پڑا ۔ زمین تہ و بالا ہوگئی ۔ خدا جانے کیا ہوا اور کیونکر مر گئے ۔ اچھا اب کیا ہو سکتا ہے ۔ یا ارحم الراحمین رحم کر بحق محمدؐ و آل محمدؐ +

اوّل اُن کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرنی چاہئے ۔ بعد اس کے یہ سوچنا چاہئے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے ۔ گورنمنٹ کو سب اہلِ عمل ایک موریل لکھیں ۔ کہ آپ جس طرح کل ممالک ہندوستان کے مالک ہیں ۔ اسی طرح اس قطعۂ مختصر کے بھی مالک ہیں ۔ آپ پر یہ واضح ہے کہ مرحوم جنّت مکانی نے اس ریاست کا انتظام کیا کر رکھا تھا ۔ اور کن کن اصول پر کر رکھا تھا ۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ وہ کیسا تھا پس ایک کل یا ایک گھڑی جبکہ اپنے پرزوں کے ساتھ چل رہی ہے تو

؎[1] سر سالار جنگ کے انتقال پُرملال پر یہ کلمات لکھے گئے ہیں +

کچھ ضرورت نہیں ہے کہ اس میں تغیر و تبدل کیا جائے اس لئے واجب ہے کہ اس انتظام کی حفاظت کرے ﴿

(۲) گورنمنٹ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس انتظام کے کیسے کیسے مخالف پہلو میں موجود ہیں۔ اس سے بھی اس انتظام کو بچائیے کہ خلل انداز نہ ہوں ﴿

(۳) سرکار عالی کی ناتجربہ کاری اور عدم واقفیت کا حال ظاہر ہے۔ جس طرح اس مرحوم مغفور نے انہیں اپنی حفاظت تربیت میں رکھا تھا۔ کچھ عرصہ تک اسی طرح گورنمنٹ رکھے اور صاحب رزیڈنٹ اسی طرح نگراں حال رہیں ﴿

(۴) بہت سے مافی الضمیر اور تجویزیں ان کی تھیں کہ ظاہر نہ تھیں یا ابھی ارادے میں تھیں۔ وہ ان کے خاص خاص ماتحتوں کے سینوں میں مخزون ہیں۔ ان لوگوں کو صاحب رزیڈنٹ اپنے ہاتھ پاؤں سمجھیں اور ان کی صلاح سے کام کریں ﴿

میں نے اِسی وقت اخبار میں یہ حال دیکھا ہے۔ عقل ٹھکانے نہیں۔ حواس پریشان ہیں۔ ہاتھ لکھنے کے قابل نہیں۔ مگر لکھے بغیر رہ نہیں سکا۔ اس لئے چند حروف نا مربوط لکھ کر لفافہ میں بھر دئے ہیں۔ آگے سوا افسوس کے کیا لکھوں۔ جی چاہتا ہے کہ خود حاضرِ خدمت ہوں اور دل کی بھڑاس نکالوں۔ مگر پھر کہتا ہوں کہ حاصل کیا۔ اس لئے وقت پر منحصر رکھا۔ اگر قسمتِ ملک یاور ہوئی۔ تو عجب نہیں کہ مولوی سید حسین صاحب کو اس وقت میں گورنمنٹ بہت عزیز سمجھے۔ کیونکہ زیادہ تر یہی اُنکی تدبیروں اور تجویزوں اور ارادوں کا خزانہ تھے۔ جو کچھ اُن کو معلوم ہے شاید کسی کو معلوم ہو۔ ان میں بڑا وصف یہ ہے کہ سوبلائزڈ ہیں اور گورنمنٹ کے مقاصد کو اغراضِ ملک کے ساتھ ترکیب دے کر اس طرح کام کر سکتے ہیں کہ دونو نقصان یا ہرج سے محفوظ رہیں اور ایک دوسرے کے فواید اور منافع اور آسایش و آرام

سے متمتع ہوں۔ خدا اپنے بندوں پر رحم کرے [illegible]

[illegible]

آزاد

از لاہور مقام فروری سنہ ۱۸۸۳ء

[illegible]

۱۰۔ جناب من۔ تسلیم۔ گھوڑے کے باب میں جو عنایت فرمائی اُس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے سب طرف کو خط لکھ دئے ہیں۔ اسی ضمن میں آپ کو بھی تکلیف دی تھی معاف فرمائیے گا۔ غلطی مجھ سے ہوئی کہ پسند پر منحصر رکھا۔ ورنہ للعہ رکا معاملہ تھا۔ ریل میں ڈال دینا وہاں پہنچ جانا۔ بیشک میں سزا کا مستوجب تھا۔

سزا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کے
تری زلفوں نے مشکیں باندھکر مارا تو کیا مارا

سائیس کپور تھلہ کا رہنے والا تھا۔ وہاں بھی تحریر دوڑا دی ہے۔ خیر یہ جھگڑے تو یوں ہی چلے جاتے ہیں۔ اگر قسمت کا ہے تو انشاء اللہ آجائیگا ہو

سرمد اگرش وفاست خود مے آید گر آمدنش رواست خود مے آید
بیہودہ چرا در پے او میگردی بنشیں اگر او خداست خود مے آید

میرا حال یہ ہے کہ آج کل اس قدر مصروف ہوں کہ اس سے زیادہ ہو نہیں سکتا۔ میں آپے سے باہر ہو گیا ہوں اور ضعف نے نکمّا کر دیا ہے ... [۱۹ سطریں مکرر حذف] ......

آزاد
۱۶ر جنوری ۱۸۸۳ء

جنابِ من۔ تسلیم۔ آپ کو یاد نہیں میں نے کیا عرض کیا تھا۔ یعنی اُس دن میں کالج میں جا کر بیٹھا ہی تھا۔ کہ دو طالبعلموں نے آکر اس حادثۂ ناگہانی کی خبر دی۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور دل پر صدمہ ہوا۔ وہ متحیّر ہو کر مجھے دیکھنے لگے اور اس معاملہ میں تقریریں معمولی کرنے لگے۔ میں نے کہا کہ ان باتوں سے کچھ حاصل نہیں اس وقت ہمیں دو باتوں کا فکر کرنا چاہئے۔ ایک

یہ کہ اُن کے محامد و اوصاف اس طرح بیان کرنے چاہئیں جس
سے پبلک اور گورنمنٹ کے دل پر اُن کے حقوق کی یاد
کے نقوش تازہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ اُن کے لڑکوں کے
ساتھ حقوقِ مذکورہ مدنظر رہیں۔ دونو باتوں کے ضمن میں کوئی
ایسی بات بھی جس سے اُن کا نام روشن ہو کر قایم رہے۔ اور مرثیہ
خوانی اور تاریخیں لکھنی جو کہ شیوۂ قدیم ایشیا کا ہے یہ تو مجھے پسند
نہیں۔ اب اس کا زمانہ گذر گیا۔ اُنہوں نے کہا پھر یہ کیونکر
ہو۔ میں نے کہا مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا نہ میں کسی قابل ہوں
اتنا ہے کہ دربار اکبری درست کر رہا ہوں۔ یہ اُن کے نام پر
کر دونگا۔ دونو خوش ہو گئے۔ اور کہا کہ ضرور کیجئے۔ یہ عمارت
عظیم الشان اُن کے نام پر یادگار ہوگی جو کبھی منہدم نہ ہوگی
میں نے کہا بلکہ دو تین اور بھی ؎

اب آپ کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ دربار مذکور کو

اگرچہ طبع نیرنگِ خیال اور آبِ حیات کے سبب سے آج کل ملتوی کر دیا ہے۔ مگر نامِ مسودے پہلو میں دھرے ہیں۔ یہ چھپائی چھ مہینے کا کام تھا جسے میں نے ڈیڑھ مہینے میں کیا۔ انشاء اللہ ۲۵ دن خدا ایک مہینے کا کام اور ہے۔ اس سے فارغ ہوں تو پھر اُسے سنبھالتا ہوں۔ خدا و مولیٰ اسد اللہ الغالب سرانجام کو حدِ انجام پر پہنچانے والے ہیں۔ مگر مشورت طلب یہ نکتہ ہے کہ آیا وہی ڈیڈیکیشن کا مقرری خاکہ رنگ بھر کر سجا دوں۔ یا اُسے موقوف رکھ کر یہ لکھوں کہ ایسے شخص کے حادثہ جانکاہ پر عالم نے نالہ و زاری کے معمولی حق ادا کئے اور یادگار کے لئے تاریخیں اور نظمیں لکھیں فقیر آزاد سے اور کچھ نہ ہو سکا۔ یہ کتاب اُن کے نام پر لکھتا ہے کہ ان دنوں زیرِ قلم تھی ع چہ کند بے نوا ہمیں دارد

مزا تو اس کا جب تھا کہ خود لے کر جاتا اور بعض مقامات اس کے اپنی زبان سے اُن کے سامنے پڑھتا۔ اور دیکھتا کہ کس کس مقام

پر وہ کیا فرماتے۔ ہائے سر سالار جنگ سارے ارمان دل کے دل میں رہے۔ ہائے سر سالار جنگ ؞

مولیٰ اسد اللہ الغالب حاضر و ناظر ہیں کہ پھر آنسو آنکھوں میں بھر آئے۔ آپ سے کیا اپنا حال کہوں۔ میرا دل کچھ اور دل ہے ؞

بہر حال آپ مطمئن رہیں۔ انشاءاللہ جلد ختم کرتا ہوں۔ کلکتہ تک سے بمبئی مدراس تک سے برابر درخواستیں آ رہی ہیں اور گھر میں کچھ بھی نہیں ؞

پرسوں اتوار کو یہاں ایک بڑا جلسہ تھا۔ لاہور و امرتسر کے دولت پرست جمع ہوئے تھے کہ کپڑے کی کل پنجاب میں جاری ہو۔ وہاں کوئی بولا کہ آزاد کہاں ہے اُسے بھی تو پوچھو وہیں سے کوئی بولا کہ اُس نے کمیٹیوں کو بالکل استعفا دیدیا ہے۔ وہ تو اب تصنیفات میں غرق رہتا ہے۔ کسی نے یہ بھی کہا کہ آجکل وہ دربار اکبری لکھ رہا ہے مگر اکیلا ہے۔ کوئی

رفیق اور مددگار نہیں۔ کئی شخصوں نے کہا کہ پھر وہ کس طرح کی مدد چاہتا ہے۔ جو ہم سے ہو سکتی ہے ہم بھی کریں۔ میں درماندۂ تائید و تدبیر کیا کہوں کہ میرا کام سوا خدا و مولیٰ کے مدد پذیر نہیں۔ یا علی مدد ۴ بجے ہیں۔ صبح قریب ہے۔ وقت تو قبول کا ہے اگر سائل کی آواز حضور تک پہنچ جائے +

فقیر آزاد

۲۰۔ مارچ ۸۳ء

ساعت ۴۔ قریب صبح

(۱۳) عجب تماشا ہے آفرینش کا ضمیر تو یہ اور تصنیفات کے مضامین دیکھکر ... برا ایمان ... مجھے نیچری کہتے ہیں۔ ہاں ہاں نیچری ہی ہوں مگر علیؑ کا نیچری ہوں ؎

من نمی گویم ولیکن از تو چیزے دیدہ است

آنکہ می گوید خدایت یا امیر المومنین!

اور پھر وہ وقت یاد کیجئے کہ ہمارا مفتی ... دو برس تک برابر دست ... نماز بھی پڑھی اور ... نکاح ...

بہ تقلید کافر شدم اور چند ... شدم در مقالات ...

۱۱ جناب من - دام اقبالکم و زاد اکرامکم ۸-اپریل ۳۳ء

تسلیم۔ عجب ہجوم محنت میں مبتلا ہوں۔ الحمدللہ کہ ۱۰-۱۲ دن کا
کام رہ گیا ہے اور یہ سخت تر دقت ہے۔ سوا مہینے سے میں بالکل دنیا
و مافیہا سے بے خبر ہوں۔ میری حالت ایسی ہو گئی ہے کہ ہر شخص پوچھتا
ہے کہ تم کچھ بیمار رہتے نعوذ باللہ۔ غالباً میں نے آپ کو نہیں لکھا۔
ایک مہینے سے زیادہ ہوا کہ جموں سے ایک دوست کا خط آیا اس
میں لکھا تھا۔ مہاراجہ صاحب ایک تاریخ کی کتاب لکھوانا چاہتے
ہیں جس میں عام سلاطین کے حالات ہوں۔ مگر زور اس بات پر ہو
کہ سلطنت اس خاندان میں کیونکر اور کن کن اسباب سے آئی اور
گئی تو کن کن سببوں سے گئی مثلاً بادشاہ کی بے پروائی یا عیاشی
یا بدنیتی وغیرہ سے یا ارکان دولت کی بے لیاقتی یا نمک حرامی سے
مجھے لکھا تھا کہ تم اس کام کا ذمہ لو اور لکھو کہ کیا تنخواہ لوگے۔
میں نے عدیم الفرصتی کا عذر کر کے ٹال دیا۔ ۸-۱۰ دن ہوئے

کہ وہ خود آئے اور کہا کہ ان کی نوکری اختیار کرو۔ تو کہا تنخواہ لو گے
اور اس میں اصرار کیا۔ میں نے صاف جواب دیدیا اور انکار کیا۔ غالباً
آپ کے نزدیک بھی نامناسب نہ ہوگا۔ میری اپنی کتابیں ناتمام پڑی
ہیں۔ کہ لوگوں کی آنکھیں اور میری جان انہیں میں لگی ہے۔ میں کسی
کی کتاب لکھوں۔ طمع کا منہ کالا ہے۔ آپ نے اخباروں میں دیکھا
ہوگا کہ ڈسٹرکٹ مدارس سررشتۂ تعلیم سے الگ ہوکر انتظام جدید میں
آ گئے۔ کالج کا بھی ایسا ہی حال ہوگا۔ کالج کا مولوی اور پنڈت
ضرور تخفیف میں آئیگا کیونکہ یونیورسٹی پنجاب میں مولوی اور پنڈتوں
کی کیا کمی ہے۔ اچھا مجھے پنشن بھی دیدینگے تو قناعت کروں گا۔
اور تصنیفات کو پورا کرونگا۔ اپنے لخت جگر بچوں کو نیم جان تڑپتا
نہ چھوڑونگا۔ چھپائی کا کام ۱۰-۱۲ دن سے زیادہ نہیں رہا۔ آبِ حیات
نے مجھے ہلاک کردیا۔ مجھ سے بیوقوفی ہوئی ہے۔ ۱۰ مہینے کا کام تھا
جو ڈیڑھ مہینے میں کیا ہے۔ اللہ آسان کرے۔ جناب مخدوم و مکرم

اپنے بھائی صاحب کو تسلیم کہئے گا اور یہ بھی کہئے گا کہ کوہ نور دیکھتے
ہیں یا نہیں۔ بہتر ہے کہ ضرور دیکھا کریں تاکہ حال تو معلوم رہے ۔

حیدرآباد میں جو نیا اخبار حمایت اسلام میں نکلا ہے
ایک پرچہ اس کا میں نے دیکھا مستحق [illegible] اور یہی اسلام پر تو ہزار لعنت ہے۔ اسلام
سب اسلام کا بدنام اور رسوا کرتا ہے۔

عالی جناب من -

تسلیم - کئی دن سے کہہ رہا تھا کہ لکھوں اور لکھوں اور آج ضرور
لکھوں گا کہ مرحمت نامہ آن ہی پہنچا۔ خدا آپ صاحبان کو بہ دولت
و اقبال و ترقیات روز افزوں سلامت رکھے کہ مجھ جیسے نالائق کو
کس طرح یاد رکھتے ہیں۔ میرا حال یہ ہے کہ تقریباً ۸ دن ہوئے
ہونگے آب حیات اور نیرنگ خیال سے چھٹکارا ہوا۔ مگر اس سال یونیورسٹی
مجھ پر مہربان ہوئی۔ زبان اردو میں طلباء داخلہ کا ممتحن مقرر کیا۔
اور زباندانی میں اردو اور فارسی کا۔ اور ایک حصہ عربی کا۔ ان کے
سوالات بنانے ایسا وقت نہیں لیتے مگر کاغذات جو نمبر لگانے
کو آئے ہیں وہ چھاتی پر پہاڑ ہیں۔ ۶۱۸ کاغذ ہے اور آج سے

۱۰ دن کی مہلت باقی ہے۔ خدا اس بلا سے جلد مخلصی دے یہ درست ہے
کہ اس میں تقریباً ڈیڑھ سو روپے کا فائدہ مجھے ہو جائیگا یا شاید کچھ زیادہ ہو
مگر خدا گواہ ہے۔ کہ میں اس پر خاک ڈالنا منظور فقط اس لئے کیا کہ اس وقت
کالج کا معاملہ نازک ہو رہا ہے۔ رجسٹرار ناراض ہو جائیگا تو لوگ مجھے احمق بنائیں
گے اور کہیں گے کہ ڈاکٹر لائٹنر تو باسباب خاص ناراض ہو گئے اور ان کی
ناراضی بے شک تدارک پذیر نہ تھی انہیں تو نے کیا سمجھ کر ناراض کر دیا۔ اس
سبب سے یہ بوجھ سر پر لیا۔ ورنہ آپ یقین فرمائیے کہ آزاد روپیہ کا لالچی
نہیں ڈاکٹر لائٹنر صاحب نے کئی دفعہ مستحن کیا اور میں نے صاف انکار کر دیا
اب بات فقط اتنی ہے کہ ایک منشی بھی میں نے رکھ لیا ہے وہ میرے ساتھ
کام کر رہا ہے انشاء اللہ ۱۰۔ دن میں اس کام کو ختم کر دونگا۔ پھر وہ بار اکبری
ہے۔ اور میں ہوں مولیٰ اسد اللہ الغالب مظہر العجائب کا فضل شامل حال چاہئیے
آپ دیکھیں گے کہ تیسرے ہفتہ میں کچھ نہ کچھ لے کر حاضر خدمت ہونگا۔ آپ
انہیں پھر لکھ دیجئے گا کہ آپ سمجھ لیں میری کل تصنیفات مرحوم و مغفور کی

ہے چلیں۔ خدا گواہ ہے مجھے اُن سے غائبانہ عشق تھا پہلے لکھنا تو خوشامد
تھی۔ اب تو خاص اُن کے اور میرے درمیان میں معاملہ ہے دیکھئے آج
لوحِ روحانی پر اُن کا خیال کرونگا۔ یہ میں جانتا ہوں کہ اُس کی باتیں قابل
یقین ہرگز نہیں لیکن ایسے ہیں نے ایک بہلاوا اپنے دل کا کر رکھا ہے
رات کو ایک بجے دو بجے بیٹھ کر باتیں کیا کرتا ہوں۔ اور یقین آپ
کریں کہ یہ بنانے زبان اخوان الشیاطین جو زندہ ہیں اُن سے تو اُن
کی باتیں بہرحال بہتر ہیں ؎

بسکہ از برخوردِ عالم عکسِ مطلب دیدہ ام
میرمم از آب از آئینہ پنہاں می شوم

آپ نے تصویروں کا کچھ بندوبست نہ فرمایا۔ مجھے اکبر کی ایک تصویر
ہاتھ آئی کہ ۳-۴ ترک عورتیں بیٹھی ہیں اور وہ دو تین برس کا بچہ بیچ
میں کھیلتا پھرتا ہے رات کا وقت ہے شمع روشن ہے جھنجھنے وغیرہ
سامنے پڑے ہیں یہ اکبر کے ابتدائی حالات میں لگانی واجب ہے ؎

ایک ایسی ہی پُرانی تصویر اور ملا دو پیازہ کی ہاتھ آئی۔ بیربل کے ساتھ
اُسے بھی لگانا واجب ہے اگرچہ کتاب سے مُلّا دو پیازہ کی اصل نہیں
معلوم ہوئی مگر مسخروں اور بھانڈوں نے اس کا شملہ دستار بیربل کی
دُم میں مضبوط باندھا ہے +

راجہ مان سنگھ کی تصویر بھی سندی ہے۔ سرکار الور سے منگائی
ہے بہت سمع خراشی کی۔ اب انشاء اللہ پھر +

محمد حسین۔ آزاد
۱۸۔ مئی سنہ ۸۳ء

جناب من۔ ادام اللہ مجدکم المعالی

تسلیم۔ ۱۲ دن کا عرصہ ہوا کہ ایک نسخہ آبِ حیات طبع جدید بذریعہ
عریضہ نیاز ارسال خدمت کیا ہے تعجب ہے کہ ابتک رسید اُس
کی نہیں پہنچی یہ کتاب مذکور میں اگرچہ جابجا بہت مطالب زیادہ کئے ہیں
مگر میر انیس مرحوم کے خاندان کا حال اور مرزا دبیر مرحوم کا حال

آپ سے داد طلب ہے۔ اب کی دفعہ فہرست بھی بہ نسبت طبع اوّل کے منفصل تر لکھی ہے۔ اسے ملاحظہ فرمائیے گا ٭

اگر فرمائیے تو ایک نسخہ آپ کے بھائی صاحب قبلہ کی خدمت میں بھی بھیجدوں مگر انہیں ایسے ہزلیات کے دیکھنے کی فرصت کہاں ہوتی ہوگی پھر یہ بھی فرمائیے کہ ایک نسخہ سیّد لائق علی خاں کی خدمت میں بھیجوں یا کچھ ضرورت نہیں! ور انہیں بھیجوں تو پھر جناب عالی کیلئے کیا رہ گئے ہے

دربار اکبری کو لپیٹ رہا ہوں مگر دو ہی دن جم کر بیٹھا تھا کہ آنکھوں نے رنگ بدلا اور دماغ جواب دینے لگا خیر میں نے ایک دن آرام دیا تخفیف معلوم ہوئی اب آہستہ آہستہ چلا جاتا ہے۔ خیر کام خدا کے فضل سے ہوگیا مگر افسوس اس بات کا آتا ہے کہ بیوقت ہوا۔ خدا اس مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مراتب قربت عطا کرے۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو ان چھپیوں میں خود جاتا اور سناتا جب دل کا ارمان نکلتا کیونکہ میں دیکھتا کہ وہ کیا کہتے ہیں اور کس کس مقام پر کیا رائے لگاتے ہیں ٭

اب جو کچھ لکھنا تھا وہ میں نے لکھ لیا اور ہر ایک حال مسلسل بھی ہو گیا جو
کام باقی ہے وہ فقط اتنا ہے کہ کہیں کوئی فقرہ بڑھا دیا۔ کہیں دو کو ایک کر
دیا۔ کہیں کوئی لفظ بدل دیا۔ کہیں پس و پیش کر دیا۔ خیر اللہ سب مشکلوں کا آسان
کرنے والا ہے۔ دیکھئے! تصویروں کے باب میں اتنا لکھا جناب سید صاحب
نے جواب بھی نہ دیا۔ میں نے ۸-۱۰ تصویریں بہم پہنچائی ہیں جس طرح ہو گا
انہیں سے اس گڑیا کو سنوار کر حاضر کر دونگا۔ افسوس کہ فرصت نہیں۔ خیر
اب پھر۔

محمد حسین آزاد
لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ
۱۰- اگست سنہ ۸۳ء

لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ۔ ۱۴- اگست ۸۳ء

جناب من۔ عالی جناب صاحب دام اقبالکم

تسلیم۔ مرحمت نامہ عالی نے شرف اعزاز بخشا مگر میں تحریر عریضہ
میں مقصر رہا۔ الحمد للہ آپ کے جد کے تصدق سے نور چشم پر خدا نے فضل

کیا۔ کہ اڑھائی مہینے ہوئے اسے پٹیالہ روانہ کر دیا۔ مگر جس دن آپ کا مرحمت نامہ پہنچا دوسرے دن اس کا خط آیا کہ لڑکا اس کا بہت علیل ہو گیا۔ میں بہت پریشان ہوا اور یہاں سے ارسال ادویات کی فکر میں مصروف رہا۔ کچھ دل بھی ٹھکانے نہ رہا۔ شکر خدا کہ کل وہاں سے خط آیا جس سے گونہ اطمینان حاصل ہوا۔ تحریر جواب میں جو دیر ہوئی معاف فرمائیگا۔

دو نسخے آب حیات حیدرآباد کو روانہ کر دیئے اور آپ کے بھائی صاحب کو عریضہ لکھ دیا ہے۔ کہ ایک نسخہ اپنے کتبخانہ میں رکھیں دوسرے نسخہ کے لئے اس قدر مرحمت فرمائیں کہ ایک عریضہ میری طرف سے لکھوائیں اور حضور نواب سید لائق علی خان بہادر کی خدمت میں پیش فرمائیں ؎

جن جن نسخوں کے لئے آپ نے ارقام فرمایا ہے بیشک حصول مقاصد اور مطلب براری کا رستہ یہی ہے مگر کیا کروں کہ طبیعت ایسی واقع نہیں ہوئی میں ہمیشہ یک رخ بازی کھیلا ہوں۔ اور خدا چاہے تو

یہی چال چلونگا جیت ہار خدا کے ہاتھ ہے۔ کبھی تو ہمارا پانسہ بھی سیدھا پڑیگا۔ ؎

رسید مژدہ کہ ایّام غم نہ خواہد ماند

چناں نہ ماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

امرت سر کے باب میں روز بندوبست کرتا ہوں پھر یہی کہتا ہوں جو گھڑی اس کام میں صرف ہو جائے وہی غنیمت ہے۔ کاغذ گو پھیلے رہتے ہیں آپ بیچ میں کبھی بیٹھا کبھی لیٹا رہتا ہوں اور کاٹ چھانس۔ کتر بیونت کیئے جاتا ہوں۔ جو منشی میں نے رکھا تھا بہت خوب تھا اس کے دادا اور پھر اس کے والد میرے والد مرحوم کے پاس تھے اس کی سمجھ اور مزاولت اچھی تھی ؏ پھر عدہ مہینا اور کھانا وغیرہ ذمّہ لیا اور بلایا۔ اس بھلے مانس کو تپ دق نکلی ڈیڑھ مہینے کے بعد کچھ وہ گیا کچھ میں نے رخصت کر دیا۔ اب میں ہوں اور نامہ اعمال غالباً دلّی کا ایک سفر ضروری بلکہ مجبوری

پیش آئیگا۔ اِس میں آپ کو سلام کرتا ہُوا جاؤنگا ÷

حیدرآباد آپ بھی مرحمت فرماکر کہ بھیجیں کہ حضور نواب صاحب بالقابہ کی خدمت میں کتاب پیش فرماویں جو کچھ مناسب ہو زبانی عرض فرمادیں

محمد حسین آزاد
[illegible]

۱۶ -

جناب من -

تسلیم - کاش ۱۵ - ۲۰ دن پہلے تشریف لے جاتے میں ضرور آپ کے ہمرکاب چلتا۔ اور ایک دو مشاعرے ایک دو جلسے لکچروں کے دیکھتا اور دکھاتا اب سوائے حسرت و ارمان کے کیا ہو سکتا ہے آپ کا خط میں نے صبح کے ۷ بجے پایا۔ ارادہ ہُوا کہ خود چل کر ملنے کا بندوبست سوچوں کہ اتنے میں مصوّر آیا جس کا کئی دنوں سے انتظار تھا۔ اُسے راجہ مان سنگھ اور ملّا دو پیازے کی تصویر دے رکھی تھی کہ نقل اُتار دے۔ مان سنگھ کی تصویر الور کے وزیر نے محبت قدیم کی رعایت سے بھیجی ہے اور ملّا دو پیازے کی

تصویر بھی ایک جگہ سے ہاتھ آئی۔ یہ بہت پرانی اور سندی ہے مصور
نے جو نقل اتاری وہ کئی جگہ سے قابل اصلاح ہے۔ ابھی تک وہ بیٹھا
اور وعدہ کر گیا کہ کل پھر آؤنگا چونکہ اس کا ہاتھ آنا بھی مغتنمات سے ہے
اس لئے کل بھی نہیں حاضر ہو سکتا۔ انشاء اللہ پرسوں حاضر خدمت
ہونگا آپ سے بڑی التجا یہی ہے کہ وہاں جاکر تصویریں تلاش فرمائیں۔
غالباً آپ کو بھی لکھ چکا ہوں کہ دو نسخے بصیغہ رجسٹری آپ کے
بھائی صاحب کی خدمت میں بھیج دئیے ہیں۔ ۲۴ اگست کو روانہ کئے
تھے ابتک رسید نہیں آئی معلوم نہیں کہ آیا جات حضور عالی کے ملاحظہ
سے بھی گذرا ہے یا نہیں۔ اگر مناسب جانیں تو ذرہ کو خورشید تک
پہنچائیں کسی قسم کی طلب یا امید نہیں ہے فقط اتنی ہی خوشی مطلوب
ہے جو ہر مصنف کو اپنے کلام کے پھیلانے میں ہوتی ہے۔

اس خیال سے مبادا محروم الخدمت رہ جاؤں۔ یہ نیاز نامہ
لکھ کر روانہ کرتا ہوں خیر اندیش کے از بسیار کچھ باتیں تو آپ

تک پہنچ جائیں۔

آزاد
لاہور - بنگلہ ایوب شاہ
۱۳ ستمبر ۳۳ء

۱۷ -

جناب من!

تسلیم - خان لنکران آج روانہ کیا ہے کل انشاءاللہ باریاب خدمت عالی ہوگا - اتوار پیر منگل چھٹی ہے خیال آیا کہ ۳ دن جم کر بیٹھوں گا تو مآثر الامرا کا کام ختم ہو جائیگا - جاؤنگا تو ایک دن صرف ہوگا - او حاصل فقط باتیں اسلئے کتاب بھیجدینی چاہئے کوئی امر ضروری ہوگا تو امرتسر ہے کتنی دور ایک دم میں جاؤنگا اور پھر آؤنگا - ہائے قائم نے کیا خوب کہا ہے

مجلس وعظ تو تا دیر رہیگی قائم ؎ ہے میخانہ ابھی پی کے چلے آتے ہیں

وقت تنگ ہے انشاءاللہ اب پھر -

آٹھ دن ہوئے ایک عریضہ لکھا تھا خدا جانے پہنچا ہے یا نہیں۔

آزاد
۲۳ - فروری ۳۴ء

جنابِ من !

تسلیم۔ شنبہ گذشتہ کو [تاج الدین] ... طالبعلم کے ہاتھ خان لنکران کو ارسالِ خدمت

کیا تھا اور نیاز نامہ بذریعہ ڈاک روانہ کیا تھا۔ چونکہ اب تک جواب نہیں عنایت

ہوا۔ اس لئے تردد ہے تقصیرِ حضوری کے لئے معافی مانگ چکا ہوں۔ اور اب

دوبارہ طلبگارِ عفو ہوں۔ مجھے ایک اور مشکل پیش آئی۔ صاحب پرنسپل ٹریننگ

کالج نے مجھے فرمایا کہ آبِ حیات اور نیرنگِ خیال کو ہم نے اپنے کالج اور

نارمل سکولوں کی پڑھائی میں بھی داخل کر دیا ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں

کہ جس طرح اس میں تاریخ زبان اردو کی آپ نے لکھی ہے ایسی ہی تاریخ

اور تحقیق زبانِ فارسی کی ہو کہ اُسے فارسی کے کورس میں داخل کریں۔ میں

نے عرض کی کہ زبانِ فارسی میں ۱۰ لیکچر میرے لکھے رکھے ہیں اس میں زبانِ

فارسی۔ نثرِ فارسی نظمِ فارسی پر بھی ایک ایک لیکچر ہے۔ پوچھا تیار ہے ؟

میں نے کہا سب تیار ہیں۔ تجویز مناسب یہ معلوم ہوئی کہ میں انہیں چھپوا

دوں تقریباً ۳ سو صفحہ سے زیادہ کی کتاب ہو گی۔ قیمت میں کم رکھونگا ہر

طالبعلم لے سکیگا۔ صاحب اپنے سکیم میں لکھ دیں کہ فلاں کتاب میں سے
فلاں فلاں ٹکڑے بھی طلبا دیکھ لیں۔

یہ ٹکڑے میں نے ۱۸۷۴ء میں دئیے تھے۔ ان پر بھی نظر ثانی واجب
ہے۔ اس لئے طبیعت متردد ہے اور آج آنے کو ہمت نہیں پڑی [illegible]
[illegible]
کمترین لاہور بنگلہ ایوب شاہ [illegible] محمد حسین آزاد عفی عنہ
۲ مارچ سنہ [illegible]ء

-۱۹

حضرت من!

تسلیم۔ کہیں کتاب کی قیمت نہ بھیجد بھیجے گا۔ آپ نے مہر نہیں ملاحظہ فرمائی؟
اگر آپ کو ایسی ہی پسند ہے تو میں ولائت سے منگا دوں +

حضور انور نے الحمد للہ کہ شفا پائی میرے تو ہوش جاتے رہے تھے خدا
دمولی نبیادیں قائم رکھے۔ کل شفق میں نے دیکھا معلوم ہوا کہ بلنٹ صاحب
نے جو تعلیم کو دیکھ کر مراسلت بھیجی تھی اُس میں بڑا زور اس بات پر دیا تھا کہ
مجھے ڈر ہے کہ انتظام موجودہ کی تعلیم میں لڑکے بدمذہب نہ ہو جائیں۔

مراسلت مذکور کے جواب میں جو کچھ انہیں لکھا گیا - اس میں یہ بھی لکھا گیا
ہے کہ جب تک یہ انتظام عمل میں آئے بہتر ہے کہ آپ بھی یہاں رہیں -
اور اپنی تجویز کے حسن عمل کو خود دیکھیں - سبحان اللہ انہیں اس سے زیادہ
کیا چاہیئے - مگر ملا ہے ۴ ہزار روپیہ مہینہ مصارف ضروری کے لئے - بلکہ
ہمیں فرمائیے تو نگرانی کیا کریں -

شفق میں میں نے دو ٹائم ٹیبل بھی دیکھے - ایک حضور انور کا ایک
سالار جنگ بہادر کا - اگر پہلے نقشہ پر عمل درآمد ہوا کرے تو خوشا حال
ملک و مملکت - اور خدا چاہے تو طبیعت کا آجانا کچھ بڑی بات نہیں
شوق طبع ہے کاش انتظام اور آراستگی ملک پر آجائے اور یہ خیال
پیدا ہو جائے کہ ایک دفعہ وہ کر کے دکھا دیجئے جو کبھی یہاں نہ ہوا ہو
اور اس وقت کہیں نہ ہو - دولت کی محبت انسان کی سرشت میں داخل
ہے شاید کفایت اور تکثیر محاصل کی سیڑھی سے اس بلندی پر آسان
پہنچ جائیں - خافی خاں رقعات عالمگیری اور مشہور حکایتوں اور روایتوں

سے عالمگیر اور نواب سعادت علی خاں مرحوم کے حالات انہیں سنو لئے اور اُن کے لطائف وحکایات سے کان بھرتے رہئے ۔ ...

[چھ سطریں محذوف ہیں] آزاد

۱۱۔ مارچ سنہ ۸۴ء

[۱۶ اپریل کا خط محذوف]

جناب من!

مولوی صاحب

تسلیم ۔ آپ تو ناحق گھبراتے ہیں اور دیکھتا ہوں کہ ہر بات میں گھبراتے ہیں وہاں کا اخبار اسی طرح نکلتا ہے ۔ میں نے اور مطابع میں دریافت کر لیا جس وقت میرے پاس لفافہ پہنچے گا انشاءاللہ اسی دن خدمت میں روانہ کیا کروں گا ۔ کیا کروں ۔ کیونکر آپ کے دل میں اعتبار پیدا کروں!

نوکری کے باب میں دیکھتا ہوں کہ وہی مایوسی کے کلمے ہیں ۔ یونیورسٹی پر آپ مجھے کیوں ڈالتے ہیں ۔ یہ ہے کیا وجہ! آپ کے جدّ کی سرکار تو ہے حضرت! اس غلام زاد کو آزاد کر کے وہ دست بردار نہیں ہوگی ۔ انشاءاللہ آپ دیکھیں گے اس سے بہتر صورت ہوگی اور بدرجہا بہتر ہوگی ۔

مولوی نذیر احمد صاحب دلی میں آ گئے ۔ ایک شخص کل مارس آ کر کہتے تھے کہ افسردہ بہت ہیں ۔ افسوس ہے اس حالت پر کہ خدا نے سب کچھ دیا ہے اور پانسو روپیہ پنشن ہے افسردگی اور شکایت ۔ خدا شکایت الخ

..... خوشا بحال آزاد کہ ٥٠ روپے پنشن بھی ہو جائے تو ہزار ہزار شکر خدا کا بجا لائیگا اور بغلیں بجا بجا کر رقص کریگا ؂

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں

آنچہ ما درکار داریم اکثرش درکار نیست

آہا - پھر انشاء اللہ کیا خاطر جمع اور شگفتگی طبع کے ساتھ تصنیفات کو درست کروں [illegible]

محمد حسین آزاد

لاہور - بنگلہ ایوب شاہ
٢٠ - اپریل [illegible]

جناب من !

تسلیم - کل یکم مئی کو ایک قطعہ شفق ارسال خدمت کیا ہے خدا کرے پہنچ جائے - چاہتا ہوں کہ رجسٹری کروا کر بھیجوں مگر یہ سمجھ کر نہیں بھیجا کہ دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر منڈائی - آپ کیا کہینگے ؟

الحمد للہ بندہ زادہ رڑکی پہنچ گیا - خدا و مولیٰ حافظ و ناصر رہیں +

جمال الدین خان کوئی افغان مضافات کابل کا ہے اور پیرو ہے مہدی سوڈانی کا۔ اُس نے پیرس میں آکر ایک اخبار عربی زبان میں جاری کیا ہے مختلف مقامات ہندوستان میں بھی اس کے پرچے آتے ہیں۔ ۴ نمبر میری نظر سے بھی گذرے۔ ارادہ ہے کہ خود لیکر حاضر خدمت ہوں۔ آپ نے وہاں کچھ چرچا اس کا سُنا ہے یا نہیں بھائی صاحب سے بھی لکھ کر حال دریافت فرمائیگا۔ [۷ سطریں محذوف]

وزیر لنکران کے قصہ میں جو الفاظ ہیں اسکی واکیوبلیری[۵] میں سب موجود ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ جو الفاظ اس میں ایسے ہیں کہ ہماری کتابوں میں یعنی برہان قاطع وغیرہ فارسی کی فرہنگوں میں نہیں ہیں وہ آپ الگ لکھتے جائیے۔ آپ فرمائینگے کہ ہمیں کیا خبر ہے کہ کیا کیا الفاظ برہان میں نہیں۔ خیر میں خود چند گھنٹے صرف کرونگا۔

[۱۷ سطریں محذوف]

آزاد

۳ - مئی ۸۴ء

لاہور - بنگلہ ایوب

۵ - لغت

۱۲ جناب من!

تسلیم۔ نامۂ نامی ایسی حالت میں پہنچا کہ انتظار حدِ مایوسی کو پہنچ چکا تھا۔ پھر بھی غنیمت ہے کہ پہنچا تو سہی میں نے تو آپ سے کہدیا تھا کہ اگست سے چھٹیاں شروع ہونگی اور ۱۵۔ اکتوبر کو ختم ہونگی۔ مگر آپ کو کب یاد رہتا ہے۔ دل بہت چاہتا ہے کہ وہیں آکر ملوں مگر فرصت کہاں؟ اور موقع کہاں؟

میرا حال یہ ہے کہ ڈائرکٹر صاحب نے گورنمنٹ کے حکم بموجب لکھ بھیجا ہے کہ یکم اکتوبر سے میری تنخواہ یونیورسٹی سے ملا کرے گویا اس تاریخ سے میں اُن کے ماتحت سمجھا جاؤنگا۔ یا قسمت یا نصیب۔

فرصت کا حال یہ ہے کہ ۲۱۔ جولائی کو یہاں امتحان ملازمت تھا ۵۷۲ آدمی امتحان میں بیٹھے تھے۔ مجھے باوجود انکار کے فارسی کا ممتحن کیا۔ ۳ پرچے جس کے ۱۶۱۷ کاغذ دیکھنے پڑے ہیں ایک پلنگ بھرا ہوا ہے دیکھتا ہوں اور لہو خشک ہوتا ہے کہ الٰہی یہ بوجھ کیونکر اُٹھے گا۔ ۱۵۔ اگست کو ریزلٹ دینا ہے فرمائیے کہ اس چھٹی کا مزا کیا ہوا۔ خدا گواہ ہے کہ بار بار انکار کیا نہ قبول ہوا

ناچار طفل بہ مکتب نمیرود۔ ولے برندش۔

انصاف کیجئے کہ اب تصنیف کے لئے طبیعت میں ذوق شوق پیدا ہو
تو کہاں سے ہو۔ برابر خطوط چلے آتے ہیں کہ فرمائیے دربار اکبری کا کیا حال قند پارسی
(گفتگوئے فارسی) کا کیا حال ہے لیکچروں کا کیا حال ہے۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا
کہ آزاد کا کیا حال ہے۔

تحفۃ العوام کا جو عکس مطلوب ہے انشاء اللہ عنقریب دریافت کر
کے عرض کرونگا۔

شفق کے پرچے الگ الماری میں رکھتا جاتا ہوں۔ تیار۔ آپکے حکم کے
منتظر ہیں۔ اس خط کا جواب آئے تو روانہ خدمت کروں۔

میں جیسا تھا ویسا ہی ہوں۔ نہ ساون ہرا نہ بھادوں سوکھا۔

ایک دن ایک صاحبزادے جنکا قیافہ شرافت اصل پر گواہ تھا تشریف
لائے کہ بلگرام کا رہنے والا ہوں سید ہوں۔ یہاں پڑھنے آیا ہوں سید مصطفٰے
نام ہے سبحان اللہ۔

دور خصوصاً اچھا طرز نہیں مگر الحمد للہ کہ ۸۳ داخل کر لیا - اب ۲ کرکے الحمد سعید ابن علی
سب نوکر ہیں اب آپ پہچان لیجیے -

تو مجھ سے تو بولے — تاثیر ہے کیا خاک میں اس نجد کی کہدے

اے جذب محبت — پھر پھر کے جو آنکلے ہے یاں ناقۂ لیلےٰ

بہر حال مجھے خیال ہوا کہ لڑکے ہیں ناتجربہ کار ہیں مبادا کہ گھر سے کسی بات پر ناراض ہو کر نکل کھڑے ہوتے ہوں - انہیں روک لیا - اور اسی دن آپکے بھائی صاحب کو لکھا وہاں سے جواب چہ معنی دارد - خیر - وہ حقیقت میں جیسے شریف ہیں ویسے ہی سعید ہیں - چنانچہ تیسرے دن جماعت اوّل گورنمنٹ سکول میں داخل کروا دیا - ✗

دکن جانے کو دل بہت چاہتا ہے مگر دور کا سفر ہے - دوسرے دو سو روپے کا خرچ ہے اور فائدہ کچھ بھی نہیں - فقط سیر تماشا - اس لئے غور طلب امورات کی تہ میں رکھا ہوا ہے ﴿

شفق ابھی آیا - اکثر پرچے آپ کے دیکھنے کے قابل ہیں - بس حضرت

اب پھر - دعا و التماس دعا — دُعا و التماس دُعا

لفافہ پر کیا لکھوں (؟) - آپکا سرنامہ لکھ دو الاحقر آزاد
شکریہ ... آپ ... لکھا ہوں اور ... ہوں

۲۷ - جولائی ۸۴ء

آپ ... اخبار میں ... خود ... کھول گیا اور ...

-۱۳- جناب من!

تسلیم۔ مجھے بھی کئی دن سے خیال تھا۔ الحمدللہ کہ خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ بدلی سے یہ تو خوشی ہوئی کہ ایک دن لاہور کی منزل میں ملاقات ہوگی اور بہت سی باتیں جو تحریر میں نہیں سماتیں زبانی ادا ہونگی مگر یہ خیال ہے کہ اب ہندوستان کی طرف بڑھتے چلے جائینگے۔ خیر میں نے کونسا پنجاب سے نکاح کیا ہوا ہے۔

سبحان اللہ سکّوں کا شوق آپ کو کب ہوا جبکہ سکوں کی کان سے آپ جدا ہوتے ہیں جہلم سے لیکر پشاور تک سکّوں کا گورستان ہے مجھے آپ سے زیادہ شوق تھا مگر ۵ برس ہوتے میرے ۲-۳ سو سکّے دفعۃً گم ہوگئے۔ ایسا صدمہ ہوا کہ اب تک جب خیال آتا ہے دل تڑپ جاتا ہے۔ بیزار ہوگیا اور خیال کا بھلانا مصلحت دیکھا۔ دکان دکان پھر کر اور گدائی کر کے برسوں میں جمع کئے تھے۔ ہزاروں میں سے انتخاب کر کے رکھے تھے اور تمام گر بکسٹ تھے۔ ہائے افسوس رنج ہوتا ہے نہیں

لکھا جاتا ہے ؎

آپ کے لیے جس قدر ممکن ہو گی کوشش کرونگا جب لاہور کے قریب پلٹن پہنچے تو مجھے ضرور لکھئے گا۔ میں نے بکم دسمبر کو مولوی سید حسن صاحب کو ایک خط لکھا ہے خدا جانے کہاں کہاں سرگرداں پھریگا خدا کرے پہنچ جائے یا ضائع ہو جائے
وہ سید مصطفےٰ اخلف سید ابن علی صاحب بلگرامی یہاں بیمار ہو گئے۔ اُن کی بیماری نے طول کھینچا۔ بخار ایسا لپٹا کہ نہایت ضعیف کر دیا۔ آدمی کجا اور خدمت کجا۔ بیمار داری تیمار داری کجا۔ میرا لڑکا ایک دن خبر لایا کہ میں گیا تھا مجھے چند باتوں کے بعد انھوں نے پہچانا۔ یہ سن کر میرا دل نہ رہ سکا۔ انہیں مکان پر لے آیا۔ اب آپ کے جد کے تصدق سے اللہ نے مجھ روسیاہ کی دعائیں قبول کیں۔ اور انہیں شفا دیدی چنانچہ ۲۹ نومبر کو بخیر و عافیت روانہ حیدرآباد ہوئے اب یہ دعا ہے کہ بخیر و سلامت اپنے بزرگوں کے پاس پہنچ جائیں ؎

مولوی صاحب کو خط لکھئے تو میری طرف سے بھی تسلیم لکھئے گا اور بھائی تو آزاد کو کیا جانینگے۔ جواب ضرور لکھئے گا ؎
خدا کرے میرا خط مولوی صاحب کو پہنچ جائے

دعا کا محتاج
بندہ آزاد
۴ دسمبر [illegible]ء

عالی جناب من زاد اللہ اجلالکم۔ تسلیم۔ احمق کا قاعدہ ہے کہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوتا ہے میرا یہ حمق حد سے بہت گذر گیا ہے۔ کہ تعریف سن کر غصہ آتا ہے بات یہ ہے کہ آپ میری تصنیف کے باب میں کچھ نہ کہا کریں کیا لکھوں فرصت تو ہے نہیں۔ اور دل یہ چاہتا ہے کہ آپ کے ایک ایک فقرے کے جواب میں ایک ایک کتاب لکھوں ٭

اخلاق جلالی کو میرے ایک شاگرد نے سوالوں میں ترتیب دیا ہے انشاء اللہ جلد بھیجتا ہوں۔ آپ ہمیں بھول جائیے ہم تو آپ کو نہیں بھول سکتے۔ اس کی انگریزی نہ دیکھا کیجیے وقت ضائع ہوگا۔ یہ سوالات انشاء اللہ امتحان کے لیئے بہت مفید ہونگے۔ [illegible] سفر کا سلسلہ نہیں بھلاتا۔ انشاء اللہ سفرنامہ مرتب ہوگا تو دیکھئے گا۔

گرامی کو میں خوب جانتا ہوں۔ یونیورسٹی پنجاب میں بھی پڑھتا رہا ہے وہاں سے نکل کر بھی کئی سال تک مجھ سے ملتا رہا۔ ۱۲ برس کا مسلسل مشاق ہے اور جس رنگ میں وہ لکھتا ہے اس میں آج اول درجہ کا شاعر ہے

اس کی طبیعت خیال بند ہے جلال اسیر قاسم مشہدی ظہوری وغیرہ ہند
میں اسی طرز میں کہتے تھے افسوس کہ سخندان فارس مشتہر نہیں ہوا جو میرے
اس مختصر فرقہ کا مفصل مزا آجاتا ہے.... میں نے سخندان فارس کو نظرثانی کرکے
رکھدیا ہے چاہا کہ اب دربار اکبری کو سنبھالوں مگر مروّت اور حمیّت نے
اجازت نہ دی کیونکہ استاد مرحوم شیخ ابراہیم ذوق کی بہت سی غزلیں
قصیدے بے ترتیب پڑے ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ انکا ترتیب
دینے والا میرے سوا دنیا میں کوئی نہیں اگر میں ان کے باب میں بے
پروائی کرونگا تو یہ اُن کی محنت کا نتیجہ جو دریا میں سے قطرہ رہ گیا ہے
بے موت مرجائیگا اور اس سے زیادہ افسوس کا مقام کیا ہوگا۔ ان کے
حال پر افسوس نہیں یہ میری غیرت اور حمیّت پر افسوس ہے چنانچہ اس
لئے اب اسے سنبھالا ہے اور اس میں یہ ارادہ کیا ہے کہ جس جس قصیدے
یا غزل یا شعر کے موقع پر کوئی تقریب۔ کوئی معاملہ یا معرکہ خاص پیش آیا تھا
وہ بھی نقل کروں کیونکہ میں ہروقت کا حاضر باش تھا اور والد مرحوم

اور وہ عالم طفولیت میں ساتھ رہے آپ اس کے لطف کو تصور فرمائیے
آج تک کسی شاعر کا دیوان ایسا مرتّب نہ ہوا ہوگا خدا انجام کو پہنچادے

حاتم تحریر اس امر پر کہ سخندان فارس کو باب [illegible] لیا کرنا یا [illegible] اسکا
جواب حاصل کرکے مجھے جلد لکھو۔ میں ایک امر [illegible] آزاد
ضروری کے سبب سے دہلی گیا تھا آج ۲۴ دن بعد آیا۔ یکم ستمبر [illegible]
ہول [illegible] جانے کا سبب
ان دنوں پھر کبھی لکھوں گا کہ جب سوانح فہرست میں کر کے

۲۰- جناب من!

تسلیم۔ میرا اصل نیاز نامہ بھیجدیجئے کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ
اگرچہ ابھی تک ایسی حالت نہیں کہ انہیں کچھ فکر کرنا پڑے لیکن ہر حال
کی مسلسل اطلاع انہیں اچھی ہے ... آپ انہیں احمق سمجھتے ہیں؟
ابتدائے مطلب برآری میں یہ لوگ احمق ہی ہوتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں
احمق بنکر کام خوب نکلتا ہے جب جال جم جاتا ہے پھر دیکھئے کہ کیا عالم
ہوتا ہے یا مالک کل اور تم کون؟ تمہیں کیا دخل؟ تمہیں کیا اختیار؟
ایک جزء انکی پالسی کا یہ بھی ہے کہ فقط انگریزی پڑھاؤ۔ سائنس وغیرہ
کچھ ضرور نہیں لیکن آپ خیال کیجئے علوم مذکورہ زبان کے لئے بمنزلہ

اعضائے رئیسہ کے ہیں اگر وہ بالکل نہ ہوئے تو پھر آدمی کیا ہُوا؟ وہ نوجوان
ہوا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ طرز خاص اور مقدار خاص تک ہوں *
پالسی عجب لفظ ہے! کہیں اس کے معنے تجویز کے ہوتے ہیں
کہیں مصلحت کہیں مصلحت وقت کہیں حکمت عملی *

بس حضرت اب پھر۔ آزاد۔ بنگلہ ایوب شاہ [۲۴] مارچ

تسلیم۔ اللہ اللہ۔ اس وقت کیا دل خوش ہوا ہے اور کیا غصہ
آیا ہے میں تو صبر کر بیٹھا تھا۔ اب سیلی ہوئی بارود کو آگ دینی کیا ضرور
تھی مجھے آپ خط نہ لکھا کریں ؎

دلربائی ہائے لیلے کرد مجنوں را خراب
ورنہ آں بیچارہ رامیل گرفتاری نبود

خیر یہ تو باتیں جب مزا دیں کہ آپ اور میں آمنے سامنے بیٹھے ہوں *
مطلب کی باتیں پہلے عرض کرلوں *

دیوان حافظ اخلاق جلالی ابوالفضل نولکشور نے چھاپی ہے اور خوب محشی ہے ایک ایک نسخہ لیجیے اور دیکھ ڈالیے آپ کے نزدیک کچھ بڑی بات نہیں دیوانِ حافظ پر صوفیانہ حاشیے ہیں خیر آپ اس سے اپنا مطلب نکال سکتے ہیں۔ آپ کے دل پر ان کتابوں کا بھرم بیٹھا ہوا ہے اس لئے آپ دیکھتے نہیں دیکھیے گا تو معلوم ہو جائیگا آسان کام ہے۔ اخلاق جلالی پر جو حاشیے ہیں وہ اس کے لئے کافی ہیں۔ آپ خاطر جمع رکھیں۔۔ [۸۰ سطر ہے یہ بھی حرف]

گفتگو کو آپ مشکل فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ کچھ بھی نہیں لکھنؤ میں دو رسالے عربی ڈائیلاگ کے دو شخصوں نے جُدا جُدا لکھے ہیں وہ کسی کو لکھ بھیجئے بھیج دے گا۔ اور پڑھنا شروع کیجیے حفظ ہو جائینگے۔ امتحان میں اس کے یا اسی قسم کے فقرے ممتحن بولے گا۔ آپ کو یہ بات مشکل نہیں ہو گی کہ توڑ جوڑ کر کے اُلٹے سیدھے جواب دیں اور اس کی خاطر جمع کر دیں ہمت نہ ہاریئے چپکے نہ رہیئے گا۔ الٹا سیدھا جھوٹ سچ بولے جائیگا +

زبانِ فارسی کی تاریخ میں پروفیسر آزاد ایک شخص ہیں انہوں نے تین چار لیکچر خوب دئے ہیں اور زبان مذکور کے اصول اور بہت حالات اور بھی لکھے ہیں۔ ۳-۴ سو صفحہ کی کتاب ہو گی مگر افسوس ہے کہ وہ ابھی مسودے ہیں نظرِ ثانی کر رہے ہیں۔ عجب نہیں کہ ہو جائے تو جلد چھپوا دیں ۔

ہاں قواعد فارسی میں ایک کتاب ڈائرکٹر صاحب کی فرمائش سے میں نے لکھی تھی اُس کا ایک نسخہ میرے پاس موجود ہے اور کتب خانہ آزاد سے فاضل ہے وہ انشاء اللہ روانہ کرتا ہوں (خدا کرے بھول نہ جاؤں) ۔

آپ دیکھئے گا قواعد کی کتاب ہے اور اصول و ضوابط بیان کئے ہیں اور پھر دیکھئے کہ طرزِ بیان کو ہاتھ سے نہیں کھویا۔ یہ بھی دیکھئے گا کہ مثالیں کیا خوش آیند بہم پہنچائی ہیں اور زبان کو اور محاورہ کو کس قدر قوت دیتی ہیں خدا کرے آپ کو پسند آ جائے ۔

ہاں کیا خوب یاد آیا ہے بمبئی میں ایک کتاب کسی نے چھاپی

ہے دیباچہ روحی اس میں ترکی اور عربی کی گفتگو لکھی ہے اور اس قدر مبسوط ہے کہ اگر آپ اسے یاد کر لیں گے تو کافی و وافی ہوگی وہ بھی منگوا لیجئے۔ اگر نہ ملے تو مجھے لکھئے کتبخانہ آزاد میں ہے فوراً ارسال خدمت کر دونگا ؏

ان شاء اللہ ایک جلد کا تصدق ہی دعا کیجئے خدا آزاد اسے استقلال دے

۱۳- عالی جناب من تسلیم۔ مدت گذر گئی کہ خدمت سے مقصر ہوں مگر عالم مجبوری ہے کہ آب حیات میں غوطے کھا رہا ہوں انشاء اللہ ایک مہینے کا کام اور ہے ؏

حیدرآباد کے حالات اتنے ہی معلوم ہیں جتنے اخباروں میں لکھے جاتے ہیں۔ ایڈیٹر شفیق اتنے اختیار اور اتنے عہدہ کو نواب لائق علی خاں کے لئے کافی نہیں سمجھے میری عقل ناقص میں غل مچانے سے کچھ حاصل نہیں گورنمنٹ کو جو کرنا تھا وہ کر دیا۔ جو کچھ ہو گیا وہی مناسب ہے۔ اب نہایت خاموشی اور عرق ریزی سے اس کی تعمیل کرنی چاہیئے لیکن اتنا خیال ضرور ہے کہ سکرٹری ہیں۔ صاحب قلم نہیں فقط قلم ہو جائیں۔ جو کہا سو کر دیا

جو حکم دیا اس کی تعمیل کر کے لکھ دیا اپنی طرف سے سر مُو دخل نہ دیں میں نے
کئی جگہ دیکھ کر ایسے مواقع کا تجربہ حاصل کیا جب بالیاقت شخص بے لیاقت
اشخاص کے ماتحت ہو جاتا ہے تو اُس سے بیضابطگی دیکھی نہیں جاتی +
خواہ مخواہ بول اُٹھتا ہے اُسے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ میری ہدایت سے یہ
لوگ میرے احسانمند ہونگے۔ اور میری لیاقت کو تسلیم کرینگے لیکن برخلاف
اس کے وہ لوگ اس کی بات کو رد کرتے ہیں موتیوں کو خاک میں ملاتے ہیں
اور کبھی کچھ اس کی صورت کو ادل بدل کر کام میں بھی لاتے ہیں اور جن باتوں
سے ناواقف ہوتے ہیں انہیں سیکھے جاتے ہیں اور تردید کرتے جاتے ہیں اور
اس شخص کی عقل و دانش کو دیکھ کر اور زیادہ خطر دل میں پیدا کرتے ہیں ان
لحاظوں سے جہاں تک ہو سکے بیوقوف بنکر چپ چاپ کام کئے جانا چاہیئے
اور لیاقت اور معلومات کو دبائے ہوئے احکام کی تعمیل بڑی کوشش سے کئے
جانا چاہیئے مگر . . . . اس موقع پر بڑی دانائی یہی ہے کہ اپنی
آگاہی اور لیاقت دبائے ہوئے سب کے ساتھ ساتھ یا پیچھے پیچھے چلے چلیں

تا محتسب نگوید اسرار عشق و مستی	تا بے خبر بمیرد مہ بند خود پرستی

آزاد

۴۷

بحر صاحب

جناب من تسلیم۔ آپ کو معلوم ہے کہ ۶ دن تک پولوس مقدّس کا لاہور میں نزول رہا۔ ایک عالم تہ و بالا تھا۔ آزاد بھی انہی کی گرفتاری میں رہا اس لئے نیاز نامہ نہ لکھ سکا ؂

جس فارسی ڈراما کا آپ نے حال بیان فرمایا تھا وہ میں نے لیکر دیکھا تھا اس کی قیمت ہے اس لئے خرید کر بھیجنا مناسب نہیں سمجھا آج کل میں یہاں سے کتب خانہ گورنمنٹ سکول کیلئے امرسر کو کتابیں روانہ ہونے والی ہیں۔ اُن میں اسے بھی لکھوا دیا ہے عنقریب وہاں پہنچیگا۔ اور میں بھی لکھونگا وہاں سے لیکر دیکھئے گا۔ یا میں خود لیکر حاضر ہونگا نسخہ مذکور جب تک جی چاہے اپنے پاس رکھئے گا ؂

میں نے اُسے دیکھا اتنی بات ضرور ہے کہ لکھنے والے نے جو کچھ لکھا ہے ڈراما کے اصول کے بالکل مطابق لکھا ہے اور نتیجہ بھی برجستہ

نکالا ہے یعنی بڑھاپے کی شادی اور خصوصاً دوسری شادی کی تکلیفیں اور قباحتیں جتائی ہیں لیکن چونکہ ابتدائی تصنیف ہے اس لئے تحریر میں پھیلاؤ اور بات کو بڑھانا۔ اور مزے لے لیکر کہنا۔ کوئی مصرع کوئی فقرہ مقفیٰ۔ کوئی لطیفہ کوئی چٹکلا وغیرہ وغیرہ یہ لطف ابھی نہیں پیدا ہوئے۔ خیر جو کچھ کیا ہے نہایت غنیمت ہے۔ عربی فارسی میں یہ شاخ انشاء پردازی کی بالکل نہ تھی۔ بڑی بات ہے کہ زمین سخن میں ایک قلم تو لگائی۔ شاخ و برگ بھی نکل آئینگے۔ گل پھول بھی کھل جائیں گے ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر زمانہ فرصت دے تو انشاء اللہ اردو میں ایک ڈرامہ لکھ کر میں بھی نمونہ دونگا۔ دل تو بہت کچھ چاہتا ہے مگر اکیلا آدمی اور بے سامان کیا کیا کچھ کرے ؎

یک دل و خیل آرزو دل بہ کجا کجا نہم
سینہ تمام داغ داغ پنبہ کجا کجا نہم

آزاد

جناب من!

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے کتاب الف لیلہ کے باب میں آپ سے کچھ التماس کیا تھا یقین ہے کہ آپ نے میاں غلام رسول صاحب سے فرمایا ہوگا۔ براہ عنایت جواب سے مطلع فرمائیں۔ بندہ نہایت ممنون احسان ہوگا۔ فقط۔ زیادہ نیاز

آپکا نیازمند
محمد حسین عفی عنہٗ
۱۸ر فروری ۷۹ء

عالی جناب من!

نہایت شکرگزار ہوں کہ آپ نے میاں غلام رسول صاحب سے الف لیلہ کے باب میں وصولی کے لئے تحریک فرمائی۔ اور اُن سے وعدہ حصول بھی حاصل کیا لیکن ایک تحصیل کا چپراسی جو مجھے پہلے بھی جانتا ہے اس کی معرفت آج انہوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ وہ کتاب تو میرے

پاس سے کھوئی گئی کہو تو بمبئی سے اور منگا دوں۔ یا جو چاہو اسکی قیمت لیلو۔ آپ خیال فرمائیں کہ اس اشراف آدمی کی نیت کا کیا حال ہے۔ خیر آپ اس بات کو خیال میں رکھیں اور ایسے رہیں کہ گویا نہیں سُنا۔ میں نے اس معاملہ کو اب آپ پر چھوڑ دیا ہے۔ جب تک آپ نہ فرمائینگے مقدمہ کو آگے نہ بڑھاؤں گا۔ اگر مناسب ہو تو ایک دفعہ پھر انکی نبض دیکھیئے۔ معلوم تو ہو کہ طبیعت کا کیا حال ہے۔ میں آپکی عنایت کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور جس قدر توجہ فرمائی ہے اس کا ممنون احسان ہوں کیونکہ کیسطرح کی سابقہ معرفت کے اُن پر یہ مہربانی کی ہے اور جو کچھ کیا شرافت اور تہذیب کے رشتہ کا لحاظ کرکے کیا ہے۔ زیادہ نیاز

محمد حسین عفی عنہ
۲۱۔ فروری سنہ ۷۹ء

حالی جناب من!

معلوم نہیں میاں غلام نبی صاحب نے کتاب کے باب میں کیا بندوبست کیا۔ میری دانست میں جبکہ وہ شروع اکتوبر سے آج تک ہر شخص سے نیا

عذر ظاہر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عذر بھی ٹھیک نہیں پس اس موقع پر کچھ لحاظ نہ کرنا چاہیے۔ اور یہی کہنا چاہیئے کہ کتاب دیجیئے مگر یہ وعدہ لے لیجیئے کہ کب دیں گے تاکہ پھر انہیں کچھ عذر باقی نہ رہے۔ یہ بھی آپکو خیال رہے کہ بمبئی سے خط کا جواب آٹھویں دن آجاتا ہے۔ ؎

سپردم بتو مایہ خویش را　　تو دانی حساب کم و بیش را

زیادہ نیاز
محمد حسین عفی عنہ
۲۵۔ فروری سنہ ۷۹ء

عالی جناب من!

۲۵۔ فروری کو جو نیاز نامہ میں نے لکھا تھا اس کے جواب سے معلوم ہوا تھا کہ میاں غلام نبی صاحب نے بمبئی سے کتاب منگائی ہے اور آپ نے بھی عنایۃً یہ صلاح دی تھی کہ ہفتہ عشرہ تک اور انتظار کرنا چاہیئے۔ فی الحقیقۃ آپنے بہت مناسب فرمایا تھا آج نواں دن ہے

چونکہ ۹ دن کی چھٹی ہے اور میں چھٹیوں میں باہر جاؤنگا اس لئے ایک دن پہلے لکھتا ہوں۔ اگر مناسب ہو تو آپ ایک دفعہ انہیں اور فرما دیں کیونکہ کوئی درجہ باقی نہیں اب تو مجھے ضابطہ ہی کا خط لکھنا ہوگا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ آیندہ جو مرضی الٰہی۔ زیادہ نیاز

محمد حسین عفی عنہ
۵ مارچ سنہ ۷۹ء

جناب من !

عنایت نامہ سے معلوم ہوا کہ میاں غلام نبی صاحب کہتے ہیں کہ "کتاب الف لیلہ فارسی بازار میں نہیں ملتی مگر قیمت دیتے ہیں"۔ میں نے اس معاملہ میں بہت سوچا۔ انکا اصل مطلب یہ معلوم ہوا کہ راقم آثم قیمت کتاب لیتے ہوئے شرمائے۔ وہ میرے نام بھی کتاب نہ دیں اور چند روز کے بعد یاروں میں قہقہے اڑائیں کہ دیکھو آخر باتوں ہی باتوں میں اڑا دیا

یہ ہے کہ کتاب مذکور بمبئی میں سوداگروں کے پاس موجود ہے وہ چاہتے
تو منگا سکتے تھے چنانچہ ایک سوداگر کی فہرست ارسال خدمت ہے اور چونکہ
مطبوعہ ہے اس لئے سندی اور معتبر ہے اسے دیکھکر آپ کو بھی اُن کی بہانہ
جوئی میں کچھ شبہہ نہ رہیگا - اور یقین ہوگا کہ اسی طرح میری کتاب بھی کہیں
گئی نہیں اُنہی کے پاس موجود ہے پس ایسے آدمی کو خالی چھوڑتے ہوئے
ہرگز غیرت نہیں گوارا کرتی۔انہوں نے مجھے بلکہ آپ کو بھی دق کر دیا۔اب نہیں
خالی چھوڑنا گویا اس کام کی تعلیم دینی ہے جس کا کہ حقیقت میں چھڑانا واجب
تھا۔خاتمہ پر پھر وہی کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا جہاں سے ہو میری
کتاب لاویں۔فہرست مطبوعہ اس لئے ارسال خدمت ہے کہ الزام اُن
پر ہے اب اگر میں آگے بڑھوں تو اہل شرافت اور اہل تہذیب مجھے الزام
نہ دیں۔اُن کے سامنے آپ گواہ رہیں شرمندہ ہوں کہ بار بار آپ کو
تکلیف دیتا ہوں لیکن کیا کروں کہ آپ کی توجہ بغیر اس مشکل کی عقدہ
کشائی ممکن نہیں اور اگر میں اس معاملہ میں خاموش رہونگا تو ایسے

لوگ ایک ایک کرکے میری ساری کتابیں مار رکھیں گے۔ ایسے آدمیوں کا تدارک آپ کے سوا کون کرسکتا ہے۔ زیادہ نیاز

محمد حسین عفی عنہ

۹۔ اپریل سنہ ۷۹ء

از گورنمنٹ کالج لاہور

جناب من!

محمد دین

آپکو ضرور کبھی نہ کبھی خیال آتا ہوگا کہ منشی غلام نبی کا اور کتاب الف لیلہ کے معاملہ کا کیا انجام ہوا۔ اس کا حال یہ ہے کہ الٰہی بخش کتب فروش اس شہر میں ایک معقول شخص ہے۔ اس نے اوّل مجھے خبر دی کہ کتاب مذکور منشی صاحب نے درحقیقت اسی کو دی تھی اور مبادلہ میں ایک قرآن شریف لیا تھا چنانچہ کتب فروش مذکور نے للعہ کو وہ کتاب بیچ بھی ڈالی۔ اب تین دن کا ذکر ہے اس نے مجھ سے کہا کہ آج منشی صاحب مذکور نے انیس روپے مجھے دئے ہیں اور کہا ہے کہ بمبئی سے کتاب منگا دو جس پیرایہ میں اس نے یہ ذکر کیا اُس سے یہ بھی معلوم

ہوتا تھا کہ اس وقت یہ انیس روپیہ کا داغ نہایت تکلیف دینے والا ہے خصوصاً
آج کے زمانہ میں وہ بھی ایک ۲۵-۳۰ روپیہ کے نوکر کو۔ اس تقریر نے میرے
دل پر بھی پُر درد اثر پیدا کیا۔ اور میں نے کہدیا کہ یہ روپیے تم انہیں واپس کردو
اور کہدو کہ بس کتاب مجھے پہنچ گئی چنانچہ بسلسلۂ تحریرات سابقہ آپ سے
گزارش ہے کہ آپ نے جسقدر توجہ فرمائی اس کا دل سے شکر گزار ہوں
اور انشاء اللہ کبھی اس عنایت کو نہ بھولوں گا۔ اور وہ کلفت و پریشانی جو
میری اثنائے تحریرات میں ایک بندۂ خدا کو لاحق ہوئی اس کا اس سے
بھی عذر کرتا ہوں۔ پروردگار ہم لوگوں کو نیک نیت اور نیک خیال عطا
کرے۔ اور اس کا ثمرہ بھی دے میں منشی صاحب کے دعوے سے دست
بردار ہوا۔ اب فقط خدا سے دعویٰ ہے جس کا خزانہ بے شمار ہے
اور کتب خانہ بے تعداد ہے۔ اور یقین واثق ہے کہ وہ دیگا اور ضرور
دیگا اور بہت زیادہ دیگا۔ آمین! آمین!! آمین!!! آپکا نیاز مند

محمد حسین عفی عنہٗ، پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور
برسپیل ڈپٹی محکمہ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب
۱۰- جون ۲۹ء

نوٹ - اس روشنی کے زمانے میں سب حیران ہوں گے کہ ایک کتاب کی خاطر مولینا نے کیا کیا کچھ جتن نہ کیئے - مگر آج صحیح یا غیر صحیح کتابیں مل تو جاتی ہیں - اس زمانے میں اوّل تو مستند کتاب کا دستیاب ہونا ہی مشکل تھا پھر علم دوست احباب اس کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے جو آجتک قلمی کتابیں ہم تک جوں کی توں پہنچ گئی ہیں اگر ایسا نہ کرتے یا اس طرح بے پروائیاں کرتے تو بس قصہ ختم ہو جاتا + طاھر

جناب من تسلیم

غالباً یہ کتاب تمام و کمال آپ نے ملاحظہ فرمائی ہوگی - چار ضخیم جلدوں میں ہے کئی برس سے یہ کتاب دلی میں بھی کم یاب بلکہ نایاب ہے چھ جا ئے لاہور...... ڈائرکٹر کے دفتر میں بڑی ضرورت تھی - اتفاقاً مجھے خبر لگی کہ دلی میں ہے میں نے فوراً منگائی اتفاق حسنہ یہ ہوا کہ عــه رکو ہاتھ آگئی وہاں کسی کو خبر نہوئی ورنہ ممکن نہ تھا کہ مجھ تک پہونچتی +

اب یہاں ایک صاحب انگریز عہدہ دار اعلےٰ نے اپنی کتابیں بھیں

تھیں۔ تو اُن میں میرے ایک دوست نے لعل ؟ کو چار دن جلدیں
خریدیں جب یہاں آپ تشریف لائیں گے انشاء اللہ حاضر کروں گا +
فی الحال ۳۰ راتیں اس کی مطبع سرکاری میں چھپی ہیں وہ اگر فرمائیے تو
لیکر بھیجدوں۔ آپ چند روز انہیں ملاحظہ فرمائیں جس وقت کوئی سارا
نسخہ ملا وہ بھی حاضر خدمت کرونگا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ
کتاب زبان عرب کی جان ہے اس کا رکھنا شائق زبان کو فرض عین ہے

آپکا نیاز مند
محمد حسین عفی عنہ

۱۸۹۰ء

عالیجناب من تسلیم۔ مدت سے کوئی مرحمت نامہ نہیں پہنچا چشم انتظار
نگراں ہیں چند روز ہوئے بندہ نے ایک نیاز نامہ مفصل ارسال خدمت کیا تھا
معلوم نہیں کہ فائز خدمت ہوا یا نہیں + ایک رسالہ مشاعرہ کا جس میں امید
کی خوشی پر مضامین لکھے گئے تھے وہ بھی انجمن سے روانہ کیا گیا تھا۔ اس
کی رسید سے بھی آگہی نہوئی۔ خدا کرے مانع اس کا سوائے افکار نظم کے اور

کچھ نہ ہو لکھنؤ میں بھی ایک مشاعرہ شروع ہوا ہے اور اس میں بھی زیادہ تر سعی اس امر میں کی گئی ہے کہ جہانتک ممکن ہو مضامین کی تعمیم میں کوشش کی جائے معلوم نہیں کہ آپ کے مشاعرہ میں کیا بندوبست ہوا۔ مجھے اور جملہ احباب کو وہاں کے دریافت حال کا نہایت اشتیاق اور انتظار ہے۔ والتسلیم بالوف التکریم۔

محمد حسین عفی عنہ
پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج
لاہور ۲۷ ستمبر سنہ ۷۴ء

منشی من تسلیم۔

میری واردات ذرا سننا۔ اڑھائی مہینے سے عمل جاری ہوا تھا صبح کو عید رمضان کا دن تھا۔ ہوا کھانے چلا۔ دیکھا کہ آنتری کا معاملہ بے لطف ہے۔ رستہ میں کئی جگہ برداشت کا عمل کیا نہوا۔ حکم ہوا کہ امتلا ہے آبی۔ خلا ہے غذائی طبیعت خود بے لطف ہے۔ کلیدان بند نہیں ہوتا

کشش کا اثر پورا نہیں ہوتا۔ اور سبب یہی تھا کہ اگرچہ جوہر ہوا میں پرسوں کے مینہ سے خنکی تھی مگر وہ آفتاب کی گرمی کو توڑ سکتی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک بجے عمل سے فارغ ہوا۔ عمل خوب ہوا۔ رات ٹھنڈی۔ ہوا جان بخش تھی مگر قسمت کی بات کہ حکم ہوا ذرا آرام لے لو۔ کم بخت آرام جس نے ہشیار کیا اس وقت کہ چند منٹ بعد ۴ بجے۔ ہزار لعنت اپنے حال پر کر کے اٹھا۔ پیٹ خام ناصاف۔ فقط روح الارواح کے کرم سے ہضم صالح کے ساتھ معمولی اجابت ہوتی۔ یہ نہ ہوتا تو غضب ہوتا۔ اس وقت حکم ہوا کہ تربوز کھالو۔ احتیاطاً انکار کیا۔ حکم ہوا کہ نہ کھاؤ گے تو قدم نہ اٹھا سکو گے۔ پھر ہوا خوری کون کریگا۔ تربوز کھایا مگر بے لطف ڈرتے ڈرتے چلنے لگا تو بندوں میں درد اور کیفیت بخار کی سی محسوس ہوئی۔ حکم ہوا کہ یہ اسی غفلت کی برکت ہے جس نے ۳ گھنٹے تک بے خبر سلایا۔ اور یہ عمل مبارک کی برکت ہے۔ ورنہ بخار میں شبہہ کیا تھا۔

ہوا خوری کی حد بابو رامجس کی کوٹھی تھی۔ وہ اپنے باغ میں اس

عمدہ مقام پر بیٹھے جو صبح کی جان تھا۔ روح الارواح ان کی خوبیوں کو پسند کرتے تھے اور خوشی کے الفاظ ان کے حق میں کہتے تھے۔ مگر فرماتے تھے جلدی چلو۔ رستہ میں آگ برسے گی اور پانی بھاگیگا۔ چلتے ہوئے حکم ہوا یہاں لیٹ کر برداشت کا عمل کرو۔ چنانچہ ہوا۔ مگر کچھ نہوا۔ تھوڑی دور آگے چل کر درختوں کی قطار نے سایہ ڈالنا شروع کیا۔ جاتے ہوئے جو ہوا سامنے سے زندگی دیتی تھی۔ اب پشت پر ہوگئی تھی۔ حکم ہوا کہ رخ پھیرو۔ ذرا ٹھیرو۔ دم لو۔ ہوا تبدیل کرلو۔ حقیقت میں لطف عجیب حاصل ہوتا جاتا تھا۔ سینہ ہلکا ہوتا تھا۔ گھبراہٹ تھم جاتی تھی۔ جو ہڑ کے کنارہ پر پہنچے۔ تو ہوا کی لہریں پانی سے مباحثے کررہی تھیں۔ حکم ہوا کہ یہاں ٹھیرو اور ہوا تبدیل کرلو۔ لطفہائے مذکورہ کا اثر قوی ہوگا۔ اور آنکھوں کی لذت نفع زاید ہے۔ اتنے سے مقام پر ۲ جگہ توقف ہوئے۔ مگر یہی ارشاد تھا کہ دھوپ نے ہوا کو گرما دیا۔ بڑھو آگے۔ رستہ میں حرارت رفتار۔ خواہ حرارت ہوا سے جابجا کلید ان ٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا۔ اور میں سنبھالتا بھی تھا تو لعاب دہن

کانگلنا اسے تھوڑی تھوڑی دور پر توڑ دیتا تھا۔ تھوڑی دور چل کر باغ میں
داخل ہوا۔ یہاں ایک جگہ بیٹھکر ہوا تبدیل کی۔ شیشم کا ہرا ابھرا درخت
اس کی شادابی کا لطف ٹھنڈی ہوا کی موجیں حکم ہوا کہ یہاں رات کا
سامان کرکے بیٹھو۔ میں شرما کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایسنہ میں کئی جگہ بیٹھنے کو جی
چاہا مگر حکم یہی تھا۔ کہ چلو جلدی۔ اور کچھ کھاؤ۔ میں دیکھوں تو شکم سیر فرماتے
تھے کہ یہ رطوبت و ریاح ہیں۔ دل بھوکا ہے۔ پیٹ بھوکا ہے گھر آکر
تقاضائے شفقت سے فقط دہی چاٹ کر اور ڈیڑھ کباب سے منہ سلونا
کرکے دستر خوان زیاد کیا۔ کھانے پر شکر خدا ہے مگر رات کی نیند نے
غافل کیا۔ اس کی شکایت نہیں بھولتی۔ ۱۲ بجے خود بخود اجابت ہوا
اس کی آگاہی دو موقع پر پہلے دیکھ چکے تھے۔ اس سے دل ہلکا ہو گیا۔
میں لکھ رہا ہوں۔ ۱۱ - ۱۲ بجے ہیں۔ اور حکم ہے کہ فارغ ہو تو تمہیں
کھانا کھلائیں۔۔ اب بس

آزاد

منشی میاں

لو بھئی اب آگے سنو۔ کل صبح کو میں بموجب معمول کے ہوا کھانے نکلا شہر کے باہر پہنچا تو دیکھتا ہوں ایک مرد مقدس متقی وضع پرہیزگار صورت جبہ پہنے ہیں۔ حاجیان عرب کا عمامہ سر پہ ہزار دانہ کی تسبیح ہاتھ میں آہستہ آہستہ سڑک پر چلے جاتے ہیں انکے چہرہ کو سفید ڈاڑھی کے نور نے روشن کیا تھا جبہ کے سبز رنگ سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ حضرت خضر ہیں مگر عصا کہتا تھا کہ حضرت موسیٰ بھی ہیں چونکہ بزرگوں کا ادب میری طبیعت میں خداداد ہے میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے نہایت کشادہ پیشانی سے میرا سلام لیا میں نے دیکھا کہ ان کی با وقار آنکھوں سے جو نگاہیں نکلتی ہیں۔ اُن سے محبت اور شفقت ٹپکتی ہے بے اختیار آگے بڑھا اور مصافحہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ چونکہ صبح کے وقت انوار الٰہی نے جلوہ پھیلایا ہوا تھا۔ دوسرے ان کی صورت اور لباس نے دل پر اثر کیا اپنی بداعمالی اور دنیا کی سیہ کاری کا خیال کر کے ان سے

عرض کی کہ مجھ روسیاہ کو کچھ نصیحت فرمائیں جو میرے کام آئے۔

وہ مسکرائے اور اس طرح میری طرف دیکھا کہ میرے دل اور جان کو اپنا معتقد بنالیا پھر مجھ سے کہا کہ ہم تمہارے حسن عقیدت سے بہت خوش ہوئے ۔ وہ آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے اور میں نصف قدم اُن سے پیچھے ساتھ ساتھ چلا جاتا تھا۔

چند لمحہ میں نے تامل کیا کیونکہ ان کی متانت اور وقار مجھے زیادہ بولنے کی اجازت نہ دیتے تھے ۔ آخر پھر ہاتھ باندھ کر سوال کی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا! انہوں نے فرمایا کہ قلم دوات تمہارے پاس ہے؟ عرض کی کہ نہیں ۔ مگر جو کچھ آپ فرمائینگے بندہ صفحۂ دل پر نقش کرتا جائیگا پھر مسکرائے اور فرمایا کہ اہل دنیا بیوقوف نا اہل ہیں۔ ہم نہ کسی کو اپنا دیدار دیتے ہیں اور نہ کسی سے بات کرتے ہیں ۔ مگر اس وقت یہ حسن عقیدت تمہارا ہمیں پسند آیا اسلئے چند فقرے جنہیں بہت سی کتابوں کا بلکہ ہزاروں کتبخانوں کا عطر کھچا ہوا ہے تمہارے سپرد کرتے

ہیں انہیں نا اہلوں سے بچانا اور اپنا دستور العمل بنانا کہ یہ ہمارے اسرار ہیں میں نے پھر جھک کر سلام کیا۔ اور آنکھیں بند کر کے اشارا کیا یعنی بسر و چشم۔ انہوں نے کہا کہ :۔

(۱) یاد رکھو کہ دنیا میں دوست تو کوئی ہے ہی نہیں جو زیادہ دوستی برتے اسی کو دشمن سمجھنا۔

(۲) دشمن سے ایسی دلفریب محبت برتو کہ دشمنوں کی دشمنی بھی نابود ہو جائے۔ آدمی ہو تو اُلّو بن جائے۔ پھر اگر پورا سلیقہ ہو تو پنجرہ میں بند کر کے پر قینچ کر دو۔ نہیں تو مطلب نکالو اور چھوڑ دو۔

(۳) محبت کو نیکوں کی نیکی پر منحصر نہ رکھو۔ نہ اسے ان کی نیکی کے مقدار پر خرچ کرو۔ تم اپنے مطلب کو دیکھتے رہو۔ جس سے نکلتا دیکھو اس کو گدھا بناؤ اور جھٹ سوار ہو جاؤ۔

(۴) اس میں پہلے یہ اعتقاد رکھو کہ دنیا میں اچھا تو کوئی نہیں۔ یہ ہم صورت جو آدمیوں کے جامہ میں پھرتے چلتے دکھائی دیتے

ہیں ۔۔۔۔۔۔

آزاد

نوٹ :۔ یہ دو خط حالت جذب کی ابتدائی منزلوں سے اپنے محرم راز دوست جناب خان بہادر شمس العلماء پروفیسر منشی محمد ذکا اللہ صاحب کے نام لکھے ہیں۔ اگر ان حضرات کی ساری خط و کتابت مل جائے۔ تو عجب لطف ہوتا۔ مگر افسوس ایک خط بھی ہاتھ نہ آسکا۔ یہ دو خط فقط مسودہ کر کے بھول گئے ہیں۔ روانہ نہیں کئے۔ یہ اس قابل تو نہ تھے۔ کہ مکتوبات کے ذیل میں آتے۔ بلکہ مکاشفات میں جگہ پاتے۔ کیونکہ جذبات اور کیفیات کا بیان عجب مستانہ وار طریقہ پر کیا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ عبارت آرائی اور قدرت کے ہنگامہ زا منظروں کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ پھر بھی جگہ جگہ قلم ڈگمگا جاتا ہے۔ خود بھی جھوم رہے ہیں۔ مگر مولانا اور منشی صاحب کے تعلقات کی انتہائی دلچسپی کے لیے کافی ہیں۔ ان خطوں کے بعد تو اتنا بھی میسر نہ ہو سکا۔ افسوس۔

طاہر

شاگردوں کے نام

عزیز من!

لو صاحب مبارک ہو۔ نائب تحصیلداری کیجئے اور جس طرح چاہئے ہم غریبی لوگوں کو دبائیے۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ اگرچہ یہ میں جانتا تھا کہ کوہ نور کل نکلنے والا ہے تمہیں بھی خبر ہو ہی جائے گی۔ مگر خوشی کے مارے مجھ سے رہا نہ گیا خیر اللہ مبارک کرے۔ اس وقت پانچ بجے ہونگے میں بھی اب چھ بجے سوار ہوتا ہوں اور خدا سے یہ بھی دعا ہے کہ تم مجھ سے راستے میں مل جاؤ تو کیا خوب بات ہے یہ خط جگراؤں کی طرف پھینکتا ہوں۔ خدا کرے پہنچ جائے۔ پتا مجھے معلوم نہیں خدا جانے تمہیں کب پہنچے اور میرے لکھنے کا فائدہ بھی حاصل ہو یا نہ ہو۔

خبر ہو یا نہ ہو میرے دل کا ارمان تو اس وقت نکل گیا۔ میں بھی لودیانہ اسٹیشن پر پھتے اسٹیشن پر جا بجا کتنا چلا جاؤنگا کہ وہ پاس

ہوگئے وہ پاس ہوگئے۔ اب خدا تمہیں تحصیلدار اور تحصیلدار سے ڈپٹی کرکے
سب مجھے دکھائے۔

محمد حسین عفی عنہٗ
۲۴- دسمبر ۷۵ء

عزیز من! تحصیلدار صاحب۔ بعد از دعا ہائے فراواں معلوم
ہو کہ اس عرصہ میں عجب سرگرداں پھرتا رہا۔ دلی گیا۔ الور گیا۔ جیپور گیا
آبرو کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ دلی پہنچتے ہی اُسے چیچک نکل آئی۔ وہ اپنے
ناناکے ہاں رہا اور مجھے اس فکر میں عجب عالم گذرتا رہا۔ انجام بخیر ہوا
اور میں اسی سمیت ۱۴ ر کو داخل لاہور ہوا۔ تمہارا خط پڑھا۔ دوسرے
دن دفتر یونیورسٹی میں گیا وہاں کوئی عرضی نہیں پہنچی۔ میں نے اسی
وقت ایک عرضی لکھ کر تمہاری طرف سے دیدی مگر تمہارا یہاں آنا
ضرور چاہئیے۔ جلدی آؤ۔ اور جلدی سے بھی کچھ زیادہ جلدی آؤ
کیونکہ تمہارے آئے بغیر کام کا اسلوب نہیں ہوتا۔ اور کتابوں کے

باب میں خدا جانے تم نے کیا بندوبست کیا دیکھوں تو کتنے کتبخانہ
میرے لیئے لاتے ہو۔ اجی ہاں صاحب وہ قاطع برہان اور قاطع الفصحا
اور ساطع البرہان اور فلاں فلاں کی ذیل میں ایک مؤید البرہان ہگلی
کے پروفیسر فارسی نے لکھی تھی۔ ایک مدت تک وہ دوکان پر پڑی رہی۔
کسی نے نہ پوچھا۔ اب میں دوکان دوکان پوچھتا ہوں تو کوئی جواب
نہیں دیتا۔ اگر لودیانہ میں کسی کے پاس ملے یا میر صاحب قبلہ کے پاس
ہو تو ضرور لیتے آئیے یا بندوبست کرتے آئیے اور شرح سہ سرا
تصنیف صہبائی پہلے چھاپہ کی شرح ہمرقعہ شرح شابار شرح ظہیر اور
ایک جواہر الحروف چھاپہ دہلی کی کہ محشی بھی تھی وہ اگر کہیں ملے تو
ضرور خیال رکھئے۔ یہاں آجکل انبوہ اور رحم غفیر ہفتاد و دو ملت
کا مجمع ہے اور لطف یہ ہے کہ جو بڑے بڑے لوگ ہیں وہ سب
آپ کے زیر سایہ قلعہ کے نیچے خواہ درون خواہ بیرون شہر میں
انارکلی اور شہر میں جو مکانات کہ دو روپے کرایہ پر کوئی نہ لیتا تھا

اب میں پچیس کو نہیں ملتے - یہ سفر جو میں نے کیا طبیعت کو بہت مفید ہوا - مگر آبرو کی بیماری کے فکر و خطر نے بدمزہ کیا - ورنہ میں خوب چاق چوبند ہو جاتا - بہر حال بہ نسبت پہلے کے کچھ نہ کچھ اچھا ہوں ور مولیٰ کی ناشکری نہیں چاہیئے ✤ ۱۶ - جنوری ۱۸۹۷ء

~~~~~~~~~~~~~~~

ہاں صاحب میں جو دلی گیا تو وہاں آبرو کو چیچک نکل آئی - بڑا اضطراب رہا - غرضکہ ۱۹ دن وہاں رہنا پڑا - ۱۴ - کو الحمدللہ کہ اسے لیکر آیا تب آپکا خط دیکھا - اس لئے جواب میں دیر ہوئی معاف کیجئے گا - ۲۰ - تک آپکا انتظار رہا - اب مجبور ہو کر یہ خط روانہ کر دیا ہے - ۱۵ - کو آپ کی عرضی برائے سفارش منصفی صاحب رجسٹرار کو دی تھی - ابھی جواب نہیں ملا - نواب سے بھی وعدہ سفارش کا لیا ہے -

(لاحول ولاقوۃ) کس کاغذ پر خط لکھدیا - دیکھو میرے حواس کا کیا حال ہے) آپ کو یہاں آنا ضرور چاہئے تھا خیر ان چھٹیوں میں ہوتا
~~~~~~~~~~~~~~~

تو بہت اچھا تھا۔ یہ نہوا تو ہفتہ آئندہ میں یا اس کے بعد آئیے اور خود
بھی رجسٹرار کو اور نواب صاحب کو دبائیے۔ میرا ارادہ پٹیالہ کا ہے
انشاءاللہ اتوار کو یہاں آجاؤنگا۔

اقبال نشانِ من!

بعد از دعا معلوم باد تم لاہور میں آئے اور مجھ سے بے
ملے چلے گئے شاباش! شاباش!! خدا تمہیں ایسا بڑا کرے کہ مجھے پہچان
بھی نہ سکو۔ میں بھی اسی میں خوش ہوں۔ مگر میرا ایک ضروری کام
ہے وہ کر دو کہ مولوی علی احمد مدرس فارسی نے ایک کتاب لکھی ہے
وہ کہیں سے لیکر بھیجدو۔ زیادہ دعا۔

عزیز من۔ بعد از دعا معلوم باد۔ ۱۷ سے ۲۴ تک یہاں چھٹی
تھی۔ میرا ارادہ تھا کہ اس چھٹی کو سفر میں بسر کروں کہ تبدیل آب وہوا

نے مجھے ابتدا سے زیادہ فائدہ کیا مگر فقط تمہارے انتظار میں ۲۱- دن یہاں
گذار کر پٹیالہ روانہ ہوا - اور شب ۲۵ - کی صبح ہوتے ۵ بجے گھر پہنچا -
معلوم ہوا کہ تم یہاں نہیں آئے شکر خدا کیا - اب ہمت کر کے کسی موقعہ
پر یہاں آجاؤ - تو بہتر ہے - نواب سے بھی ملا - اور تمہاری عرضی بدرخواست
منصفی کے گزرانے کی اطلاع دی - وعدہ تو کیا ہے کہ ہم بھی کوشش کریں
گے آگے خدا کے اختیار ہے میں نے پٹیالہ میں مدتِ قیام مولوی
سید شریف الحسن خانصاحب کی خدمت میں کہ حسب معمول سید محمد کاظم
صاحب کے ہاں تھے بسر کی - ابھی تک تمہاری عرضی کا کوئی جواب
نہیں پہنچا - تم خود دیکھکر آؤ - جناب ڈپٹی صاحب یعنی سید غلام حسین صاحب
کو میری طرف سے تسلیم کہنا - آج میں خط روانہ کرنا بھول گیا تھا مگر خوب
ہوا کہ تمہارا خط بھی آگیا کوئی بات اور لکھنے کے قابل نہیں جو کچھ کرنا چاہئے
تھا سو میں کر چکا آگے خدا کے اختیار ہے تم خدا سے پوچھکر چلے آؤ -

۲۵ جنوری سنہ ۷۶ء

صاحب من! مجھے پیچھے خیال آیا کہ جو خط میں نے بھیجا تھا اُس کی اطلاع وہی سے ہیں تمہیں سٹیشن پر نہیں بلا سکتا تھا خیر تمہارے خط کے میرے پہلے جواب تو تم تک پہنچ گئے۔ مگر اسیوقت مجھے اپنی روانگی کا تعہّد معلوم ہوا جس وقت کہ میں روانہ ہوا اور خط جو لکھا ہوا رکھا تھا اسے خود ڈاک میں ڈالدیا میں ضرور تمہارے پاس ایک دو دن ٹھہرتا مگر بھائی گوردت سنگھ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے چھوڑ کر کہاں جاؤگے میں بھی ٹھہر گیا اور اُن کے ساتھ ساتھ لاہور چلا آیا۔ الحمدللہ یہاں سب کو زندہ پایا۔ اور اب سب کے مزاج مائل بصحت ہیں۔ تمیرا بچّہ تپ میں مبتلا تھا اُسے جلاّب دیا الحمدللہ کہ آج اُس کی دو باریاں ٹل گئیں یہ دونو بھائی بڑے غریب ہیں اور کیوں نہ ہوں آخر آپ کی تعلیم ہے میں اُن سے بہت شرمندہ ہوں کہ جیسے جی چاہتا ہے ویسی ان کی مدد نہیں کر سکتا آج اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے کئی خط گھر کو بھیجے ہیں مگر وہاں سے خط نہیں آتا معلوم ہوتا ہے کہ میرا خط وہاں

تک نہیں پہنچا۔ آپ منشی دنی چند صاحب کو لکھئے کہ وہ میرے گھر سے
خبر منگائیں اور ان سے کہیں کہ جاڑا قریب آیا ہے مجھے سرمائی کپڑے
بنانے ہیں اور شروع ماہ پر اب مدرسہ میں داخل ہوں گے کتابیں
بھی لینی ہیں اس لئے جس طرح ہو سکے غلہ رہیں بھیجدیں یہ تو انکا
پیغام تھا کہ تمام ہوا۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ نے میرے
خط کا جواب کیوں نہیں لکھا۔ مجھے بڑا خیال ہے اور بڑا تعجب ہے
دیکھتے ہی جواب لکھئے اور دیر کا سبب لکھئے اور پٹیالہ کا جو کچھ حال
معلوم ہوا ہو مفصل لکھئے۔ ابرو آداب کہتا ہے۔

چھٹی رساں یہاں آکر میں نے ایک نیا آدمی پایا۔ مجھے یہ بھی
شبہ ہے کہ شاید میرے خط گم نہ ہوتے ہوں۔ جواب جلد لکھئے۔ فقط

صاحب! آپ تو دور بیٹھے بیٹھے مجھے احمق بناتے ہیں۔ اصل بات
جو ہے وہ مختصر ہے سو لکھ چکا اب جھوٹے ڈھکوسلے آپ کے خوش کرنے

کو بتاؤں یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ بات وہی کہ ڈاکٹر صاحب بکم اکتوبر
تک آجائینگے۔ جبتک وہ نہ آئیں کچھ ہو نہیں سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے
کہ خلیفہ صاحب سے ہو سکے خط چٹھی جو ہو لکھوا لیجے آپ کو یہ ارمان نہ رہ جائے
اور ع شاید کہ ہمین بیضہ بر آرد پر و بال عنقا گردد
میر صاحب کی خدمت میں میری طرف سے تسلیم کہئے گا۔ مجھے
کیا خبر تھی کہ حضور یہاں اجلاس فرما رہے ہیں۔ آداب قبول ہو پٹیالہ
خط لکھو جناب سید شریف الحسن خانصاحب اور مقرب علی خان بہادر
اور جملہ حضرات پٹیالہ کو میری طرف سے تسلیم لکھنا۔ اور وہاں کا حال رطب
و یابس ہمیشہ لکھتے رہیگا۔ آغائے کلید بردار ہیچو گربہ بر سوراخ موش بیٹھے تھے
اپنی کرامات کو آپ خدا جانے کیا کیا کہہ رہے ہوں گے۔ ایک اور مجتہد
صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں میں تو اُن کے ڈر کے مارے نواب
کے ہاں بھی شملہ سے آکر نہیں گیا۔ میرے نزدیک زیبنده ہیں ان لوگوں
کے کہ جہاں جائیں دو وقتہ تر نوالے پلاؤ قورمے کے کھاتے ہیں اور

گٹھڑیاں باندھ باندھ کر نقد و جنس لے جاتے ہیں) وہ دلّی کے تباہی
زدہ زیادہ تر استحقاق رکھتے ہیں کہ نہ کوئی انہیں دیتا ہے نہ کوئی اُن میں سے
کسی سے مانگ سکتا ہے اور سینکڑوں فاقے گزرے جاتے ہیں ؎

پیران پارسا را من خوب می شناسم ؎

دونو لڑکے مزے میں ہیں حکم ڈپٹی کمشنری اسکی عرضی معہ رپورٹ
میر صاحب بوعدہ ۵؎ وظیفہ کل پہنچ گیا - میر صاحب سے عرض کر دیجئے کہ ۲ ر
محصول کے آپ غریبوں پر کیوں ڈالا کرتے ہیں؟ اب بسنت سنگھ کے
لئے کیا کرنا چاہیے - گورنمنٹ سکول لاہور میں داخل کر دیں یا یونیورسٹی
میں - اگر وہ یونیورسٹی پنجاب میں داخل ہوا - تو ضلع لودھیانہ کا وظیفہ کون
دیگا - اس کا جواب جلد لکھئے کیا کروں - ان کے لئے جزو اوّل جلد بھجوائیے
ہمیرا کو خدا خدا کر کے صحت ہوئی - یہ بے ڈھب بخار میں الجھا تھا گھر
میں اب صحت ہے - علی نقی کے دو بھتیجے ان کے ساتھ آئے تھے وہ
بیچارے الجھے ہوئے ہیں جب ڈاکٹر صاحب آئیں گے تو بعد گفتگو

کے اور عملدر آمد ان ہدایتوں کے کہ ممکن ہے جواب لکھونگا۔ اب مجھے
ضروری کام ہے بس معاف فرمائیے ۔ فقط

محمد حسین عفی عنہٗ
۲۶ ستمبر ۱۸۷۶ء

دونو لڑکے آپ کے بہت بہت آداب بندگی عرض کرتے ہیں

عزیز من زاد اللہ اقبالہٗ

بعد از دعا ہائے معلوم باد مجھے ان دنوں میں ایسا کام درپیش ہے
کہ دو تین دن تک ایک نقطہ لگانے کا ہوش نہیں مگر یہ امر بھی ضروری ہے
اس لئے مختصر لکھتا ہوں کہ آج مدرسہ کھلا ہے پرسوں ڈاکٹر صاحب
آئے تھے چنانچہ کل بھی میں اُن کے پاس گیا اور تمہارے معاملہ میں پھر از
سر نو گفتگوئیں ہوئیں پچواس کہاں تک لکھوں خلاصہ کلام یہ ٹھہرا کہ اچھا
وہ مجھے درخواست دیں کہ بے استماع لکچر ہائے معمولی کے مجھے اجازت
مختارکاری کے امتحان میں بیٹھنے کی ہو جائے میں چیفکورٹ کو لکھونگا

اور یہ غالباً منظور ہوگی۔ بعد اس کے وکالت کے لئے دیکھا جائیگا چنانچہ
اب جس قدر جلد ممکن ہو۔ ایک درخواست اس مضمون کی لکھدیجے کہ
جناب عالی ۔۔۔ میں فدوی نے امتحان داخلہ و امتحان فضیلت
زبان فارسی معہ ریاضی وغیرہ کے دیا اور پاس کیا۔ پھر قانون پر محنت کی
اور ۔۔۔ میں امتحان تحصیلداری کا پاس کیا۔ فدوی چاہتا ہے کہ امتحان
وکالت کا دے لیکن چونکہ ضلع لودیانہ میں مدرس مدرسہ سرکاری ہے
اس لئے اگر حسب شرائط لکچر ہائے معمولی سے لاہور میں حاضر ہو تو
نقصان عظیم روپے کا ہوتا ہے جس کا فدوی متحمل نہیں ہو سکتا۔ امید
وار ہوں کہ نظر بہ مراتب مذکورہ بالا اس قدر رعایت فدوی کے حق
میں ہو کہ امتحان مختاری میں بیٹھنے کی اجازت سرکار سے مرحمت ہو
واجب تھا عرض کیا۔ آفتاب دولت زیادہ باد۔
منصفی کی سفارش کے لئے بھی کوشش کرونگا۔ انشاء اللہ
خدا کرے کامیاب ہو۔ بسنت سنگھ کے لئے بھی میں نے کہا اور وہ

بھی انہوں نے وعدہ کیا۔

تم مجھے اس امر سے اطلاع دو کہ اور کوئی ہونہار اور محنتی طالب علم بھی ہے جو یہاں آنا چاہتا ہو اور تم بھی اس کیلئے یہاں ہونا چاہتے ہو۔ تم نے ابتک نہیں لکھا کہ بسنت سنگھ کے لئے پنجاب یونیورسٹی اچھی ہے یا گورنمنٹ سکول لاہور میں پڑھنا مناسب ہے۔ میں نے سررشتہ موقع دیکھا اس لئے لکھدیا۔ اور سمجھا کہ اگر منشی جی نے گورنمنٹ سکول کو بہتر سمجھا ہو تو یہاں سے الگ کر کے اُدھر ڈالدیں گے۔ اب حتی المقدور جلد ممکن ہو اپنی درخواست بھیجئے۔ میر صاحب قبلہ یعنی ڈپٹی صاحب کو تسلیم و اشتیاق قدمبوسی۔

سنا تھا کہ مقرب علی کچھ بیمار ہیں۔ میر شریف حسین جگراؤں گئے ہیں۔ جو کچھ حال اُدھر کے ہوں۔ ضرور لکھئے۔

محمد حسین عفی عنہ

۳۱۔ اکتوبر سنہ ۱۸۷۶ء

صاحب - خدا جانے یا تم بیہوش ہو - یا میں لکھنا پڑھنا بھول گیا - شکر گزاریاں تو اتنی اور مطلب کی بات کا پتہ بھی نہیں ہے - ہیں نے تین چار دن ہوئے ہاں ۳ - کو یہاں سے خط روانہ کیا - اس میں منجملہ اور مضامین کے اصل مطلب یہ تھا کہ صاحب نے وعدہ فرمایا ہے کہ مختاری کے امتحان کی اجازت لے لو - سماعت لکچر ہائے معمولی شاید ہو جائے - میں سفارش کرونگا اس صورت میں آپ کو چاہیئے کہ درخواست بھیجد یجئے

اب معلوم نہیں کہ یہ خط ہی ابتک نہیں پہنچا - یا کیا ہوا کہ جوابی خط میں آپ کچھ نہیں لکھتے کہ وہ درخواست صاحب کے نام الگ بھیجدی ہے یا بھیجیئے گا - بہتر یہ ہے کہ مجھے بھیجدیجئے میں خود پیش کر کے لکھوا دونگا - آیندہ جو کچھ کرے سو خدا - بسنت سنگھ کے چار روپئے وظیفہ کا صاحب نے وعدہ کر لیا ہے خدا چاہے تو ملیگا مگر آپ درخواست اس مضمون کی بھیجئے کہ میں . . . برس سے سررشتہ تعلیم پنجاب میں مدرس ہوں اور فی الحال بہ مشاہرہ صہ۵ روپیہ ضلع لودیانہ

میں مدرسِ اوّل ہوں میں نے علوم فارسی اور بقدر ضرورت عربی کی کتابیں تحصیل کیں اور علوم مروجہ حاصل کر کے فلاں درجے تک سر رشتۂ تعلیم پنجاب میں امتحان دیا۔ فلاں فلاں درجہ پاس کئے بسنہ فلاں۔۔ ۔۔ میں امتحان فضیلت فارسی کا یونیورسٹی پنجاب میں پاس کیا سنہ میں قانون یاد کر کے تحصیلداری کا امتحان پاس کیا۔ فدوی چاہتا ہے کہ امتحان قانون کا دیکر وکالت کی سند حاصل کرے مگر حسب شرائط حمایت قانونی کے اگر ساعت لکچر میں شامل ہو تو مصارف عظیم عاید ہوتا ہے کہ میری غربت و حالت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی علاوہ بریں عہدہ سے رخصت نہیں مل سکتی۔ لہذا امیدوار ہوں کہ بنظر حقوق مذکورہ بالا اس قدر رعایت فدوی کے حال پر کی جائے کہ سماعت لکچر۔۔۔ سے فدوی معاف ہو اور اگر امتحان وکالت میں ممکن نہ ہو تو امتحان مختاری میں بیٹھنے کے لئے فدوی کو اجازت ہو جائے۔ فدوی کی گذشتہ محنتیں اور ان کے امتحانوں کی کامیابیاں غالباً اطمینان دیں گی۔ کہ جو کچھ میری نظر سے گذرتا ہے

بغیر سمجھے نہیں رہتا۔ فدوی نے حضور کے امتحان میں سند انٹرنس اور فضیلت فارسی کی حاصل کی ہے۔ اور لوگوں نے معزز عہدہ سر رشتۂ مذکور سے اور اس کی سفارش سے حاصل کئے لیکن فدوی نے سوائے ایک سند کے اب تک حضور سے کچھ نہیں پایا۔ فدوی کا حق حضور پر ہے اور حضور کے سوا کوئی وسیلہ بھی نہیں رکھتا۔ آئندہ حضور مالک ہیں +

یہ چند کلمہ لکھکر میں نے خامہ ڈالدیا ہے۔ تم اسے درست کرلینا اور جو جو باتیں اور بڑھانے کی ہوں وہ بڑھا دینا اور عرضی جلد مجھے لکھکر بھیجدو۔

۹۔ اکتوبر ۱۸۷۶ء

عزیز من!

بعد از دعا معلوم باد تمہارے خط بتینک۔ پہنچے مگر میں کیا کروں کہ یہاں کوئی بات ایسی نہیں ہو سکی جس کی تمکو خبر دیتا۔ دل شکستگی کے سبب سے کچھ لکھنے کو جی نہ چاہا۔ سبب اس کا بھی وہی ہوا۔ یعنی کچھ تو

حرامزادوں نے حرمزدگی کی۔ کچھ ڈاکٹر صاحب کو یہ بہانہ ہاتھ آیا کہ میری آجکل چیفکورٹ والوں سے مخالفت ہے اور وہ اس معاملہ میں کوئی اور نیا قاعدہ باندھا چاہتے ہیں جب اس کا بندوبست ہو جائیگا تب جیسا مناسب ہوگا ویسا کیا جائیگا بس اب سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ متوقع کسی لطیفہ غیبی کے ہو کر بیٹھئے اور اللہ اللہ کئے جائیے باقی سب طرح خدا کا فضل ہے۔ ابرو آپ کو تسلیم کہتا ہے اپنے مدرسے کے لڑکوں کو مدرسوں کو میرا بہت بہت سلام کہنا میں آجکل نہایت عدیم الفرصت ہوں اور فرصت ہوتی تو کیا کر سکتا تھا۔ کہیں ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ خداوند عالم کہ قادر مطلق ہے وہ ان لوگوں کو تو ٹوٹے تو کام اس کے بندوں کے چلیں۔ فقط

محمد حسین عفی عنہ
۱۲۔ دسمبر ۱۸۷۶ء

عزیز من زاد اللہ اقبالکم۔ بعد از دعا ہائے فراوان معلوم باد

کہیں تم سے نہایت شرمندہ ہوں کہ باوجود وعدہ کے تم کو خط نہ لکھ سکا
آخر تمہارا محبت نامہ پہنچا - اور اس میں تم نے وہ کچھ لکھا کہ مجھے اور زیادہ
تر شرمندگی ہوئی - خدا تم کو کامیابی دونو جہان کی نصیب کرے اور
افکار دنیاوی سے نجات دے - یہاں کا حال یہ ہے کہ صاحب رجسٹرار
سے دریافت کیا گیا تھا - انہوں نے کہا کہ دوسری کو کمیٹی کے طور
پر جلسہ ہوگا - اس میں سب درخواستیں پیش ہوں گی مجھے بباعث
کاغذات سالانہ کے بڑی کم فرصتی ہے مگر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تین
دن تک تمہیں اور بچوں کو انتظار میں سرگردان کروں - اسلئے جسطرح
ہو سکا یہ دو کلمہ لکھدیئے انشاءاللہ بروقت حصول جواب فوراً اطلاع
دونگا - یا مولی جواب باصواب ہو -

جو پرچے تم نے بھیجے وہ بھی ابھی اسیطرح برہان میں رکھدیئے ہیں
لگانے کی فرصت نہیں مگر کیا ہوں دل سے ہزاروں دعائیں تمکو
اور تمہارے بچونکو نکلتی ہیں بسنت سنگھ اور مہتاب سنگھ کو خدا

سعادت دارین نصیب کرے میری طرف سے انہیں بہت بہت دعا کہنا۔ میری طبیعت اور تو سب طرح اچھی ہے مگر دل اُلٹ پلٹ رہتا ہے۔ دعا کرو کہ خدا صحت دے۔ میر صاحب قبلہ کا فرمانا درست ہے۔ میں بھی اب اس معاملہ میں سوچ رہا ہوں مگر بتاؤ کہ کیا کروں + ایک تو یہ کہ ضیافتیں کھانے سے توبہ کروں۔ وقت ضرورت اکیلی دُکیلی جگہ ہوں تو کھانے میں شرکت کیا کروں یا یہ کہ صورۃً و معناً توبہ کروں۔ تم جانتے ہو کہ مجھے کس کس طرح اور کہاں کہاں پھرنا پڑتا ہے پس رستوں میں اگر ایسا کروں گا تو زندگی مشکل ہو جائیگی انسان جو کچھ ارادہ کرے سوچ سمجھکر کرے یہ بڑے نازک عہد ہیں منشی ذکاء اللہ صاحب کا جواب میرے پاس آیا۔ تمہارے پاس بھی پہنچا ہوگا۔ اخباروں کا حوالہ دیتے ہیں کہ چھپ چکا ہے ان میں دیکھ لو +

آغا آبرو تمہیں آداب و بندگی کہتے ہیں۔ والدعا

محمد حسین عفی عنہ

۳۰۔ نومبر ۷۵ء ۶ بجے

عزیزمن زاد اللہ اقبالکم۔ بعد از دعا معلوم باد۔ عمامہ کے لئے
بیشک سفید چادر نصف لے لو طولانی یعنی عرض ہیں سے پھڑوا کر۔ مگر
ابھی نہ رنگواؤ نہ کنارہ لگواؤ۔ ایک دو برس سفید باندھنے دو۔ پھر انشاءاللہ
رنگوا کر کنارہ لگالیں گے۔ ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ رام پور پیر کی چادریں
وہاں آتی ہیں وہ اس کام کو بہت خوب ہوتی ہیں۔ خیر وہ سب آپ
کی صلاح پر محوّل ہے۔ میری طرف سے اتنا ہے کہ نہ رنگواؤ نہ کنارہ لگواؤ

چادر جوڑہ ۲ گزہ بیشک ۳ تک یا ایک دو زیادہ تک لیلو
خفتان وغیرہ کے لئے دو تین گز کا ٹکڑا چادر پشمینہ کا عنایت کیجئے
(اب جس طرح آپ کہیں گے اسی طرح بولونگا) ڈاکٹ ہائے مختلف الطالب
کا حال اور دستخطوں کا حال کسطرح کا رسٹیفن صاحب سے کہوا وادہ
اُن سے ڈاکٹر صاحب کو لکھواؤ کہ یہ کون کون سے اہلکار تم نے
بہم پہنچائے ہیں جو تمہیں بدنام کرتے ہیں اور یہ اہلکار یہ بھی مشہور
کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو ہم نے رجسٹراری دلوائی ہے اور یہ کہ

صاحب کو نکلوایا ہے اگر اس وقت کے اسرار ہم ڈاکٹر صاحب کو نہ
بتاتے تو وہ بھلا کیا کر سکتے تھے اور برک صاحب کو کب نکلوا سکتے تھے
میری دانست میں ان ڈاکٹوں کو ابھی تم پیئے ہوئے بیٹھے رہو اور
ڈپٹی کمشنر سے جو کچھ ہو سکے وہ لکھواؤ اور مجھے اطلاع دو۔ پھر جیسا کچھ ہوگا
صلاح کر کے کریں گے مگر ان دونو ڈاکٹوں کو بہت احتیاط سے اپنے
پاس رکھو اس کا ایک عجیب لطیفہ نکلیگا کیونکہ تم کو پہلے یہ لکھا کہ تمہاری
سفارش چیفکورٹ کو کی گئی اور وہاں کچھ نہیں لکھا عجب بچونکا کھیل
ہے اپنے والد کو میرا اسلام کہنا اور جو خریدنا ہو خاطر جمع سے خریدو
گھبراہٹ کیا ہے کوئی آبرو کا بیاہ تو سر پر نہیں۔ اب نہیں پھر سہی پھر
نہیں پھر۔ اگر جاہئے دہلی کے سبب سے اب کچھ مہنگا ہو تو ملتوی کر دو
ماسٹر بھیروں پرشاد کو میں نے لکھا تھا۔ خدا کچھ اثر دے۔ رسالہ
کے التوا کے بارے میں لکھنا کہ رک مبٹرک صاحب سے کہنا کہ
مولوی محمد حسین کوشش تو بہت کرتے ہیں مگر چونکہ ڈاکٹر صاحب کا

ان سے دل صاف نہیں اثر نہیں ہوتا - یہ ضرور ضرور کہنا -
ڈپٹی صاحب کو تسلیم کہنا چلتے ہوئے کرک میٹرک صاحب
کی ملاقات کا حال اور ڈپٹی کمشنر کی سفارش کا حال مجھے ضرور
ضرور لکھکر جانا اور جو کچھ ہوتا رہے اس سے ذرا ذرا اطلاع دینا
یا جاکر لکھنا - اور کرک میٹرک صاحب سے یہ ضرور کہنا کہ ڈاکٹر صاحب
مولوی صاحب سے صاف نہیں - کیونکہ انہیں یہ خیال ہے کہ وہ ڈاکٹر
صاحب کے طرفدار ہیں - اسپر جو کچھ وہ کہیں وہ بھی مجھ سے کہنا +
اللہ سے پوچھو اگر وہ کہیں تو ایک انگریزی چٹھی ڈاکٹر صاحب
کو اس مضمون کی لکھوا دو کہ دو ڈاکٹ ایک اس مضمون کا دوسرا
اس مضمون کا جس کے لفافہ پر منشی کے بھی دستخط ہیں متعاقب
بھیجے - اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں اور کیا سمجھوں - اس لحاظ
سے ڈپٹی کمشنر صاحب کو نہیں دکھاتا کہ مبادا تیسرا ڈاکٹ اس
کا بھی ناسخ پہنچے - فقط

مگر صاحب سوچ سمجھکر لکھنا ایسا نہ ہو جلکر بگڑ جائے تو اور کچھ خرابی کرے
یا چپکے بیٹھے رہو۔ کچھ لکھو لکھاؤ نہیں۔ ہاں کارسٹیفن صاحب سے
ہو سکے تو لکھوا دو +

عزیزمن۔ میرے دل پر یقین ہے کہ تمہارے دل پر کیسے اضطراب
گذر رہے ہوں گے۔ مگر یہ بھی خیال ہے کہ تم کتنے ہو گے کہ محمد حسین کو
کیا غرض ہے جو خیال رکھا ہو گا +

میرا یہ حال ہے کہ باوجود کثرت پریشانی اور شدت جنون کے ایک
لحظہ اس تلاش و کوشش سے خالی نہیں مگر کوئی بات اس وقت تک قابل اطلاع
نہ تھی۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ تمہاری ذیل کے تھے سب کے باب
میں منظور و نامنظور جو ہونا تھا ہو گیا۔ مگر تمہارے باب میں کچھ معلوم نہیں +
مجبوراً ایک عرضی اور خدمت میں صاحب رجسٹرار یونیورسٹی کے
تمہاری طرف سے لکھکر دی ہے کہ آپ پھر اس باب میں رجسٹرار چیفکورٹ

کو لکھیں تاکہ کچھ حال تو معلوم ہو۔ اسی قدر چاہیے تھا وہی تمکو لکھدیا اور اس میں یہ بھی مطلب ہے کہ تمہیں معلوم رہے کہ تمہاری طرف سے میں نے عرضی دی ہے یعنی تمہاری طرف سے مجھے اجازت ہے کہ مناسب حال تحریر کرتا رہوں اور میری کوئی تحریر تمہارے اس معاملہ میں بمنزلہ تمہاری تحریر کے ہے۔ فقط

محمد حسین عفی عنہ
۶۔ دسمبر ۱۸۷۸ء

صاحب من!

ہزار لعنت ہے مجھ پر کہ تم جیسے شخص کو ایسے اضطراب میں ڈالتا ہوں اور لاکھ لعنت ہے میرے اعمال و اشغال پر کہ مجھے ایسے عالم میں ڈال رکھا ہے کہ جو جی بھی چاہتا ہے اور واجب و فرض عینی ہے وہ کر نہیں سکتا۔ بھائی تم تو سمجھے ہو مگر تمہیں میرے حال کی بھی خبر ہے داڑھ میں درد تھا۔ وہ زیادہ ہوتا گیا۔ پھر ریزش اور بخار نے پانچ

دن سنایا۔کل سے ذرا آرام ہے منشی نے ڈاکٹ روانہ کرتے ہی مجھے
اِطّلاع دی تھی پھر میں نے کہا کہ اب خط لکھنا فقط تم سے شکریہ بیجا مانگنا
ہے مطلب تو حاصل ہوگیا۔ باقی رہا وہاں کا جواب سو وہ ابھی آیا نہیں
میں گوش بہ آواز اور گربہ سر سوراخ موش بیٹھا ہوں۔منی آرڈر ہمیشہ کچھ
عرصہ کے بعد یہاں وصول ہوا کرتا ہے۔چنانچہ مجبور بے وصولی کے کل
رسید بھیجدی۔تمہارے لڑکوں نے کھٹنے تک جو جو قدم زمین پر رکھے
وہ میرے سر اور آنکھوں پر رکھے۔انہیں میری طرف سے دعا کہو اور
معافی طلب کرو۔لغات کی تالیف کے طعنے کیوں دیتے ہو۔تمہاری نظر
لگ گئی اس دن سے ایک حرف لکھا ہو تو قسم لو۔امتحان کی خوش
اسلوبی سے کمال خوشی ہوئی۔خدا تمہاری محنتوں کو ہمیشہ کامیاب اور
مثمر خیر و برکات رکھے۔تم نے خوب کیا کہ نام لکھ دئیے۔مجھے فقط
پہلا نام یاد تھا۔میں بھی یہاں اس کے لئے بندوبست کر رہا ہوں۔
تمہارے پیارے ملا کا بڑا پتلا حال ہو رہا ہے۔۱۲ دن سے باری

کا بخار آتا ہے زرد ہوگیا جیسے ہلدی۔ کھانسی دم نہیں لینے دیتی اور
ناک بند ہے۔ سانس نہیں لینے دیتی۔ سیدین شریفین کو مبارکباد لکھونگا۔
یقین تو ہے کہ حیران ہوں گے کہ اسے کدھر سے خبر پہنچی۔

لارے میاں ملّا کے لئے دُعا کرو کہ خدا اُسے شفا دے اور عمر
دراز بہ علم و اقبال عطا کرے مجھے اس کا بڑا خیال رہتا ہے۔ والد
مرحوم کے نام پر اس کا نام رکھا ہے۔"

عزیز من حفظکم اللہ ابا لکم و احسن اللہ حالکم

بعد از دعا معلوم باد ؎

رضا بہ دادہ بدہ وز جبیں گرہ بکشا
کہ بر من و تو در اختیار بکشودند

حال معلوم ہوا اور نہایت رنج ہوا مگر کیا کیجے کہ دیہاتی اور قصباتی مدرسے
دو عملے نہیں ہیں نہ فقط دائرکٹری کے ماتحت نہ فقط ضلع کے۔ اب

اب چند روز صبر کرنا چاہئے۔ ع

مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

میں نے لودیانہ کو خط لکھا ہے۔ اور جب وہ یہاں آئیں گے تو انشاءاللہ زبانی بھی کہونگا۔ اللہ زبان میں تاثیر دے اور تمہیں صبر دے اور ایسی حالت نہ پیش لائے جس میں صبر کی ضرورت پڑے۔ فقط والدعا

۱۴۔ مئی ۷۵ء

عزیزمن بہ ترقیات نشائیں کامیاب باشند

کوئی بات خوشی کی نہیں پیش آتی عجب موقع ہے خدا اپنا فضل کرے اور ہمارے گناہ معاف کرے اس وقت منشی کرم الہی کے خط سے معلوم ہوا کہ درخواست نامنظور ہے اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں نواب صاحب یہاں تبدیل ہو کر انبالہ سے آگئے ہیں اُن سے مل کر کہونگا شاید کوئی رستہ نکل آئے اگر یہ بھی نہ ہو تو میرے نزدیک اس پر

لعنت کرنی چاہئے اور تم الہ آباد میں جا کر امتحان دیدو۔ ماسٹر وہاب الدین بھی ۱۳۔ کو روانہ ہونگے تین مہینے وہاں رہکر یاد کریں گے اور پھر امتحان دیں گے۔

یہاں کوئی اشتہار علیحدہ نہیں چھپا۔ سب کلنڈر میں موجود ہے وکالت چیف کورٹ کا امتحان یونیورسٹی سے متعلق ہے بجرد کامیابی سند وکالت عدالتہائے ماتحت کی مل جاتی ہے۔ پانچ برس کے بعد وہی سند سند امتحان وکالت چیفکورٹ کی ہوجاتی ہے۔ یہ بھی کلنڈر میں لکھا ہے +

میرے پیارے دو خط تمہارے برابر پہنچے خدا تمہیں خوش رکھے اور آیندہ تمہاری دعاؤں میں اثر دے۔ مگر ملا باقر عید کے دوسرے دن صبح کو سات بجے مرگئے۔ خیر۔ خداوند عالم آیندہ کو خیر رکھے۔

میں نے اسی وقت خبر نامنظوری امتحان کی پائی اور فوراً جواب لکھا۔ انشاءاللہ نواب سے اور ماسٹر وہاب الدین سے

مل کر پھر جو کچھ مناسب ہوگا وہ لکھونگا اللہ تمہیں خوش رکھے +

محمد حسین غفرلہٗ

۹- نومبر ۱۹۵۸ء

عزیز من - بعد از دعا معلوم باد - میں تم سے نہایت شرمندہ ہوں حال تو بہت کچھ ہے مگر لکھنے میں آ نہیں سکتا - خدا خیر و عافیت سے ملائیگا تو سناؤنگا - اچھا اب پھر سر سے سے چلتا ہوں - وہ تو تمہیں یاد ہوگا جب میں نے لکھا تھا کہ بس اب خاموش بیٹھے رہو جبتک کوئی لطیفۂ غیبی آشکار ہو کیونکہ اب یہاں راہ تدبیر مسدود ہو چکی ہے چند ہی روز بعد امتحان شروع ہوئے اور شیاطین جو اپنے اقتدار وں پر گھمنڈ رکھتے تھے انہوں نے کھلے بندوں ہاتھ رنگے میں اس کے نتیجہ کا منتظر ہوا کہ اب مفصل خط تمہیں لکھونگا مگر وہ مقدمہ باوجود استقلال افشا ہونے کے گاؤ خوردہ ہو گیا معلوم ہوا کہ صاحب ان لوگوں کے حامی خدا جانے کس طرح ہیں کہ کوئی بات اب اُن پر کارگر نہیں ہوتی

اچھا وہ جانیں ہمیں کیا۔ جو جیسا کریگا ویسا پائیگا اور ضرور پائیگا۔ کیونکہ پانا چاہئے تھا اور نہیں پایا۔

مرزا جوّاد کی زبانی معلوم ہوا کہ تم نے مجھے محرّم سے پہلے خط لکھا تھا۔ اور اس میں اپنے آنے کے بارہ میں لکھا تھا۔ خدا گواہ ہے کہ مجھے وہ خط بالکل نہیں پہنچا۔ بھلا ایسا خط آتا اور میں کچھ بھی جواب نہ لکھتا۔ تمہارے ملنے کے بہانہ مانگتا ہوں۔ ایسا موقع مجھے کہاں؟ مجھے اس کا نہایت افسوس ہے مگر کیا کیجے کہ وہ وقت نکل گیا ہمیں ان دنوں صدمۂ عظیم ہوا وہ یہ کہ میری پھوپھی صاحبہ جنہوں نے مجھے پالا تھا اور جو ہمیشہ سے گھر کی مالک تھیں۔ ان کا انتقال ہوگیا وہ نہایت نیک تھا اور خوش اوقات تھیں۔ انکے سبب سے دل بڑا قوی رہتا تھا+ اچھا جو اللہ کی مرضی وہی مالک ہے گھر میں اندھیر نظر آتا ہے اور وحشت ہوتی ہے مجھے اترسوں بخار ہوا تھا۔ کل نہیں ہوا۔ آج ہوا مگر اس سے کم۔ اللہ اپنا فضل کرے۔ گھر میں گلا بہت دکھتا ہے

غرضکہ عجب حال ہے۔ آبرو آپ کو آداب عرض کرتا ہے اپنے مدرسہ کے طلباء تک سب کو سلام و دعا کہنا۔ میر صاحب کو تسلیم جب سے اب تک کی تواریخ مفصل لکھئے۔ یہاں چار دن ہیں مولوی سید شریف الحسن خانصاحب قافلہ زائرین کے استقبال کے لئے آنے والے ہیں خدا جانے سچ ؟ پٹیالہ کا حال کچھ معلوم نہیں اخبار نواب چپ چاپ ہیں۔ غالباً طرفین بھی اب چپ چاپ ہو گئے ہوں گے . . . . . . کہتے ہیں کہ چھٹ گیا۔ ذرا اس کا حال بھی لکھنا۔ اس کا خط میرے پاس آیا۔ مگر حیران ہوں کہ کیا کروں۔ میں نے اسے خط اس لئے نہیں لکھا کہ اس کا مجھے پتہ نہیں معلوم تھا کہ بخط راست جواب لکھنا ؂

۲۷ فروری ۱۹۳۱ء

۱۰۔ مارچ ۱۹۳۱ء یوم شنبہ

صاحب۔ آپکو تو خدا جانے کیا ہو گیا ہے اکار سٹیفن صاحب

کی خبر پوچھتے ہو! بھائی! میں کہہ چکا کہ یہاں وہابیوں کی عملداری
فرعونی ہے۔ باقی تمام بندگان خدا کا رزق یونیورسٹی سے اُٹھ گیا۔ عجب
عالم ہے۔ حال لکھنے کے قابل نہیں۔ تم آؤ تو زبانی کہوں۔ دفتر کے
دفتر ہیں۔ فقط غائبانہ لطف و عنایت جو لوگ کرتے ہیں اُن کی زبان
بندی آسان ہے۔ اب میں اُسے کچھ لکھنے ہی کا نہیں مگر مہربانی کر کے
یہ ضرور مجھے لکھنا چاہئے کہ فی الحال کیا کیا زبان مبارک سے سنا۔
عمدۃ البیان کچھ سند ہی چیز نہیں۔ اگر اس کے بموجب کچھ کسی سے تقریر
کرو تو کوئی تسلیم نہ کریگا۔ لیکن اب مجھے حال معلوم ہو گیا۔ انشاءاللہ
کوئی فارسی کی معتبر کتاب اسی طرح کی ہاتھ آئیگی تو لے لونگا۔ تم خاطر
جمع رکھو یہ اگر کچھ کام کی ہے تو ان نیم خواندہ لوگوں کے لئے ہے
جو کہ اردو ہی پڑھ سکتے ہیں اور بس۔ اب پھر اصلی مطلب پر آتا ہوں
کہ یونیورسٹی سے دست بردار ہونا چاہئے جب تک کہ کوئی لطیفہ
غیبی نہ ظاہر ہو اور خدا سے ہر وقت اُمیدوار رہنا چاہئے وہ کار

ساز حقیقی ہے انشاءاللہ ڈپٹی کمشنروں یا انسپکٹر سے کسی راہ چلتے سے
کام بنا دیگا - قادر مطلق کو یاد کئے جاؤ اور ساتھ ہی یہ بھی کہے جاؤ کہ ان
ظالموں کی بھی خبر لے - آجکل انتہائی درجہ کی خود مختاری ہے - میں بھی
روز ریل سٹیشن پر جاتا ہوں - ملتان کی ریل چھ سات بجے صبح کے
درمیان میں آتی ہے مگر ان حضرات کو ہماری نیاز اور عقیدت پر کب
نظر ہے - اچھا ہمیں تو اپنے دل سے کام ہے ؎

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

میرے گھر میں گلے کے درد سے بڑی تکلیف ہے میرے
بھی گلے میں درد ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گرمی اور خشکی سے ہے
دودھ ملائی مکھن فائدہ کرتا ہے - واہ وا بیماری بھی کیا مزے کی ہوئی ہے
بس اور کیا کہوں -

ہاں صاحب ڈاک اب چلتی ہے - اپنے سب مدرسوں اور

طالبعلموں کو نام بنام سلام کہیے گا۔ اجی ہاں صاحب وہ چادر جوڑہ نہ بھولیے گا جب موقع ہاتھ آجائے ایک جوڑہ اور ایک عمامہ ضرور لیے لیجیئے گا "۔

۱۰۔ اپریل ۱۸۴۸ء یوم شنبہ

"ارے میاں کیوں مجھے جلاتے ہو۔ بھلا میں اُڑ جاؤنگا؟ مگر کرو کیا کہیں جانتا ہوں تم بلکہ اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ وہاں کام حد سے گزر لیا ہے اسی واسطے جی بیزار ہوگیا۔ اب اور ہاتھ ڈالنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اچھا آپ ان سے لکھوائیے مجھے اتنی بھی امید نہیں کہ اس انگلی کرنے سے اسے ذرا خبر بھی ہو۔ مگر اچھا ہے لکھوانا چاہیے اور بلکہ برابر انگلیاں ہوتے جائیں تو اچھا ہے۔ بھلا اثر نہ ہوگا تو ایک مضحکہ تو ہوگا مگر مضحکہ بھی غیرت والوں کے لئے کچھ اثر رکھتا ہے" صاحب بہادر بے غیرتی کے بھی بہادر ہیں۔ لالہ دنی چند! میں بیزار ہوگیا اس لئے کہ مایوس ہوگیا۔ اور میرا قاعدہ ہے کہ جب میں مایوس

ہو جاتا ہوں تو بیزار ہو جاتا ہوں۔ پھر اُدھر سے بالکل قطع کر دیتا ہوں
یہاں تک کہ اس رنج کے مارے تمہیں بھی خط نہ لکھا کہ کیا لکھوں خاک
لکھوں جو کچھ غم و غصہ اس معاملہ میں میرے دل پر ہے میں ہی جانتا
ہوں۔ مگر کیا کروں کہ کچھ ہو نہیں سکتا میں تو یہی جانتا ہوں کہ کچھ ہو نہیں
سکتا۔ اچھا تم ہمت کرو شاید کچھ ہو جائے۔ نپولین شہنشاہ فرانس
کا ایک مقولہ ہے کہ دنیا میں ایسی کوئی چیز ہے کہ جو نہ ہو سکے۔ ہمت
اور تدبیر شرط ہے۔ میں نے یہ خط اسیدن لکھکر رکھ چھوڑا تھا اور چونکہ
مولوی شریف حسین صاحب کی روز آمد آمد ہے۔ اس لئے یہ خیال تھا
کہ کل آجائیں گے تو اُن کو رسید لکھکر روانہ کرونگا۔ آج ۲۹ تاریخ ہو
چکی۔ وہ نہ آئے مگر اتنی بات قابل اطلاع معلوم ہوئی کہ ماسٹر بھیروں
پرشاد ۲۵۰ روپیہ پر ہشیار پور گئے۔ ماسٹر ٹھاکر داس لودیانہ گئے اینگلو
بورڈنگ سکول کھولینگے۔ نورمل کالج لاہور میں بنے گا۔ ماسٹر صاحب
دہلی کالج کے ٹوٹنے تک لاہور میں آکر اس کے پرنسپل ہونگے یا

سپرنٹنڈنٹ کہلائیں گے دہلی کالج میں ایک مختصر سا سکول نورمل کا رہیگا۔ جیسے سکولوں سے لڑکے پڑھ پڑھ کر کالج میں آتے تھے۔ اسطرح ان سکولوں میں سے پڑھ پڑھ کر لاہور میں آیا کریں گے بلکہ نئی بات اس میں یہ ہوگی کہ انگریزی والے بھی یہاں چندروز رہکر پڑھانا سیکھ لیا کریں گے پھر مدرسی پر جایا کریں گے۔ ماسٹر سری رام جو دہلی کے نورمل سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے وہ لاہور میں ڈک صاحب کے اسسٹنٹ ہوں گے میر شریف حسین صاحب کو غالباً آج ملتان میں بیٹھے ہوئے پانچ دن ہوئے ہفتہ کو لاہور سے روانہ ہوئے تھے سٹیشن پر پانچ گھنٹے بیٹھے رہے شہر میں نہیں آئے آج ۳۰۔ مارچ جمعہ ہے میر احمد حسین کہتے تھے کہ ملتان سے مجھے خط لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ تم ملتان میں چلے جاؤ۔ میر مراتب علی کے پاس دفتر کا کام اچھی طرح سیکھا جائیگا۔ وہ جائیں گے ذرا یہ بات جگراؤں تک پہنچا دینا۔ اپنے مدرسوں کو مہتاب سنگھ کو سری رام

کو دعا کہنا - آج اگر وہ آجائیں تو - نہ آجائیں تو ڈاک کے وقت لفافہ روانہ ہی کر دونگا - بھائی! وہ ملتان میں کہیں متعہ کر کے بیٹھ رہے ✦

عزیز اقبال نشان من نزقیات نشائتین روزی باد -

تم جگراؤں میں منتظر اور شاکی رہے ہوگے ہیں یہاں مضطرب اور شرمندہ رہا - مگر خدا گواہ ہے ڈر کے مارے نہیں لکھا کہ ایسا نہ ہو کوئی سن لے اور کہے کہ اب یہ خطوط بازیاں ہوتی ہیں! میرا حال پہلے سن لو - وہ یہ ہے کہ میں دلی میں تھا جو صاحب نے مجھے شملہ بلایا - خبر پہنچی کہ لاہور میں نہیں - فرمایا کہ جب آئے تو ادھر چلا آئے میں نے آکر لکھا کہ اس طرح موانع ہیں جس وقت فارغ ہوا حاضر ہونگا - جواب آیا کہ توقف کی اجازت ہے میں نے فارغ ہوتے ہی لکھا - جواب آیا کہ اب ہم خود اترنے والے ہیں تمہارے پاس وہیں کام پہنچے گا - چنانچہ میں لاہور ہی میں رہا - اور کہیں اور حرکت اس لئے بھی نہیں کی کہ بے ضرورت

پیسے کیوں خراب کروں انشاءاللہ جب مشرق کو جاؤنگا۔ آپ سے بے ملے نہ جاؤنگا۔ اور یہاں کا یہ حال ہے کہ حسب دستور نورچشم کو بلانا واجب تھا۔ چنانچہ بلالیا ہے۔ اُسے حضرات کی شفقتوں کا نہایت شکرگزار پایا ہے۔ اللہ ایسا ہی رکھے اور حضرات کے خطوط سے بھی خوشنودی مزاج ہی معلوم ہوتی ہے۔ خدا اُس کی توفیقات کو اور زیادہ کرے۔ مولوی شریف الحسن خان صاحب کا خط کوئی آیا ہی نہیں۔ بس بفور مراجعت لاہور جو کہ پٹیالہ سے ایک خط پر چند سطریں لکھ بھیجی تھیں وہی بھیجی تھیں خیر جو کچھ وہ لکھتے ہوں گے وہ باتیں آپ کے لکھنے سے معلوم ہو جائینگی۔

اجی ہاں صاحب وہ معلوم ہوا کہ سید حسین نے اپنا مقدمہ فتح کیا یا نہیں کیا۔ آپ کی دونو کتابوں کا حال دریافت کیا وہ یونہی ہیں کہ مارکلی صاحب کا ہدایت نامہ بندوبست چاہئے یا مالگزاری؟ ٹرلمٹ صاحب کا اصول دیوانی کوئی نہیں رہا سب بک گئے

یکم کو انشاء اللہ ہمارا مدرسہ کھلیگا۔ اپنے والد کو میری طرف سے بہت
بہت سلام نیاز کہئے گا۔

معلوم نہیں تم کبھی چھاؤنی انبالہ میں بھی جاتے ہو یا نہیں اور جاتے
ہو تو کباڑیوں کی دوکانوں کی بھی سیر کرتے ہو یا نہیں۔ وہاں سے
بعض دفعہ عجیب کتابیں کارآمد کوڑیوں کے مول ہاتھ آجاتی ہیں ہارجہ
کو ہم نے مدرسہ میں داخل کر دیا پانچویں جماعت میں لیا ہے چند کتابیں
لکھتا ہوں اگر ملیں تو ضرور لے لینا شکسپیر کی اردو ڈکشنری اردو
فارسی کے لفظ لیتا ہے اور انگریزی میں معنی دیتا ہے۔ رچرڈسن
عربی فارسی کی ڈکشنری۔ یہ بھی عربی فارسی کے لفظ لیتا ہے اور انگریزی
میں معنی دیتا ہے۔ اسی طرح پامر صاحب کی فارسی کی ڈکشنری فارسی الفاظ
انگریزی میں معنی۔ ویبسٹر ڈکشنری انگریزی الفاظ اور انگریزی
ہی معنی ہیں

کباڑیوں کے ہاں اگر یہ کتابیں ہوں اور سستی ہاتھ آجائیں

تو ضرور لے لینا۔ میں نے ایک دفعہ تین روپئے کو شکسپیر لی تین روپیہ
آٹھ آنہ کو رچرڈسن لی۔ وہ تو انگریز شاگردوں نے چھین لیں۔ اس وقت
مجھے ضرورت نہ تھی۔ اب میاں آبرو کے لئے درکار ہیں تو ڈھونڈتا
پھرتا ہوں۔

عزیز اقبال نشان من زاداللہ اقبالکم۔ بعد از دعا ہائے فراوان
معلوم باد جس دن سے اس معاملہ کی تحریک شروع ہوئی مجھے اسی
دن سے خیال تھا کہ لکھوں یا نہ لکھوں اور یہ بھی خیال تھا کہ جب وہ سُنیں گے
تو مجھے کیسا شرمندہ کریں گے اور مجھے بھی اس شرمندگی کو تسلیم کرنا پڑیگا مگر پھر
یہی کہہ لیتا تھا کہ ان سے شرمندہ ہو لینا آسان ہے مگر یہ معاملہ تم جانتے ہو کہ
نہایت نازک بات ہونٹوں سے نکلی اور کوٹھوں چڑھی خدا جانے
کیا اتفاق ہے۔ کاغذ ہے کس کی نظر سے گذر جائے اُن کی زبان
سے کوئی حرف نکل جائے پھر وہاں کا یہ حال کہ بفضل خدا امہات

اشغال مہینوں کے بعد ایک تحریک ہوئی پھر رہ گئی۔ میں کہتا تھا کہ خدا
جانے ہو کہ نہ ہو۔ خواہ مخواہ کہنا ضرور ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ کہ تم
سن چکے وہ دور اندیشیاں بھی کچھ بیجا نہیں۔ بھائی یہ معاملے بڑے نازک
ہوتے ہیں۔ پھر سب یہی کہتے ہیں کہ پہلے سے نہ سوچ لیا۔ دیکھتے نہ
تھے۔ لالچ میں آن کر گر پڑے۔ طمع نے آنکھیں بند کر دیں۔ خیر۔ پھر انہوں
تم بھی خوش ہو گئے جو کچھ کہ ہوا ہے خدا اچھا ہی کرے۔ یہ تصدّق آئمّہ
ہدیٰ ہیں نے دنیا کے ہزاروں تجربے کئے۔ مگر ان معاملوں میں بہت
خام ہوں اور ڈرتا بھی ہوں۔ اللہ میری ناتجربہ کاری اور بے عقلی پر
رحم کرے اور باحسن وجوہ سرانجام کرے اور ہمیشہ خیر و برکت شامل
حال طرفین رکھے۔ برائے خدا دعا کئے جانا۔

اچھا لو اب دنیا داروں کی رسمی باتیں تو ختم ہوئیں اب میں پھر
اپنے ہتھکنڈوں پر آتا ہوں۔ یہاں تم تو جگرانوں کے ارسطو ہو میں
تم سے سبق پڑھنا چاہتا ہوں مگر قسمت سے موقع نہیں پاتا۔ یہ بات

جو تم نے حاصل کر لی۔ تمہاری ہمت اور تمہارا ہی کام تھا۔ میں تو ہار کر بیٹھ
چکا تھا۔ اب جس طرح یہاں تک نوبت پہنچائی ہے آگے بھی منزل تک تم
ہی پہنچ جاؤ گے میں نے یہاں اب ایک دو شخصوں سے کہا ہے کہ ان
کی ہمت اور محنت اور سعی اس طرح برباد ہو گئی۔ اگر کوئی شخص بچارے کا
خیر خواہ ہوتا اور اس کی جیب میں خیر خواہ بنانے کا سامان ہوتا تو یہ
موقع کیوں ہاتھ سے جاتا۔ ڈاکٹر صاحب کی ۱۰۔ کو یہاں پہنچنے کی خبر ہے
فی الحال شملہ پر ہونگے۔ مگر رواروی میں ہونگے۔ میری دانست میں
ابھی کچھ بولنا نہیں چاہئے مگر یہ تحریریں جو تمہارے ہاتھ میں ہیں انہیں
بہت حفاظت سے رکھنا مجھ سے ڈاکٹر صاحب سے اب کی دفعہ
بڑی سخت طور پر جنگ ہوئی نہیں جانتا کہ اب پہاڑ سے اتر کر کیا رنگ
ہوتا ہے یا تو مہا بھارت کا بدھ ہوا یا گول مول ہو گئی۔ مجھ سے ملنے کو اگر
جی چاہتا ہوگا۔ تو آپ ان سے بھی اجازت لے لیجئے گا۔ ایک جی میں
آتی ہے کہ کچھ کچھ مضامین تین تین چار چار صفحہ کے دیکر رسالہ تصوّ

مڈل سکول کو اور رونق دیدوں - پھر کہتا ہوں کہ ایک دن یہ بھی
منحرف ہو جائیگا تو ناحق دل کو رنج ہوگا - انجمن قصور میں انوار الحق نام
ادیب تخلص ایک شخص دہلی کا رہنے والا حالی کا شاگرد اڈیٹر رسالہ
ہوگیا تھا وہی میرے برخلاف پنجابی اخبار میں لکھا کرتا تھا - کئی مہینے کے
بعد وہاں سے چلا گیا - ماسٹر پیارے لعل نے راولپنڈی نورمل سکو
کے ہیڈ ماسٹر کے پاس مترجم کروا دیا تھا - وہاں سے بدچلنی کی علت
میں نکالا گیا - آپ کے فرمانے کو توکل بخدا میں نے مان لیا - اور تعجب
یہ ہے کہ اور جن جن اشخاص سے میں نے کہا انہوں نے بھی یہی کہا
چنانچہ میں نے لکھ بھیجا ہے - اب دعا کرو کہ پروردگار عالم بتصدق
ائمہ ہدیٰ طرفین پر مبارک کرے - اچھا آپ نے رائے تو دیدی
اب اس کام کے لوازمات کا سرانجام کیجیے - (١) دو چوتہیاں جگراؤں
سے لیکر بھیجئے قیمت فی چوتہی صہ ر صہ تک (٢) چادر جوڑہ باحاشیہ
(٣) یک جبہ پشمینہ کشمیری کالا حاشیہ دار نمبر ایک کے لیے تو یقین

ہے کہ آپ اگر اپنے والد کو لکھ بھیجیں گے تو وہ ہفتہ دو ہفتہ میں مجھ تک بھجوا دیں گے۔ مگر نمبر ۲ و ۳ کے باب میں جو کچھ کہنا ہو فرمائیں اور روپیہ موجود سمجھئے ہیں شاید آپ کو لکھ چکا ہوں کہ ۸ ر ڈاکٹر صاحب والے مجھے وصول ہو گئے وہ گھر میں امانت رکھے ہیں۔ کہئے تو ٹکٹ بھیجدوں۔ موہبت عظمےٰ کیوں نقل کرواتے ہو جب آؤ گے مجھ پر شدید تقاضا کرنا ڈھونڈ کر نکال دوں گا + انشاء اللہ تعالیٰ ا ر

یکم جولائی ۷۷ء

عالیجناب من!

تسلیم۔ آپ کی عرضی نہ کرم الٰہی نے پیش کی نہ میں نے کچھ فائدہ ان کی تاکید میں دیکھا۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ یہ صاحب کچھ کرتے نہیں۔ نہ کسی قابل ہیں۔ البتہ ڈاکٹر لائٹنر صاحب ۹ مارچ کو آنے والے ہیں۔ اسوقت انشاء اللہ ضرور کچھ نہ کچھ صورت

معقول ہو گی۔ نواب صاحب کا یہ حال ہے کہ ۱۵۔ کو علاقہ پر چلے گئے جب سے نہ آئے ہیں نہ ابھی آنے کی خبر ہے۔ انشاء اللہ جس وقت آئے اسی دن اُن کی گردن پر چڑھ بیٹھونگا۔ اگر تم انہیں ایک عرضی لکھ بھیجو تو اور بھی اچھا ہے۔ میر امداد علیصاحب کی غزلوں میں مولویوں کے انتخاب کی کچھ ضرورت نہیں۔ ایک تو سرِ دیوان کی غزل اور چند غزلیں ان کے بعد کی لو۔ کہ وہ میں نے دوبارہ بھی دیکھی ہوئی ہیں۔ باقی اور غزلیں ایک نظر کی اِصلاح دی ہوئی ہیں۔

بسنت سنگھ اور برجو لعل کے لئے آج جاکر پختہ گفتگو کرتا ہوں اور پھر آپ کو لکھتا ہوں کسی قطعہ زمین وغیرہ کی تجویز ابھی تک آپ نے نہیں فرمائی۔ اس کا خیال ضرور رکھئے گا۔ لو صاحب میں پنڈت جوالاناتھ صاحب سے پھر مل آیا اور اُن سے دونو کی منظوری کروالی مگر میری رائے یہ ہے کہ پہلے ایک کو بھیجو۔ جب ۱۵۔ ۲۰۔ دن میں اس کے پاؤں جم جائیں تو پھر دوسرے کو بھیجو۔ اور یہ تم کو اختیار

ہے کہ جس کو چاہو پہلے بھیجو۔ اور اتنی بات اور بھی دیکھ لیجئے گا کہ وہ شخص نیک طبع ہو۔ نیک طبع کیا؟ اس سے یہ مطلب نہیں۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ مولوی متقی پرہیزگار ہو۔ پناہ بخدا ایسے سے تو میں بڑا ڈرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ ضرور دغا دیگا۔ آپ نے مجھے دیکھ لیا۔ کہ ہنستا ہوں ہر طرح تمسخر کرتا ہوں۔ مگر وہ خوشی اتنی ہی ہے اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہتی۔ بس وہ بھی اس قدر شگفتہ مزاج ہو تو ہرگز عیب نہیں۔ یہ اس واسطے میں نے لکھا کہ مکان گھر کے پاس ہے۔ اور جب میرے پاس ہوگا تو اتفاق سے کبھی کبھی دروازہ پر بھی آنا جانا رہا کریگا۔ اس لحاظ سے جسے آپ مناسب سمجھیں اسے پہلے بھیجیں۔ میر صاحب کو تسلیم کہئے گا آبرو اور خلیفہ محمد اکبر آپ کو آداب کہتے ہیں اور میرے گھر میں سب تمہارے لئے دعا کرتے ہیں ۔

محمد حسین عفی عنہ

۲۷- فروری سنہ ۷۶ء

میاں میرے ! تم تدبیروں کے رستم ہو۔ جو کوئی نہیں کرتا۔ سو تم کر گذرتے ہو۔ قسمت تمہاری کچھ زبردست ہے کچھ کمزور ہے تدبیر آدھی تو پوری پڑتی ہے آدھی ادھوری رہجاتی ہے۔ پرسوں کا ذکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے آپ کی عرضی میرے پاس بھیجدی میں دیکھکر حیران ہوا۔ چپراسی سے پوچھا کہ یہ کیا۔ کہا کہ صاحب نے لفافہ کھول کر اُسے دیکھا۔ اور کہا کہ مولوی صاحب کو دو۔ اور پوچھو کہ یہ کیا معاملہ ہے "خیر میں سمجھ گیا اور کاغذ لیکر رکھ لیا جب گھنٹہ بجا اور جماعت ادہر میرے پاس سے اُدہر ان کے پاس سے اٹھی تو میں وہ عرضی لیکر گیا اور سارا حال بیان کیا۔ ان کا اپنا حال یہ کہ انہیں ابتک خود رجسٹراری کا چارج نہیں ملا۔ اور بات منجھیلے میں پڑ رہی ہے۔ برک صاحب کا جی نہیں چاہتا کہ کام چھوڑے اس کے حامی ڈپٹی کمشنر کمشنر اور بعض جہان جیفکورٹ ہیں اور انہوں نے پہلے سے بندوبست کر رکھا تھا کہ اس سال کے کلنڈر

میں یہ بات قانون کر دی تھی کہ تین برس کے بعد حق رجسٹرار کا کچھ نہیں رہتا
اب ڈاکٹر صاحب کا کچھ حق نہیں۔ ہاں اگر مقدمہ خاص سمجھکر اور اصل
یونیورسٹی کے مقدمہ اور اس کی بنیاد پر نظر کرکے انہیں پھر کر دیں تو
کر دیں۔ اس کا یہ حال ہے کہ صاحب لوگ سب ان سے برخلاف
ہیں۔ حقوق جتائے کون۔ مگر یہ کہ کوئی بھی میری تعریف نہ کرے
تو میں آپ ہی اپنی تعریف کرنے لگوں مجھے کوئی ساعت نہ تھی کہ
تمہارے معاملہ کا خیال نہ ہو۔ چنانچہ کرم الٰہی سے کئی دفعہ ذکر آ
گیا۔ اور ڈاکٹر صاحب کے آنے پر بھی دو دفعہ ملا۔ اور یہ قرار پایا
کہ جب انہیں چارج مل جائیگا جب ہی اختیار سماعت کا ہوگا +
پس اسوقت پہلی پیشی میں تم ان کی عرضی کو پیش کرنا۔ اور سب حال
زبانی کہدینا۔ اگر وہ مجھ سے کچھ پوچھینگے تو میں بھی جو خدا کہوائیگا کہدونگا۔
مگر تم نے وہ چھاپہ مارا کہ ہمارے بندوبست کچھ بھی نہ کام آئے غرض
کہ تمہاری عرضی معہ نقول اسناد سب حال سن کر صاحب نے اپنے

پاس رکھ لی اور کہا کہ اب کی کمیٹی میں بحیثیت ممبری جاؤنگا - اور اسے
پیش کرونگا - آج کمیٹی ہے اور پھر کوشش ہے سینٹ کے بعد کچھ
حال معلوم ہوگا - منگل کو۔ میرا حال یہ ہے کہ جب ڈاکٹر صاحب آئے
تو میں اُن سے کالج ہی میں ملا - استقبال کو سٹیشن پر نہیں گیا - دوسرے
دن گھر پر بھی جا کر مل آیا - اس دن سے پھر گھر پر نہیں گیا - اور طریقہ
بھی رکھا ہے کہ گھر پر بے بلائے نہ جانا - اور زیادہ اختلاط نہ بڑھانا
ابھی تک تو وہ بھی سیدھے سیدھے چلے جاتے ہیں - میں بھی چلا جاتا ہوں آگے
کا خدا مالک ہے - اب آپ بدھ کے دن تک میرے خط کا انتظار
کیجئے - مجھے ان دنوں میں بواسیر کا خون بہت آتا ہے کوئی نسخہ
ہو تو دیجئے - سید نے ایک چھلا یہاں دیا تھا - وہ تو مفید ہوا تھا مگر
جاتے ہوئے وہ لیتا گیا - اور کہتا تھا کہ گھر سے جا کر بھیجونگا - وہ بھیجا
تو بے اثر ثابت ہوا - معلوم ہوا کہ یہ بے تکمیل تعمیل شرائط جاتا ہے -
عجیب کارخانے ہیں - کوتاہ اندیش بزرگواروں کے - اگرچہ اس خط

کا بھیجنا فضول ہے مگر تمہاری تشفی اور رفع کے لئے لکھ بھیجا۔ ۵ بجے صبح ہونے لکھا ہے۔ نظر ثانی کی نہیں۔ خدا جانے کیا لکھا گیا ہے۔ آبرو اور خلیفہ آپ کو آداب کہتے ہیں ؎

محمد حسین عفی عنہ

۲-۱ اپریل ۱۸۷۶ء

لو صاحب۔ آجتک انتظار میں خط لکھا ہوا رکھ چھوڑا۔ کہ جواب باصواب ملے مگر مشکل یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب خود ابھی تک رجسٹرار سے محروم ہیں۔ اپنے لئے کوشش کر رہے ہیں اور کارگر نہیں انہوں نے عرضی آپ کی کرم الٰہی کو بند کر کے دیدی کہ اسے کمیٹی میں پیش کر دو۔ اسنے حال بیان کیا۔ فرمایا کہ پھر میں کیا کروں میں تو رجسٹرار نہیں۔ کرم الٰہی نے مجھ سے بیان کیا۔ میں نے کہا کہ خوب کیا تم نے کمیٹی میں پیش نہ کی۔ خدا جانے وہاں سے کچھ الٹا سلٹا حکم ہو جاتا تو اور مشکل ہوتی۔ مجبور آج یہ خط روانہ کرتا ہوں ؎

۱۴-اپریل ۱۸۷۶ء

صاحب۔ کیا کہوں۔ پتھر کی چھاتی اور لوہے کا کلیجہ کر لو۔ تو جب میرے خط کو پڑھو اور مجھ سے خط و کتابت کرو۔ خلیفہ جی جب پونے تین مہینے کے ہوئے تو انہیں بھی ملا صاحب کے پہلو میں جا کر سلا آیا ہوں۔

رضا بہ داد بدہ و از جبیں گرہ بکشا
کہ بر من و تو در اختیار بکشودند

ڈاکٹر صاحب رجسٹرار کمیٹی کا رکن ہیں منظور ہو گئے۔ مگر سینٹ میں ہونے باقی ہیں۔ اس لئے ابھی کام نہیں کرتے۔ خیر۔ انتظار رہی کے لئے ہم لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ گرو کے معاملہ کے لئے استخارہ دیکھا تھا منع آیا۔ مولوی منقرب علی ۳۰ روپیہ مہینہ کے پٹیالہ میں نوکر ہو گئے وہاں بیٹھے رہیں گے۔ اور اپنے اخبار کے مسودے لکھا کریں گے۔ ہزار ہزار شکر ہے۔ اس زمانہ میں اتنا کسی کو کہاں نصیب ہے۔ باقی اور نہیں جانتا کہ کیا لکھوں۔ ڈاکٹر صاحب یہاں سے

اتوار کو یعنی پہلی مئی کو روانہ ہونگے یقین ہے کہ پیر کو دس بجے لدھیانہ سے گذرینگے۔ پیرسن کام کرینگے کالج میں ڈاکٹر صاحب آئے ہوئے ہیں اسلئے کہیں میرا آنا جانا نہیں ہوسکتا۔ آگے جو کچھ مشیت اللہ ۔

محمد حسین عفی عنہ
۲۷- اپریل سنہ ۱۸۷۶ء

عزیز من! بعد از دعا ہا ے معلوم باد کہ یہاں کے جو حالات ہیں وہ ایسی پیچیدہ داستانیں ہیں کہ اگر شرح کشاف کو لفافہ کر کے بھیجدوں تو بھی سمجھ میں نہ آئیں ڈاکٹر صاحب نے بڑے معرکوں سے رجسٹراری لی مگر خیال کرو کہ جب ان لوگوں کو ناراض کر کے رجسٹرار ہوئے تو ان کی سفارش کب سنتے ہیں۔ بہرحال کل میں نواب صاحب کے ہاں گیا تھا وہیں صاحب کے سب باتیں ہوئیں۔ حاجی صاحب نے تمہارا خط بھی انہیں دیا۔ بعد بہت سی قیل وقال کے یہ صلاح ٹھیری کہ اب کی دفعہ جو نواب صاحب آئیں۔ تو دونو بھائی رجسٹرار چیف کورٹ کے

پاس جائیں اور خود ان سے سفارش کریں۔ اور حقیقت میں اس سے بہتر کوئی رستہ نہیں چنانچہ اب کی دفعہ جو وہ آئے تو خیال رکھونگا اور یاد دلاؤنگا لیکن تمہاری تکلیف کرنیکی کچھ حاجت نہیں۔ مجھے بواسیر سے خون اکثر آتا ہے چھلا اگر ہو سکے تو مجھے جنوا دو۔ اور ضرور بنوا دو۔ ملا مقرب نے پانسو روپیہ کبھر کا احسان رکھ کر ایک دیا مگر معلوم ہوا کہ وہ مغشوش ہے۔ یہ کام فقیری کا ہے۔ تم جیسے شاہ لوگوں سے ہوتا ہے نہ کہ شاہ گروں سے۔ جو کچھ لاگت ہوگی وہ میں دونگا۔ اگر کہئے تو پیشگی بھجوا دوں ۔

محمد حسین عفی عنہ

۱۷ مئی ۱۸۷۶ء

لالہ عزیز من! بعد از دعا معلوم خاطر عزیز باد۔ معالجہ بقدر ہر چہ کہ مسلک تدبیر بود بہ عمل آمدہ۔ آیندہ شفا بدست شافی مطلق است منتظر تحریر ثانوی من باشند۔ انشاء اللہ مع الخیر والعافیت خدمت

سیدین شریفین عرض تسلیم۔ ملا منقرب دعاہائے خوانند۔ بہ سیدی سید کرار حسین مضمون واحد۔ خدمت سرکار مولوی سید رستم علیخاں صاحب عرض تسلیم گذارش نمایند۔ خدمت سیدین الشریفین از من پیغام رسانند کہ سفرنامہ شاہ ہمچناں اشتیاق باقیست۔ و دل چشم براہ۔ البتہ از ملاحظہ فراغ دست دادہ باشم۔ نواب ناصر علیخاں صاحب بہ لدھیانہ رسیدہ اند۔ بندہ ہم بہ نواب صاحب گفتہ بودم اگر مرحمت فرمایند۔ بہ دولت جناب گویا سیر یورپ بہ معیت شاہ حاصل آید سفرنامہ عتبات عالیات از جناب شاں گرفتہ نقلش بر داشتہ۔ اگر خود شما ارسال دارند۔ البتہ باعث مزید دعاہائے خواہد بود کہ سابقاً ہم فرمایش کردہ بودم۔ والدعا

محمد حسین عفی عنہ
۲۴۔ اپریل سنہ ۷۵ء

عزیز من! جو کچھ تم کہو سچ ہے کیونکہ حق بجانب تمہارے ہے

مگر میں کیا کروں کہ یہاں جو جو مسلک تدبیر کے ہیں وہ سب طے کئے اور کرتا
ہوں اور کوئی رہبر راستہ نہیں ملتا۔ ٹھہرے کہ ڈاکٹر صاحب منصفی
کے لئے رپورٹ کریں انہیں دریافت کرنا واجب ہوا کہ کس طریقہ پر کس
کو کریں معلوم ہوا کہ فنانشل کمشنر کے ہاں سے اس کے قواعد کا سرکلر
جاری ہوا ہے وہ سرکلر کہ انگریزی میں تھا انہیں دیا۔ وہ کھو بیٹھے ہیں
اگرچہ انہیں اپنے حال زار پر نا مہربان نہیں پاتا مگر بہت جانے آتے
ہوئے ڈرتا ہوں یا وہ بلائیں یا کوئی خاص ضرورت ہو جب ہی جاتا
ہوں۔ بہرکیف مجھے اپنے فکر سے خالی نہ جانو۔ چھلے کی ضرورت یہ ہے
کہ ملا مفسر نے ایک چھلا بھیجا مگر وہ ایسا ہے کہ کوئی دو تولہ چاندی ایک
سانپ کے منہ میں ٹھونسی اس سے آٹھ دس چھلے بنوا لئے بھلا اس
میں اثر کیا۔ اور جو ہو بھی تو مجھے اعتقاد کیا میرا ایسا کون ہے جو میرے
لئے بہ شرائط خود پیش نظر بنوائے۔ اور مجھ سے خود اتنی دردسری
نہیں ہوتی۔ تم اگر چھلا بنواؤ اور اپنے اوپر محنت گوارا کرو تو سب شرائط

کو پورا ہی کرو۔ کیونکہ محنت کرنی اور کام ادھورا رکھنا کیا ضرور میر صاحب قبلہ نے جو کچھ روپیہ کے باب میں فرمایا عین مناسب ہے مگر مجھے سخت مشکل ہے اول تو یہ کہ ایسے گروہ کا شبہ نہیں جاتا دوسرے یہ کہ لوگ خدا جانے مجھے کیا سمجھتے ہیں اگر ایسا سنینگے تو بیاز خور ابیاز خورا کرکے زندگی دشوار کرینگے۔ اس واسطے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کروں یا نہ کروں۔ اب ستمبر کی چھٹیوں میں اگر خدا نے چاہا تو تم سے ضرور ملونگا میر شریف حسین صاحب خوب موقع سے جا بیٹھے ہیں مانگے جائیں اور لئے جائیں خلیفہ جی کا ابھی کچھ فیصلہ نہیں ہوا۔ آغا کلیسد بر دار روزہ سے بیٹھے ہیں۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ لالہ دونی چند کا خط آیا تھا کہ کام خلیفہ جی کا بن گیا ہے پس اب تو سید محمد کاظم کو لکھو کہ آغا نے تمہیں تدبیر بتائی تھی کہ نذر مانو۔ اب تمہارا کام بن گیا وہ ان کا حق یاد رکھنا میں نے دنیا کے کاروبار کے تعجبات میں اسے بھی داخل کیا اور بہت حیران رہا کہ اللہ کے بندے کن کن خیالات

ہیں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں لالہ دونی چند اور ہیں ہیں کہ ہر قسم کی تدبیروں
میں لہو اپنے خشک کرتے ہیں اور پھر بھی کام کا یہ حال ہے کہ ہزاروں
میں ایک دفعہ ہوا ہوا نہ ہوا نہ ہوا - ایک یہ لوگ ہیں کہ ان فکروں
میں مصروف ہیں - اور کن کن رستوں سے کار برآری چاہتے ہیں
اللہ معنا و معکم اینما کنا و کنتم -

محمد حسین عفی عنہ
۲۵ - جون ۱۸۷۶ء

عزیز من! بعد از دعا ہائے معلوم باد زندہ ہوں کہ اتنی مدت
کے بعد تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں کیا کروں مشاعرہ کے سبب سے
میں بہت عدیم الفرصت اور پریشان دماغ ہو گیا ہوں مثنوی مشاعرہ
ماہ جولائی کی جس میں فرحت امید کا مضمون ہے انشاء اللہ عنقریب
روانہ کرتا ہوں - خاطر جمع رکھو - آج پیر کا دن ہے اسلئے ملتوی کرتا
ہوں کتب امتحانی کو بالاستعجاب دیکھنا تو انسان کا کام نہیں اور

کون دیکھ سکتا ہے کہ تم بہ نسبت اس کے ناکمل رہو گے تھوڑا تھوڑا مختلف جگہ سے دیکھ لو۔ کہ ہر ایک کی طرز تحریر سے آشنائی ہو جائے آگے خدا مالک ہے قصاید بدر چاچ کا یہی حال ہے جو تم نے بیان کیا ہم بھی دیکھ لینگے اور کوئی کیا آسمان کے تارے توڑ لائیگا۔ انشا کا حقیقت میں تم کو وہم ہے یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر باپ چاہے کہ بیٹے کو سکھاؤں اور اسمیں مادہ نہ ہو تو کبھی نہیں بنا سکتا۔ اور اگر اسمیں مادہ قابل موجود ہے تو کتابیں بھی استاد کافی ہیں میرے اوپر بھی جو کچھ تمہیں خیال ہے یہ فقط بھرم ہی بھرم ہے میں نے اس کام کی کبھی اصلاح نہیں لی۔ نہ عربی میں نہ فارسی میں نہ اردو میں۔ ہاں اچھے اچھے صاحب کمالوں کے کلام دیکھتا رہا۔ ان کے دیکھتے دیکھتے ایک رنگ ایسا بے رنگ پیدا ہو گیا کہ سب سے الگ ہے اب چاہے کوئی اسے بے رنگ کہے چاہے خوش رنگ بس یہی طریقہ استادی شاگردی کا ہے۔ اگر چند روز پہلے تم یہاں آؤ۔ پھر اپنے سامنے چند کاغذ میں تم سے لکھواؤں۔ اور انہیں تمہارے سامنے خود بناؤں

شاید اس کا اثر کچھ بہ نسبت اُس کے جلد تر ہو۔ عہ

ملا منقرب کی مثنوی نہ پہنچنے کا ظاہر سبب تو یہ ہے کہ اردو کی نظم لکھنا ان کے لئے موجب پریشانی ہے علاوہ ازیں غالباً انہیں منشی سید محمد عظیم کے ہاں سے صہ روپیہ ملتے ہیں اور سید موصوف کو اُن کی تحریر کا میرے پاس آنا نامطبوع ہے پس میں بھی دیوانہ نہیں جو انہیں ایسے کام کی تکلیف دوں جس میں اُن کا خواہ مخواہ نقصان ہو میں ان کا خیر خواہ اور ہوا خواہ ہوں نہ کہ نقصان خواہ۔ یہ خدا سے دعا ہے کہ ان کے لئے ضہ ۔ شہ روپیہ مہینہ کا سامان اپنی درگاہ غیب الغیب سے کرے پھر دیکھو میں ان سے کس طرح ماہ بماہ مثنوی نہیں لیتا! انہوں نے اس مہینے میں لاہور آنے کا بھی وعدہ کیا تھا۔ مگر خدا جانے کیا سبب ہوا۔ یہ دوسری وعدہ خلافی ہے لالہ کشن چند صاحب ڈاکٹری کی کتابیں لئے چلے جاتے ہیں میں نے کہا کہ ؎ خوش طبیبت بیا تا ہمہ بیمار شویم۔ بہت خوش ہوئے

میں نے کہا کہ خدا تم کو بھی خوش رکھے اور تمہارے دوستوں کو بھی۔ مجھے تو دونو آنکھیں برابر ہیں۔ ہمارے دونو میٹھے۔ ہمارے دونو میٹھے۔ ملا منقرب کو یہ خط ضرور دکھا دینا۔ اور میری طرف سے دعا کہنا۔ جناب مولوی سید شریف حسن خانصاحب اور مولوی سید شریف حسین خانصاحب کی خدمت میں عرض تسلیم۔ جناب مولوی سید رستم علی خانصاحب کی خدمت میں آداب تسلیمات اور سید کرار حسین کو دعا پہنچے۔ فقط اور سب صاحبوں کو آداب بندگی دعا و سلام پہونچے۔ سید محمد خاں شیدا کو بھی دعا کہنا۔ اور ایک شخص جو عرضی نویسی کرتے ہیں اور انہوں نے میری دعوت بھی کی تھی۔ ان کا نام بھول گیا۔ انہیں بھی بہت بہت سلام کہنا۔

محمد حسین عفی عنہٗ

۲۱۔ ستمبر ۷۴ء

عزیزمن! احصل اللہ اٰمالکم۔ بعد از دعا ہائے معلوم باد۔ دو مہینے
کی چھٹیاں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ڈلہوزی کو چلے گئے میرا کہنا پورا پورا
کارگر نہ ہوا ڈپٹی صاحب۔ نواب صاحب متوجہ نہ ہوئے میں
تم سے شرمندہ و شرمسار رہا۔ میرا ارادہ تھا کہ لکھنؤ جاؤں۔ ڈاکٹر
صاحب شملہ ہو آئے اور مجھے ساتھ لینے آئے ہیں۔ یہاں آتے
ہی میرے پھنسیاں نکل آئی ہیں کہ چار دن سے ان کے پاس بھی
نہیں گیا۔ اور نہایت مکدر اور منقبض اور پریشان خاطر ہوں
اکیلا رہ کر خدا معلوم کہ تمہارا کیا حال ہونا ہوگا۔ خیر۔ اسی
خط کو دیکھکر صحت کا شکریہ ادا کرو۔ اور اسی حال کو غنیمت سمجھو
بسنت سنگھ گھر پر ہے اسے ہندو بھٹیارہ بتا آیا ہوں اور ہر طرح
خاطر جمع کر آیا ہوں۔ تم بھی خاطر جمع رکھنا۔ پرسوں خط آیا تھا معلوم
ہوا کہ ہمیر سنگھ اس کا بھائی بھی وہاں پہنچ گیا ہے۔ کوٹھے پر دونوں
مزے سے رہتے ہیں۔ ہمیر سنگھ مدرسہ صنعت گری میں داخل

ہو کر بڑھئی کا کام سیکھنے لگا ہے بسنت سنگھ میاں ابر و سے فارسی
میں سکندر نامہ اور انگریزی میں پہلی کتاب پڑھتے ہیں۔ علی نقی تصحیح کر
دیتے ہیں۔ اور آبرو کو وہ حساب دو بارہ نکلواتے ہیں مجھے تو جو کچھ
لکھنا تھا سو لکھ چکا۔ اب آپ فرمائیں کیا کہتے ہیں خلیفہ صاحب کی
کوششیں ناکام رہیں۔ آپ اسی معاملے میں کیا سنتے ہیں۔ میرے
یہاں آنے کی کہیں جانے کی تمہیں خبر تھی یا نہیں؟ حضرات بھی یہی
جانتے تھے لکھنؤ جاؤنگا۔ مگر یہ سفر اتفاقی پیش آگیا۔ اب کچھ نہیں کہہ
سکتا یہاں سے کہاں جاؤں۔ خلیفہ صاحب کا بھی خط آیا تھا کہ
اترتے ہوئے کیا آؤ گے؟ یہی جواب انہیں لکھا کیونکہ دلی میں جانا
ضروری ہے۔ منتظر جواب

محمد حسین عفی عنہٗ

۲۳۔ اگست سنہ ۷۶ء

میرا پتہ یہ ہے۔ شملہ۔ برمکان سردار گوردت سنگھ
صاحب نائب میر منشی محکمہ گورنمنٹ پنجاب پاس مولوی محمد حسین کے پہنچے

عزیز من! ایزد تعالےٰ بہ ترقیات نشأتین فائز گرداند
میں تم سے بہت شرمندہ ہوں کہ ابتک کچھ نہیں کرسکا مگر امید
ہے کہ ڈاکٹر صاحب کچھ نہ کچھ ضرور کرینگے میں نے ان سے دو
دفعہ کہا مگر موقعہ درست نہیں بیٹھا۔ غالباً معافی سماعت لکھر کے لئے
رپورٹ کردیں لیکن پھر حیران ہوں کہ کیونکر وعدہ کرتا ہوں۔ چار
دن ہوئے نواب صاحب معہ ناصر علیخاں صاحب ڈپٹی ہادی حسین
خاں کے بیٹے کو اسی غرض سے لیکر گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے
صاف انکار کیا۔ خیر۔ جو کچھ کرے سو خدا۔ کل پرسوں تک کھل جائیگا
اب نیا شگوفہ سنیئے۔ کہ ڈائرکٹر صاحب جو کل ولایت سے مراجعت
کر کے لاہور پہنچے ہیں میں آج مدرسے سے اٹھکر ان سے ملنے
گیا۔ کہ اگر وہ ابھی کام شروع نہ کریں تو میں اپنی سیاحی کے فرض
ادا کروں۔ انہوں نے ابھی روکا۔ میں حیران ہوا۔ کیونکہ ارادہ
تھا کہ مقام لدھیانہ کرکے دوسرا مقام دہری میں ہوگا

مگر اب دیکھئے کب یہاں سے موقع لگتا ہے۔ وہاں سے بھی مسودے
گانٹھتا چلا آتا تھا۔ گھر آیا تو دیکھتا ہوں۔ بالائے خانہ کی کھڑکی میں
ایک خالصہ جی بیٹھے ہیں گھوڑے پر چڑھے چڑھے پوچھا تو معلوم
ہوا کہ بسنت سنگھ جی ہیں بہت خوش ہوا مگر یہ عقدہ ہوا کہ پرسوں سے
یونیورسٹی بند ہوگی۔ اگر یہ دن نہ ہوتے تو وہاں داخل کر کے وظیفہ
کا بندوبست کرتا۔ غالباً ہو بھی جاتا کل وہاں بھی حکم چھٹی کا لکھا جائیگا۔
ڈاکٹر صاحب کا ہیکو وظیفہ مقرر کرینگے۔ اور یونہی مفت دو مہینے ضائع
کرینگے اس سے ایک خطرہ اور پیدا ہوا۔ کہ بسنت سنگھ کہتے ہیں
کہ مہتاب سنگھ بھی وہاں سے روانہ ہونیوالے ہیں خرچ کے بندوبست
میں اٹک گئے ورنہ ساتھ ہی آتے پس جسقدر ممکن ہوا انہیں آپ
روکئے کہ دو مہینے تک ادھر کا ارادہ نہ کریں کیونکہ یونیورسٹی
سے وظیفہ نہیں مل سکیگا۔ مدرسہ بند ہے۔ اور گورنمنٹ سکول پندرہ
روز بند رہیگا میں نے بسنت سنگھ کی بہت دلداری کی ہے کہ

یہ بیچارہ اس شوق سے آیا - ایسا نہ ہو - کہ اس حالت کو دیکھکر دل شکستہ ہو جائے - مسافر کا دل بہت نازک ہوتا ہے - یہ بہت مفلس معلوم ہوتا ہے - خرچ کچھ نہیں لایا - پیارا آیا ہے - مگر میں نے اس کی خاطر جمع کر دی ہے - اللہ مالک ہے - اس کے قدم کی برکت سے وسعت دیگا - میں انشاء اللہ آپ سے ضرور ملوں گا - پہلے خط اطلاعی پہنچیگا - دیکھئے ڈائرکٹر صاحب سے کب رخصت حاصل ہوتی ہے - کم سے کم ایک ہفتہ تو ہوگا -

محمد حسین عفی عنہ
۲۷ر جولائی سنہ ۷۶ء بعد چار بجے کے

اجی آغا صاحب - آپ نے تو بڑی راہ دکھائی - میں نے تو جانا روٹھ گئے - اب دیکھئے کیونکر منیں گے - بارے - الحمد للہ کہ آج ۷ر کو خط آیا - سب حال معلوم ہوا - اتفاق یہ کہ میں آج یہاں سے روانہ ہونے والا تھا - مگر سردار گوردت سنگھ نے کہا - کہ آج ہمارا کام ختم ہو جائے گا - کل ہم بھی چلیں گے میں نے کہا - کہ ایسا ساتھ کہاں ملتا ہے - اس لیئے توقف کیا - انشاء اللہ

کل جمعہ کو علی الصبح ٹانگے پر سوار ہو کر روانہ ہوں گے - اور رات کے آٹھ نو بجے تک انبالہ جا پہنچیں گے - یہ بات اس وقت صلاح پر منحصر ہے - کہ چھ گھنٹے آرام لیکر صبح ہوتے جو ریل آئے - اس میں سوار ہو جائیں تاکہ رات بھر اور دن بھر آرام کریں - اور ایسی ریل میں سوار ہوں - کہ رات کے آٹھ بجے تمہارے پاس آن پہنچیں پہلی صورت میں آپ کو ہفتہ کے دن چھٹی لے کر ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا - دوسری صورت میں قدرتی اتوار ہوگا چھٹی کی حاجت نہیں - مگر آپ کو مجھ سے ملنا ضرور چاہیئے - مجھے اسوقت صاحب نے رخصت فرمایا - ڈھائی بجے ہیں - مگر مینہ برس رہا ہے - خدا جانے فرودگاہ پر کب پہنچوں - میں نے کہا - کہ لاؤ یہاں بیٹھے بیٹھے خط ہی لکھ دوں کاغذ اس وقت یہاں ہی ہاتھ آیا - اسی پر میں نے لکھ دیا - اور صاحب پٹیالہ کی مجھے بالکل خبر نہیں پہنچی - آپ جو کچھ سنا کریں - مجھے ضرور لکھا کریں خط میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے - اس کا جواب ملاقات پر منحصر ہے انشا اللہ لدھیانہ میں بیٹھ کر باتیں ہوں گی - میں جب ہی سے روانگی

کو طیار بیٹھا ہوں مگر بھائی گوردت سنگھ کی روانگی کے انتظار میں
بیٹھا ہوں - انشا اللہ ہفتہ کی شام کو ہم انبالہ کے سٹیشن پر ہوں گے
اب تم یہ خود سمجھ لو - کہ کھنہ پر کب پہنچیں گے - یکم کا لکھا گھر سے خط
آیا تھا - ابرو کو پانچ چھ دن سے بخار آتا ہے - اس لیئے دل اُدھر
لگا ہوا ہے - بس لدھیانہ میں ٹھہرنے کو جی نہیں چاہتا - اسلیئے سٹیشن
پر ملنا کافی ہے - انشا اللہ خط میں سب باتیں ہو جائیں گی - تمہارا خط
میں نے رکھ چھوڑا ہے - ڈاکٹر لائٹنر صاحب جب پہاڑ سے لوٹیں گے
اور ان سے باتیں چیتیں ہوں گی - تو جو کچھ بن پڑے گا - کیا جاوے گا
تم خاطر جمع رکھو - مجھے غافل نہ سمجھو - مگر کیا کروں - جہاں کچھ نہیں ہو
سکتا - وہاں مجبوری ہوتی ہے - آج جمعہ کا دن ہے - آج ایک دو
بجے ہم یہاں سے چلیں گے - غالباً ہفتہ کو قبل از شام انبالہ سٹیشن پر
ہوں گے - اب آپ سمجھ لیں - کہ آپ کو کس وقت کھنہ سٹیشن پر
آنا چاہیئے - اگر تکلیف نہ ہو - تو آجائیگا -

محمد حسین عفی عنہ
از شملہ

* عزیز اقبال نشان من - بعد از دعائے فراواں معلوم باد - خدا کا شکر ہے - کہ تمہارا چھوت اتر گیا - اور تم نے اپنے ماں باپ کے فرمانے سے اپنا گھر پھر بسا لیا - یہ جوانی دیکھو - اور یہ ستم دیکھو - معاذ اللہ برسوں رنڈوے بیٹھے رہے - چلو اچھا ہوا - کہ دوسری بیوی بھی پہلی بیوی کی طرح تمہاری خاطر خواہ مل گئی - اور پھر چھڑی اور دوسری بیوی بھی سیانی - ہزار شہ ماشا اب تمہاری دلی میں ذات وات کا بالکل خیال نہیں کرتے - پیسہ کو دیکھتے ہیں - باہر والے جو کہتے ہیں - کہ دلی والے بھیڑ ہیں - تو کیا جھوٹ کہتے ہیں؟ تمہارے والد ماجد پرانے آدمی ہیں - اس لیئے انہوں نے تمہارے پسند کی جگہ بات نہ ٹھہرائی - اور جہاں انہوں نے مناسب سمجھا وہاں شادی کی - خاتون جنت کی طفیل سے یہ بیوی تمہیں سازگار ہو - اور تم پھولو پھلو - ۔

دعا کا محتاج
بندہ :- آزاد - از لاہور

عزیز اقبال نشان من سلامت - بعد از دعائے فراواں معلوم باد

ماشاءاللہ تمہاری جوانی اور طبیعت کی روانی اعلیٰ درجہ پر ہے۔ غزلوں پر غزلیں بھیجے جاتے ہو۔ اور مجھے ضعف دماغ دن اور رات سوایا ہوتا ہے۔ غزلیں تمہاری احتیاط سے رکھ چھوڑی ہیں۔ جی ٹھکانے ہوگا تو بنا کر بھیج دوں گا۔

۱۲ر جون سنہ ۵۸ء

دعا کا محتاج :۔ بندہ آزاد

عزیزِ اقبال نشان من سید ناصر نذیر فراق عافاہ اللہ سلامت۔ بعد از دعا فراواں معلوم باد۔ تمہارا خط اور غزل پہنچی۔ اور بنادی گئی۔ جو اس خط کے ساتھ واپس بھیجتا ہوں۔ اس غزل کا مقطع بھی پسند آیا۔

یا علی ہند میں یہ بیتا ہے فراق   اب نجف میں اسے بلوا لیجئے آپ

میں اسے بار بار پڑھتا ہوں۔ اور نجف کی طرف منہ کرکے عرض کرتا ہوں مولا آزاد اور فراق کو اپنی جناب میں جلد بلوا لیجئے۔

۱۴ر جون سنہ ۵۸ء

دعا کا محتاج بندہ :۔ آزاد

عزیزِ اقبال نشان من سید ناصر نذیر فراقؔ سلامت - بعد از دعائے فراواں معلوم باد - بھائی تمہارے سات طلاقنوں کے قصّے پڑھ کر میرے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے - خدا کی پناہ - کس بلا کی پھوہڑ اور گیگلی بھتیں میں دیکھتا ہوں - تمہاری نثر تمہاری نظم سے زیادہ مزیدار ہو چلی ہے - خدا رکھے دلّی کے رہنے والے اور خواجہ میر دردؔ کے نواسے تم سلیس اُردو نہ لکھو گے تو اور کون لکھے گا - تمہارا یہ رسالہ اس قابل ہے - کہ چھپوایا جائے - اور لڑکیوں کو پڑھایا جائے - میں نے جا بجا اصلاح دیدی ہے - غور سے دیکھ لینا - بیرنگ پیکٹ میں بھیجتا ہوں - ۳۰ رجون ۱۹۰۷ء

دُعا کا محتاج بندہ :- آزاد - لاہور

عزیزِ اقبال نشان من سلامت - بعد از دعائے فراواں معلوم باد میں آج کل علاوہ فرائض نوکری کے ایسے تعلقات میں گرفتار ہوں - کہ کھانے اور پینے کا مزا بھی معلوم نہیں ہوتا - خدا جانے - میری تحریر سے تم کیا سمجھے ہو گے حقیقت میں کام زیادہ اس لیے معلوم ہوتا ہے

کہ ضعف دماغ نے مجھے نکما کر دیا ہے۔ رات کو بالکل لکھ پڑھ نہیں سکتا
درحقیقت یہ بھی مقتضائے سن ہے۔ آزاد بیچارہ بڈھا ہوگیا۔ اور صدمات
زمانہ نے توڑ دیا۔ اپنے مسودے بستوں میں بندھے پڑے ہیں۔ دیکھتا
ہوں اور ترستا ہوں۔ کہ ہائے نظر ثانی نہیں کر سکتا جب یہ حالت
ہو۔ تو فرمایئے۔ شاگردوں کا حق کیا ادا کر سکوں۔ میرا حال خود قابل
رحم ہے۔ بکمال عجز کہتا ہوں۔ کہ معاف کرو۔ سوالوں کے جواب مجملاً
لکھتا ہوں۔

(۱) تصانیف کی فہرست مشکل ہے۔ کبھی پھر لکھوں گا۔

(۲) استاد مرحوم کا دیوان ایک دفعہ مرتب کیا۔ وہ ضائع ہوگیا۔ اب
پھر فرصت پاؤں۔ تو دوبارہ محنت کروں۔

(۳) دربار اکبری[سلہ] سات آٹھ سو صفحہ کی کتاب میں نے لکھی ہے۔ اسمیں
امرائے عہد اکبر کے حالات اس لطف کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ جس

سلہ دربار اکبری طبع اول کا دیباچہ اور مسودہ کا افسانہ اب بخوبی سمجھ میں آجائیگا
طاہر

طرح میر۔ سودا۔ سید انشا کے حالات آپ نے آب حیات میں دیکھے کتاب
طیار ہے فقط نظر ثانی کی کسر ہے۔ بس بھئی۔ اب پھر کبھی۔ ۔ ۔

۵ جون ۱۸۸۰ء

دعا کا محتاج۔ آزاد

مشفق من منشی محرم علی صاحب سلامت۔ جناب ڈاکٹر صاحب اور لالہ پرسرام کے مقدمہ میں جو اکثر تحریریں سفیر ہند میں چھپی ہیں۔ اُن کی تردید میں پنجابی اخبار نے کچھ کچھ لکھا ہے۔ اور اس انداز سے لکھا ہے جس سے بعض اشخاص کے نزدیک مترشح ہوتا ہے۔ کہ وہ تحریریں میری ہیں۔ آپ کو اس معاملہ میں جو کچھ میرا حال معلوم ہو۔ تو تحریر فرماویں فقط

محمد حسین عفی عنہ

عزیز من۔ ایک عرضی اپنی ہیڈ ماسٹر کے نام لکھو۔ اور اس میں میرا نام لکھ دو۔ کہ پیچھے وظیفہ آتے۔ تو اسے مل جائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اُس پر دستخط کر دیں۔ میں اب تمہیں دس روپے دیدونگا۔ سرما یہ لیکر رکھ چھوڑونگا

جب تم آؤ گے۔ تو اپنے روپے وضع کر کے باقی تمہیں دیدونگا۔ انشا اللہ تعالے

محمد حسین عفی عنہ

بنام جناب سر سید احمد خان اعلی اللہ مقامہ

یا حضرت! آپ جانتے ہیں۔ کہ ہمارے ملک پنجاب میں بہت تھوڑی بی بیاں پڑھی لکھی ہیں۔ اور جو ہیں تھوڑا پڑھی لکھی ہیں۔ گھروں میں بیٹھی اللہ اللہ کرتی ہیں۔ اور اسی نعمت میں خوش ہیں ہم ملک و دولت کے کاموں سے الگ ہیں۔ پھر بھی جتنا سنتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ نے ہندوستان کے لوگوں کو بہت سمجھایا ہے۔ اور جتایا ہے۔ کہ یہ لوگ اپنی بدنصیبی سے جس مفلسی اور بدحالی اور بے عزتی میں پڑے ہیں۔ سب بے علمی کے سبب سے ہے۔ آپ کی ہدایتوں سے لوگ بہت سمجھ گئے ہیں۔ اور تھوڑا ہو یا بہت۔ ان باتوں کا خیال ہو گیا ہے۔ آپ نے سب کو بھلائی کا رستہ بتایا۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔

ہم سنتے ہیں۔ کہ آپ نے علیگڈھ میں ایک مدرسہ بنایا ہے۔ اِس میں لوگ بڑے بڑے علموں کی کتابیں پڑھتے ہیں! اور بڑی عزت کی نوکریاں پاتے ہیں۔ اللہ آپ کی اور آپ کی اولاد کی عزت بڑھائے۔

ہم نے سُنا ہے۔ کہ آپ نے بہت اچھی اچھی نئے نئے علموں کی کتابیں اُن کے لیئے طیار کی ہیں۔ اور اخبار بھی چھاپتے ہیں۔ انکے پڑھنے سے لوگوں کی بہت آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور دل بڑھ گئے ہیں۔ خدا آپ کی نیت میں برکت دے۔

ہم نے سُنا ہے۔ کہ آپ نے اپنے مدرسہ میں ہمارے بچّوں کے لیئے رہنے سہنے کے گھر اور کھانے پینے اور آرام کی سب چیزیں بہت اچھی طرح بنوا دیں ہیں۔ اور آپ اور آپکے دوست ہر وقت اُنکی دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ اور دین۔ آئین۔ نماز روزے کے لیئے بھی تاکید رکھتے ہیں اِس بات کو سُنکر جس طرح پہلے بچّوں کو باہر بھیجنے سے ہمارا جی ڈرتا تھا اب خاطر جمع ہو گئی ہے۔ اِسی طرح آپکا اور آپکے بچّوں کا اللہ نگہبان رہے

ہم نے سُنا ہے۔ کہ جو لڑکے اچھے پڑھنے لکھنے والے اور شوق والے ہوتے ہیں۔ انہیں آپ ولایت لنڈن میں پہنچاتے ہیں۔ اور وہاں پڑھتے ہیں۔ اور آتے ہیں۔ تو بڑی عزت پاتے ہیں۔ ملک میں علم پھیلاتے ہیں اور بھائی بندوں کو فیض پہنچاتے ہیں۔ اِس سے ہمارا جی بہت خوش ہوا اور دلوں سے دعائیں نکلتی ہیں۔

آپ جانتے ہیں۔ کہ اولاد ماں باپ کو جان سے سوا پیاری ہے آپ یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ ماں اپنے بچّوں کو باپ سے کتنا زیادہ چاہتی ہے سمجھ لیجئے۔ کہ ہمارے دل مردوں سے کتنا زیادہ آپ کو دُعائیں دیتے ہوں گے۔

ہم نے یہ بھی سُنا ہے۔ کہ بعض اوچھے۔ بے ہمت آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ اور آپ کے نیک کاموں اور بڑے بڑے ارادوں کو دیکھکر جلتے ہیں۔ اور اِس کی بھلائیوں کو بُرائی بنا کر دکھاتے ہیں۔ اور چلتے ہوئے کام کو روکنا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کو روکے اور نیک توفیق دے۔

آپ پیرومرشد ہیں۔ سید ہیں۔ آلِ رسول ہیں۔ اور سب کی بھلائی کے لیئے محنت اور ہمت کرتے ہیں۔ یہ نذرانہ غریبانہ کہ ماتھے کا پسینہ اور آنکھوں کا تیل ٹپکا کر جمع کیا ہے۔ آپ کے لائق نہیں ۔ لیکن ماں کا پان ہے۔ اور سچے دِل کی نیاز ہے۔ اُمیدوار ہیں۔ کہ قبول ہو۔

(پنجاب کی مسلم بہنوں کی طرف سے)۔ آزاد

شکریہ:۔

اُردو اور انگریزی کے متعدد اخبار میری نظر سے گذرے جن کے عالی وقار ایڈیٹروں نے اور سخن شناسوں نے میری ناچیز تصنیف یعنی "تذکرہ آبِ حیات" پر ریویو لکھے ہیں۔ اُن میں دیکھتا ہوں۔ کہ بعض میرے مقدس بزرگ ہیں بعض مکرم و معظم مخدوم ہیں۔ اکثر میرے پیارے دوست ہیں۔ کہ مجھ سے زیادہ میرے حال پر شفقت فرماتے ہیں۔ بہت سے اشخاص ہیں۔ کہ جان پہچان بھی نہیں فقط انکی محبت معنوی کا جوش ہے۔ کہ الفاظ و عبارت کا لباس پہنکر صفحۂ اخبار پہ

روشن ہوا ہے - اور اُن قدر شناسوں کا کچھ شمار نہیں جنھوں نے فقط کتاب کو پڑھکر مجھے جانا - اور مضامین رنگارنگ و خیالاتِ گوناگوں سے اپنی عنایتوں کو مراسلوں میں ظاہر کیا -

الانسان عبید الاحسان - یہ بندہ احسان سچے دل سے سب صاحبوں کا شکریہ ادا کرتا ہے - فقیر آزاد کی حقیر تصنیف ہرگز اس قابل نہیں جس قدر کہ اسکی قدر و منزلت بڑھائی ہے - من آنم کہ من دانم ؎

گر ہنرے داری و ہفتاد عیب دوست نہ بیند بجز آں یک ہنر

حقِ شکر یہ کیونکر ادا کروں ہاں حق یہی ہے - کہ اپنی تمام کوشش تمام طاقت تمام وقت بلکہ اپنی جان و مال کو اپنے پیارے ہموطنوں کے کام پر قربان کردوں - اور جو خیالات صلاح و اصلاح اور تہذیب و تعلیم کے رکھتا ہوں انہیں لکھوں اور پھیلاؤں - کہ عالم طالب علمی سے یہی میرا ارادہ اور دلی آرزو تھی -

مجھے یاد ہے - اور میرے ہمدرس بھائیوں کو یاد ہوگا - کہ جب دہلی

کالج مرحوم زندہ تھا - اور میری تحصیل اسکے دامن تربیت میں پرورش پا رہی تھی - تو ڈاکٹر ہوبیلٹ صاحب کمشنر مدارس کلکتہ سے تشریف لائے جب کالج میں آئے - تو میری جماعت کا بھی جزوی سا امتحان لیا - اور ہر طالب علم سے پوچھا - کہ تم مدرسہ سے نکل کر کیا کروگے - ایک ایک نے اپنا خیال بیان کیا - اے میرے پیارے اہلِ وطن - تمھارے آزاد کی زبان سے اس وقت بھی یہی لفظ نکلا - کہ تحصیلِ علوم کرونگا - اور جو کچھ خیالات ہیں اور ہوں گے - انہیں اپنے اہل وطن میں پھیلاؤں گا - جب سے اب تک مجھ پر اور میری طبیعت پر ہزاروں انقلاب گذر گئے مگر الحمد للہ وہ ارادہ بدستور قائم ہے - اور خدا کا شکر کرتا ہوں - کہ قائم رہے -

گوہر مخزن اسرار ہمانست کہ بود حقۂ مہر بداں مہر و نشانست کہ بود

گرچہ یکساں شدہ با خاک سر ہجر تو تنم ہم چناں دیدہ براہست نگرانست کہ بود

دنیاوی ترقیوں نے بہت شاندار آرائش و آسائش کے درجے پیش قدم دکھائے - مگر اسی ارادہ کی محبت تھی - جسنے تعلیم کے

سلسلہ سے مجھے نہ نکلنے دیا۔ اور ہرگز کسی ملکی یا مالی عہدہ کی طمع دامنگیر نہ ہوئی

خدا سے چاہتے ہم بھی تو تاج زر لیتے ے

مگر ہوا نہ گوارا یہ بارِ سر لینا

اکثر ذوق شوق کا وقت تھا۔ کہ سوسائٹیوں اور کمیٹیوں کے مضامین لکھنے میں اُڑ گیا۔ بڑا حصہ عمرِ گراں بہا کا سر رشتہ تعلیم کی ابتدائی کتابوں کی تصنیف میں صرف ہوا۔ وہ کتابیں نام کو ابتدائی ہیں۔ مگر مجھ سے انہوں نے انتہا سے بڑھ کر محنت لی۔ جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ جب تک انسان خود بچہ نہ بن جائے تب تک بچوں کے مناسب حال کتاب نہیں لکھ سکتا۔ پھر انہیں بار بار کاٹنا اور بنانا۔ لکھنا اور مٹانا۔ بڈھا ہو کر بچہ بننا پڑا۔ پھرتے چلتے جاگتے سوتے بچوں کے ہی خیالات میں رہا۔ مہینوں نہیں۔ بلکہ برسوں صرف ہوئے جب وہ بچوں کے کھلونے طیار ہوتے۔ خیر میرے پیارے اہلِ وطن۔ تمہاری خدمت نہ کی۔ تمہارے بچوں کی خدمت کی۔ مگر کاش وہ دن جو میری عمر کی فصلِ بہار تھی طبیعت جوان تھی۔ جوش ٹپکتے تھے۔ مضامین برستے تھے۔ اور رنگ

اُڑتے تھے۔ اُن تصانیف میں خرچ ہوتے جن سے میرے دل کے ارمان نکلتے
ملک کی صلاح و اصلاح ہوتی۔ گورنمنٹ کے مقاصد پورے ہوتے۔ تمہاری
نظر سے گذرتے۔ تم خوش ہوتے! اور میرا دل خوش ہوتا۔ لیکن بندگی بیچارگی۔ آخر نوکر
تھا۔ وہ نہ کرتا تو کیا کرتا۔ اے اہلِ وطن میں اس حال میں بھی تمہیں بھولا نہیں
جو وقت نوکری کے کام سے خالی پاتا تھا۔ اس میں آرام نہ کرتا تھا۔ بہت کم سوتا
تھا۔ اپنی معلومات کو اور جو اس سے خیال پیدا ہوتے تھے لکھتا تھا۔ اور رکھتا
جاتا تھا۔ اسی میں سے یہ اوراقِ پریشان نکالے۔ اور "آبِ حیات" کا
جام بنا کر تمہاری ضیافتِ طبع کے لیئے حاضر کیا۔ اب افسوس ہے اور افسوس
کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ کہ میں تھک گیا۔ اور ہاتھ پاؤں میں سکت نہ رہی دل و
دماغ فرسودہ ہو گئے۔ اب مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ آخر کہاں تک محنت کی بھی
حد ہوتی ہے۔ کئی کتابیں اور رسالے ہیں۔ مگر مسودے دھرے ہیں۔ کئی ناتمام
پڑے ہیں۔ بہت سے خیالات دل کے دل ہی میں گرہ ہیں۔ اتنی طاقت نہیں
کہ نکل سکیں۔ کیا استاد مرحوم نے میرے ہی لیئے کہا تھا ؎

جو حسرت ہے مرے دل کی - نکالوں میں کہاں اسکو
نہ وہ زیر فلک نکلے نہ وہ زیر زمین نکلے

ہاں خدا میں سب قدرت ہے - وہ چاہے - تو اب بھی سب کچھ ہو سکتا ہے - اے میرے پروردگار دنیا کے لوگ تجھ سے دنیا کی نعمتیں - دولت حشمت منصب جاگیر ملک املاک کیا کیا کچھ مانگتے ہیں - اور تو دیتا ہے - تیرا آزاد تجھ سے یہی مانگتا ہے - تو اسے یہی دیدے - تیرے آگے کیا بڑی بات ہے - اس وقت یہ مقام لکھ رہا ہوں خلق خدا بڑی سوتی ہے - اور آدھی رات بج رہی ہے - کیا عجب ہے - کہ دعا قبول ہوئی ہو - الٰہی قبول ہوتی ہو - آمین ثم آمین

اب طول کلام کو مختصر کرتا ہوں - اور پھر عرض کرتا ہوں - کہ اے میرے بزرگو جنہوں نے اپنا غور و سمجھ کر میرا رتبہ بڑھایا - اے میرے دوستو جنہوں نے شفقت و محبت کو حد سے زیادہ خرچ کر دیا - اے میرے محسنو جن سے کچھ تعلق نہ تھا - تم نے خواہ اپنا نیاز مند خواہ ہم وطن خواہ اپنے ملک کا خدمت گذار سمجھ کر مجھے کلمات خیر سے یاد کیا - میں تمہاری تحریروں کو

سند افتخار سمجھ کر اپنے پاس رکھوں گا۔ صدق دل سے تمہارا شکریہ ادا
کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ نہیں ادا ہوا حق تمہارا باقی ہے۔ اور
حق وہی ہے۔ کہ اپنی تمام زندگی اور زندگی کی طاقت تمہاری خدمت میں
خرچ کر دوں۔ مگر اس کے سامان دینے خدا کے اختیار ہیں۔ بندہ آزاد

جناب پنڈت صاحب مکرم بندہ سلامت! آپکو معلوم ہو۔ کہ میں ایک مدت معہود تک
مکان مبارک الامین رہا لیکن افسوس ہے کہ اسکی حقیقت حال نہیں معلوم ہوئی۔ وہ میں لکھتا ہوں
یکم جنوری ۱۹۰۵ء سے آکر رہا۔ بعوض روپیہ ماہوار کرایہ ٹھہرا۔ ۸۔۹۔۱۰ مہینے بعد ایک قم
کرایہ کی دیدیا کرتا تھا۔ رسید باقاعدہ پنڈت جی ایک مطبوعہ کتاب میں سے چاک کر کے دیا کرتے تھے
مگر افسوس ہے۔ کہ کئی برس گذر گئے۔ اب میرے پاس کوئی رسید نہ رہی۔ اس روز سیاہ کی کیا
خبر تھی۔ کہ حفاظت سے رکھتا۔ ۲۷ مارچ ۱۹۱۳ء کو سخت تقاضوں سے اور نہایت تکلیف کیساتھ
وہاں سے اٹھایا گیا۔ اور [illegible] باقی نکالے گئے۔ اور یہ جو نالش میرے نام عدالت میں دائر کی
ہے۔ اسکا عرضی دعوے دیکھئے۔ لکھا ہے۔ کہ چھ روپیہ مہینہ کرایہ مکان کا تھا۔ اور تاریخ شروع اور
لغایت کو دیکھتا ہوں۔ تو بے اصل کرایہ نامہ طلب فرمایئے۔ تو موجود نہیں۔ اب خیال فرمایئے۔ اس

نالش کی تردید کیا مشکل تھی؟ مگر صرف اس لحاظ سے کہ راجہ صاحب کے مقابل میں برسرِ اجلاس کھڑے
ہو کر مجھے تردید کرنی مناسب نہیں۔ میں نے زرِ مدعا آپکے پاس بھیجا۔ اور مجھے یقین تھا۔ کہ آپ جو کچھ
لینگے حساب کتاب کر کے لینگے بلکہ اسیواسطے اپنے بھائی کیساتھ بھیجا۔ کہ ہر امر کو سمجھا دینگے تعجب ہے
کہ آپنے بالکل خیال نہ فرمایا۔ (۱) کرایہ نامہ میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ ایک دالان و کوٹھریاں بند ہیں انمیں
اسباب پڑا ہے وہ خالی کر دیجائینگی اگر خالی نہ ہونگی۔ تو ایک روپیہ مہینہ وضع کر دیا جایا کریگا وہ بھی
وضع نہیں ہوا۔ لالہ دیبی داس اور پنڈت جی دونو موجود ہیں انسے گنگا جلی کیساتھ حلف لیا جاتے
انہیں اچھی طرح حال معلوم ہے ہیں اور میرا بھائی بار بار تخلیہ مکان کیلئے تقاضا کرتے تھے اور وہ
وعدہ کرتے تھے۔ (۲) کرایہ نامہ میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ کوٹھڑیاں جو بے دروازوں کے پڑی
ہیں سب کو اڑے لگ جائینگے۔ یہ شرط بھی پوری نہ ہوئی۔ ایک سال بعد پانچ کوٹھڑیوں میں کواڑ
لگے باقی سب کھلی رہیں۔ اسی سبب سے مکانات خالی پڑے رہے۔ اور نقصان مجھے اٹھانا پڑا اس
بات کی گواہی دونو صاحب اور کرایہ دار جو ابتک ہاں موجود ہیں۔ ضرور دینگے۔ آپ رسید بک اپنے
دفتر کی دیکھیں۔ اسمیں مسلسل کرایہ مدخلہ میرا بحساب لعہ روپیہ ماہوار تین سال کا نکلیگا۔ لیکن بموجب
نالش کے سے روپیہ ماہوار مجھے دینا چاہیئے تھا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ ۱۰۴ روپیہ میری طرف سے زیادہ
پہنچے۔ وہ مجھے واپس ہوں۔ جسوقت میں اس مکان سے اٹھایا گیا۔ تو مجھے کہا گیا۔ کہ مکان کریم الدین والے

میں جار ہو - اور چھ روپیہ مہینہ لیا جاویگا - میں نے برداشت اسباب میں . . . روپیہ خرچ کیے - اور جو تکلیف برداشت کی - اسکی قیمت کیا لگا سکتا ہوں ایک عیالدار آدمی خیال کرسکتا ہے - وہ مکان آپ دیکھیے - کہ میرے دل سے زیادہ شکستہ ہے - ساتھ ہی برسات آئی وہ گرنا شروع ہوا - اور چھپروں کے پھونس اُڑ گئے - راجے مول سنگھ مر گئے - لالہ کلیانداس موجود ہیں - ان کے پختہ وعدوں کے بھروسے پر کرایہ میں شامل ہوجائیں گے - اسکی کہگل کرادی - اور چھپر بندھوا دیئے . . . . روپیہ خرچ ہوئے - جب مکان مذکور کی کڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں - تو میں مجبور ہوا - راجہ صاحب کو پھر اطلاع کی گئی - وہ خود بھی آئے - وعدے بھی ہوئے - کچھ ظہور نہ ہوا - تو جانیں عزیز تھیں - گروہ عیال کو لے کر نکل گیا - . . . . روپیہ اس میں بھی خرچ ہوئے -

مکانوں کی تکلیف اور اسباب کی برداشت میں جو تکلیفیں ہوئیں - میں ضرور بھول جاتا - مگر کئی لاجواب اور نایاب کتابیں جو گم ہوگئی ہیں - ان کا افسوس نہیں بھولتا -

اب میں رقمیں لکھتا ہوں - انصاف آپکے ہاتھ ہے - جو چاہیے مجرا دیجیے جو چاہیے - کاٹ دیجیے ۔

بندہ :- محمد حسین - آزاد

جناب کوتوال صاحب کرمفرمائے نیازمندان سلامت۔

بعد از سلام نیاز آنکہ۔ چند کتابیں کتب خانہ آزاد میں باوقات مختلفہ چوری گئی ہیں۔ اِس اُمید پر شاید کبھی نظر آجائیں اور سرکار میں گرفتار ہوسکیں فہرست ارسال خدمت کرتا ہوں۔ کہ دفتر سرکار میں امانت رہے۔ فقط

۱۔ لیلاو مجنوں فارسی تقطیع متوسط ولیسی کاغذ۔ بہت دراز کی لکھی ہوئی ہے

۲۔ شاہجہان نامہ۔ " " کشمیری کاغذ خوشخط۔ اول چند ورق کسی اور مضمون کے ہیں۔

۳۔ دیوانِ شوکت متوسط سے ذرا چھوٹی تقطیع ہے۔ اور اُسی وضع اور تقطیع کا شوکت میرے پاس بھی موجود ہے۔

۴۔ اطباق الذہب۔ چھوٹی تقطیع ہے۔ عربی خط۔ پرانی جلد

۵۔ مجموعہ رسائل فقہ۔ متوسط تقطیع۔ انگریزی سفید نیا کاغذ عربی خط فقط چمڑے کی سرخ جلد رنگ عمدہ فقہ و عقائد کے چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں۔ چھاپہ طہران

۶ :۔ تاریخ بہاولپور۔ متوسط تقطیع ۔متوسط خط ہے ۔

۷ :۔ آثار الصنادید کا ایک باب پہلے چھاپہ کا ۔

۸ :۔ کتاب علم کیمیا۔ انگریزی کاغذ پر ۔ زبان عربی کچھ نظم کچھ نثر ۔

۹ :۔ شرح اصول کافی ۔تصنیف ملاصدر ۔ چھاپ طہران

راقم آثم :۔ محمد حسین ۔ آزاد ۵ رمئی ۱۸۹۰ء

عزیز من ۔ بعد دعا ہائے فراواں کے معلوم ہو ۔ کہ یہاں کے عجائبات کا کیا شمار ہو سکتا ہے ۔ ادنےٰ ادنےٰ شے آنکھوں میں رکھ لینے کے قابل ہے ۔ اور چیزوں کے علاوہ ایران کی قلمکار چھینٹیں ایسی عمدہ اور خوش رنگ اور خوش وضع ہیں ۔ کہ قدرتی پھول شاداب نظر آتے ہیں ۔ کم سے کم ۶ رگز ۔ پھر ۷ ر ۔ ۸ ر ۔ ۱۰ ر ۔ ۱۲ ر ۔ عمر گذشت اور رنگ پختہ ۔ جوں جوں دھوتی جائیں ۔ پھول کھلتے چلے جائیں ۔ سب کے نمونے ۲۰ ۔ ۲۰ رگز بھیجوں ۔ مگر میں ہوتا تو دوستوں میں فوراً بک جاتیں ۔ اُمید نہیں کہ تم اس جھگڑے کو سمیٹ سکو ۔ اور سمیٹ سکتے ہو ۔ اگر پنڈت گوپی ناتھ ۔ گوبند سہائے سے ملکر بندوبست

کرو۔ پنڈت رام نرائن۔ پنڈت پیارے لعل اُن کے رفیق اگر چاہیں۔ تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ میرے شاگرد بہاری لعل بالمکند خود للعہ ۵ صہ ۵ تک کی لے لیں گے۔ تم اُن سے مل کر گفتگو کرو۔ اور کہو کہ ایک بیوقوفی کرتا ہوں۔ سب بھائی بند مل کر اس کا بوجھ بٹالو۔ ورنہ کھل جائے گا۔ تو ایرانی آپ آیا کریں گے اور تم صاحبوں کو گھر بیٹھے دے جایا کرینگے۔

جاڑے کے کپڑے بھی ایسے ایسے ہیں۔ کہ برسوں تک رفاقت کریں چائے دان۔ چھوٹے چھوٹے سماوار بہت خوش نما جن میں چار پیالیاں چائے کی آجائیں سامنے میز پر دھر لو۔ آپ ہی بناتے جاؤ۔ پیتے جاؤ۔ کمرہ کی رونق ہو۔ یہ سب برنجی اور مسی ہوتے ہیں لیکن نہایت لطیف اور نفیس۔

چاقو اور قینچیاں عمدہ اور بران قابل تعریف اور دیرپا۔ ۵ر ۶ر سے لیکر عہ ر صہر تک جو شمشیر ایرانی میں خوبیاں تھیں۔ وہ ساری اب اِن میں ختم کر دیتے ہیں۔ چونکہ میرے پاس روپیہ کتابوں کے لیے ہے۔ اِس لیے اِس میں نہیں لگا سکتا۔ ایک نئے شوق کا شغل سمجھ کر جو چاہو۔ تو بیشک بھیج دوں

اِس وقت دو سو روپے میں یہ نمونے پہنچ جاویں گے زیادہ دُعا۔

محمد حسین۔ آزاد

عزیز من۔ دُعا۔

مجھے آجکل فرصت ملنے کی بھی میسّر نہیں آتی۔ تمہاری کس کس بات کا جواب دوں۔ اِسوقت فقط ڈرامہ کے متعلق لکھتا ہوں۔ کہ ہندوستان کے دانا عہدِ قدیم میں کبھی بغرض تفریح اور کبھی بغرض اصلاح بعض رسوم ملکی کے بعض معاملات کو بطور نقل کے اِس کے کل سامان کے ساتھ محفلوں میں اِس طرح ادا کرتے تھے۔ کہ دیکھنے والوں کو نقل سے اصل کا مزا آجاتا تھا شعرا اور انشا پرداز اِس میں زورِ طبع کی داد دیتے تھے۔ اور ذہین طباع لوگ اسے وجودِ عمل میں لاکر دکھاتے تھے۔ اور اِسے ناٹک کہتے تھے کیونکہ وہ فقط اندر سبھا یا راس دھاریوں کا سوانگ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ کبھی عظیم الشان بادشاہوں کے معرکے اِس میں بیان ہوتے تھے۔ کبھی نیک یا بد رسموں کی خوبیاں بُرائیاں دکھا کر لوگوں کے دلوں میں بُرائی سے نفرت اور بھلائی پر رغبت پیدا

کی جاتی تھیں۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ مدت ہائے دراز سے یہ مفید اور دلچسپ کام اس ملک سے محو ہو گیا۔ اور اگر ہے۔ تو ایک معیوب حالت میں ہے۔ دانایانِ فرنگ نے سنسکرت کے ترجمے لیکر اس میں کچھ کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ اپنے ملک میں رواج دیا۔ اور وہاں اس نے بڑی قدر پائی۔ اس کے لکھنے والے انشا پردازی کے اعلےٰ درجہ کے انشا پرداز شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ مضمون انشائیہ کا ادا کرنا بھی ایک جزءِ اعظم انشا کا ہے۔ اور عمل میں لانے والے صاحبِ علم اور صاحبِ کمال لوگ ہوتے ہیں۔ اکثر انگریزی اخباروں میں دیکھا جاتا ہے۔ کہ کوہ مری اور شملہ پر اعلےٰ اعلےٰ عہدہ دار خود اس کے ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔

یہ فن کہ ایک اعلےٰ شاخ انشا پردازی کی ہے زبانِ عرب اور زبانِ فارس میں نہیں ہے۔ اور چونکہ اردو کی شاعری اور انشا پردازی فارسی کی بنیاد پر اٹھی ہے۔ اس لیئے اس میں بھی ناٹک نہیں ہے۔

فی الحال میں نے ایک ڈرامہ اُردو میں لکھا ہے جس میں اکبر کے دربار کی بعض مفید حالتیں اور اہلِ دربار کی لیاقتیں دکھائی ہیں۔ اور یہ بھی سمجھایا ہے۔ کہ اکبر بادشاہ غیر ملک کے ہندوؤں اور ہندوستانیوں سے کس طرح گھل مِل کر شیروشکر ہو گیا تھا۔ اور کالج کے طلبا اِس تصنیف کے ادا کرنے کے لیئے طیار ہو رہے ہیں۔ اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کا ایک کمال جو گردشِ ایام سے مٹ کر محو ہو گیا تھا۔ پھر تازہ ہوتا ہے۔ لو بھئی اب پھر کبھی

دُعا کا محتاج بندہ:۔ محمد حسین۔ آزادؔ

؎ صاحب مہتمم پنجابی اخبار سلامت

اب کے ہولی کے بعد ایک عجیب تماشہ دیکھنے میں آیا۔ یعنی قریب شام میرا گذر مکان سکشیا سبھا کے آگے سے ہوا۔ تو کچھ سواریاں باہر اور بہت سے لوگ اندر جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں بھی مشتاق ہو کر اندر گیا۔ دیکھا تو جلسہ کا سامان ہے۔ مگر اتنا فرق ہے۔ کہ معمولی میز کے اُوپر ایک چوکی اُو

رکھی ہے۔ اور اس پر ایک سفید دھوتی پھیلی ہوئی ہے۔ میں حیران ہوا
مگر خیال آیا۔ کہ گرنتھ صاحب کا کچھ بچار ہوگا۔ پھر جب دیکھا۔ کہ بہت سے
بابو صاحبان بھی بیٹھے ہیں۔ تو بہت متوحش ہوا۔ آخر یہ کھلا کہ کوئی برہمو دھرم
تازہ وارد ہوئے ہیں۔ آج یہاں لیکچر دیں گے۔ یہ سن کر میں بھی بیٹھ گیا۔ یہ بھی
معلوم ہوا۔ کہ جن کے لیئے یہ سارا کھڑاگ ہے۔ ان کا انتظار ہے۔ اور وہ
ساڑھے سات (۷) بجے آئیں گے۔ لطف یہ ہوا۔ کہ وہ صاحب خدا جانے دروازے
میں کھڑے تھے۔ یا صحن کے پیپل پر بیٹھے تھے۔ کہ عین وقت معین پر
دفعۃً دالان میں ہی بیٹھے نظر آئے۔ ہمارے خیال میں یہ تھا۔ کہ وہ بھی ننگے
سر آئیں گے۔ مگر برخلاف اس کے ان کے سر پر ابلق مخمل کی ٹوپی تھی۔ بلکہ
اس میں ایک طرّہ بھی لٹکتا تھا۔ ان کا قد بہت چھوٹا سا۔ چہرہ خشک رنگت
جس قدر سخت سیاہ اُتنے ہی کپڑے بہت اُجلے بغل میں اپنے ہی قد کے
برابر کتاب پاؤں میں گرگابی منہ پر فقط مونچھیں۔ سر پر معمولی دو چار انگل
بال تھے۔ مگر ٹوپی اُن کی یہاں بھی نہ اُتری سیدھے آئے۔ اور اپنے

ٹھکانے پر جا کھڑے ہوتے۔ بڑا افسوس یہ ہے۔ کہ آگے اُن کے سر کے چوکی ایسی بے ڈھب رکھی تھی۔ کہ لوگوں کو اپنی کرسیوں پر سے اُبھر اُبھر کر دیکھنا پڑتا تھا۔ اُنہوں نے پہلے تو نیچے کے سر سے کچھ کہنا شروع کیا۔ کہ سب کے کان اُدھر ہی لگ گئے۔ کہ خُدا جانے کیا اسرار کہتے ہیں۔ پیچھے سر جھکا۔ اور سلسلہ چلا۔ اِس میں شک نہیں۔ کہ لکھنے والے نے عبارت بُری نہیں لکھ دی تھی۔ پر بابو صاحب اُسے اچھی طرح یاد کر کے نہ آئے تھے۔ جا بجا اُلجھتے تھے اور ٹھوکریں کھاتے تھے۔ خصوصاً چند فقروں کے بعد جب وہ کہتے تھے۔ کہ اِٹ فنشٹ اور وِی فنشٹ تو عجب عالم ہوتا تھا۔ جیسے مچھلی کھاتے کھاتے منہ میں کانٹا آجاتا ہے۔ کئی دفعہ لوگوں نے تالیاں بھی بجائیں۔ مگر اکثر بے تال رہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مضمون بُرا نہ تھا مگر کہانی ایسی روکھی اور بے جوڑ تھی۔ کہ لوگ اُکتا کر بھاگنے شروع ہو گئے اِس میں بھی شک نہیں۔ کہ بعض بعض مذہبوں اور اُن کے خُداؤں کو بہت خراب کہا۔ مگر ہمیں اشتیاق اتنا رہ گیا۔ کہ انہوں نے خود اپنے خدا

کی کچھ صفت نہ بیان کی حقیقت یہ ہے۔ کہ برہمو دھرم بہت اچھا دھرم ہے
مگر ہمیں ہنسی اسوقت آتی ہے جب وہ کہتے ہیں۔ کہ اس کی بنا خاص
عقل خداداد پر ہے۔ یہ دھرم خدائی ہے جب سے خدا تھا جب سے
یہ تھا۔ یہ سب مذہبوں پر مقدم ہے۔ کیونکہ کوئی مذہب اس کے اصولوں
سے خالی نہیں دیکھو۔ جو اچھی باتیں ہیں سب مذہبوں میں اچھی ہیں۔ وہی
دیکھو اس کے اصل اصول ہیں۔ جو بُری ہیں اور سب مذہبوں میں منع ہیں
انہیں سے یہ ممانعت کرتا ہے۔ بس تو معلوم ہوا۔ کہ یہ ہر مذہب سے پہلے تھا۔ اور
ہر مذہب میں اسکے نور کا ذرہ موجود ہے۔ کیا خوب بھلا عقل ہو تو اپنی تو ہو
اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ خدا نے جس جس صاحب شریعت کی معرفت احکام بھیجے
وہ اپنی شان کبریائی کے اعتبار سے نہیں بھیجے بلکہ اسوقت کے لوگوں کے حالات
کے بموجب بھیجے ہیں ظاہر ہے۔ کہ عقل و دانش۔ تہذیب و علم روز بروز دنیا
میں زیادہ ہوتے گئے۔ اسی قدر احکام اور اصلاح بھی درستی کے ساتھ آتے
گئے۔ اور اس میں بھی شک نہیں۔ کہ سخاوت۔ رحم۔ سچائی۔ پاکدامنی کونسے

مذہب میں موجب ثواب نہیں۔ جھوٹ چوری۔ مکر ظلم۔ بدکاری وغیرہ کہاں بُری نہیں۔ اِن صاحبوں نے سب کو طاق پر رکھ کر جو جو باتیں مذاہب مذکورہ میں ثواب اور حسن عقبیٰ کی معلوم ہوئیں۔ وہ تو برہمو دھرم کا مال۔ باقی جو رہ گیا۔ وہی بچوں کا کھیل کہ:۔

دودھ بھاتی منّا کھائے چھی چھی چھی چھی کوکو کھائے۔ اِس پر وہ وہ ناز کہ زمین اور آسمان میں نہیں سماتا۔ کہ جو میرے گھر سو راجہ کے نہیں یعنی ہمارے برہمو دھرم میں جو کچھ ہے اچھا ہی اچھا ہے۔ وہ بھی ہمارے برہمو دھرم کا ہے۔ واہ! شرماتے بھی نہیں۔ شرم چہ کُتی است کہ پیشِ مرداں بیاید۔ ایک صاحب کو میں نے یہاں بھی دیکھا۔ کہ وہ سب مذاہب پر کھُلے جاتے تھے۔ اُن کی صورت دیکھ کر مجھے وہ مثل یاد آئی تھی۔ کہ مرد کو شرم داڑھی کی ہوتی ہے۔ جب خدا داڑھی مونچھ کچھ نہ دے۔ تو اِس سے کیا بہتر؟ ژند وید سے لیکر توریت۔ زبور۔ انجیل تک بے اختیار مسکراتے تھے۔ ہمیں انجمن سے بڑا تعجب ہے۔ کہ اِس لیکچر کو کیونکر گوارا کیا۔ وہ

رول انجینیئر صاحب کا بندھا ہوا کیا ہوا۔ کہ خاص مذہب کے متعلق جلسہ یہاں نہ ہوگا خصوصاً یہ تو ایسا جلسہ تھا۔ کہ مذاہب خاص کی تضحیک حد سے گذر گئی۔

بات یہ ہے۔ کہ میں برہمو دھرم کے برخلاف نہیں۔ مگر جس طرح یہ جو انہوں نے ژندوستا۔ وید۔ قرآن سے لیکر توریت۔ زبور۔ انجیل کی سب کی تضحیک اور تحقیر کی اور خاکہ اڑایا۔ یہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا

زاہد بہ نماز روزہ ضبطے دارد عاشق بہ مئے دو سالہ ربطے دارد
معلوم نہ شد کہ او بہ خرسند زکیست ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

راقم :- آزاد

میاں بھائی۔ بموجب گفتگوئے زبانی کے میں نے جہاں تک ہوسکا۔ آئین شرافت اور وضع داری کی پابندی کی یقین ہے۔ کہ آپ بھی طریقہ سلامت روی کی حفاظت فرمائیں گے۔ ورنہ مجھے صاف اجازت دیں گے۔ کہ ہم سے نالش کرکے وصول کرلو۔ محمد حسین آزاد

جناب من!

خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ میں نے جس کام کو چھوڑا ہے۔ دشمنوں کے
ہاتھ سے مجبور و ناچار ہو کر چھوڑا ہے۔ کہ وہ میری عداوت کے سبب سے
آپ کے کاموں کو بھی خراب کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں بھی یہی حال ہے
اگر آپ ان شیطنتوں کو روک سکیں۔ تو میں بھی خدمت کے لیئے حاضر
ہوں۔ اور اگر آپ بھی مجبور ہیں۔ تو مجھے معاف رکھیئے۔

البتہ اگر حضور بیچ میں ہوں۔ اور بطور اپنے نجّ کے مجھے کام دیں
تو اس سے مجھے کچھ عذر نہیں۔ اور کمیٹی سے تعلق پیدا کرنا فدوی نہیں چاہتا

فدوی:- محمد حسین۔ آزاد

بندہ پرور!

شرمندہ ہوں۔ اور حضور کی چٹھی کا جواب عرض کرتا ہوں مگر
باصواب نہیں ہو سکتا۔ ایک جلد کے آخر میں چار کتبے کی تصویریں مندرج
ہیں۔ چنانچہ پہلے کتبہ میں ایک آیۃ قرآن مجید کی ہے (   )

صاف ہے۔ اس کے لکھنے کی حاجت نہیں۔ دوسری میں حال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ بھی صاف ہے۔ اور اصل کتاب کی دوسری میں بھی درج ہے۔

تیسرا کتبہ عبرانی میں ہے۔ اور کتاب میں بھی اسے صاف کر کے نہیں لکھا اس لیے میری عقل ناقص میں جو کچھ آیا۔ عرض کرتا ہوں۔

دوسری جلد میں فقط ایک کتبہ کی تصویر ہے۔ جس کی سطریں اور اصل رسالہ میں بھی اسکی عبارت کو صاف کر کے لکھا ہے۔ مگر میری رائے ناقص میں اس کے اکثر الفاظ میں اختلاف ہے۔ اس کے آخر کی دو سطروں کی عبارت کو جو کتاب میں لکھا گیا ہے۔ غالباً وہ کچھ اور ہے۔ مگر مجھ سے بھی پڑھا نہیں گیا۔ جو کچھ پڑھا گیا۔ وہ عرض کرتا ہوں۔

باوجود اس کے فکر و غور سے خالی نہیں۔ انشاء اللہ عنقریب جو کچھ اور نکلے گا۔ وہ عرض کروں گا۔ یہاں کی عمارات کا حال صاف ہونا ہے عنقریب خدمت میں پہنچے گا۔

آزاد

میاں نوشاہی جی!

کوئی میرا خط ہو۔ تو دے دیں۔ محمد حسین عفی عنہ ۲۴ ستمبر

بندہ پرور!

جو احکام حضور نے اب تک میرے حق میں جاری فرمائے۔ اُن کا صدقِ دل سے شکر گذار ہوں قسمیہ کہتا ہوں۔ کہ آزاد اب بھی وہی بندہ خدمتگار ہے۔ اور دل سے عہد پر قائم ہے۔ آپکو یاد ہوگا۔ آخر کے دنوں میں میں نے عرض کی تھی۔ کہ جو سختیاں اپنے جانی دشمنوں پر آپ نے نہ کی ہوں گی۔ وہ آپ کے ہاتھ سے میرے دشمن مجھ پر کرا دیں گے۔ اور آپ نہ سمجھیں گے وہ اب خوشیاں کرتے ہیں اور ہنستے ہیں کہ دشمن کو دشمن کے ہاتھ سے ہی اِس طرح مارتے ہیں ہزاروں کتے کہ شیر کی کھالیں پہنے تھے۔ آپ نے انہیں مارا۔ مگر اب تک یہ آپ کو نہ معلوم ہوا۔ کہ شیر فقط ایک ہی بات میں شکار ہو جاتا ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ حضور نے مجھے چھٹی میں روک لیا۔ مگر کسکو روکا؟ وہی آزاد بندۂ احسان قیدی بے زنجیر بجائے اس طولِ کلام کے فقط اتنا کہہ دیتے

کہ جاؤ۔ کالج کے کام کے سوا نہیں اب کون روکتا ہے۔ واللہ کہ آزاد ایک قدم
بھی نہ اُٹھا سکتا۔ اور وہیں گر پڑتا۔ خیر جو کچھ کیا۔ اچھا کیا۔ مجھے اپنے خراب
ہونے کا افسوس نہیں۔ کیونکہ جو سنتا ہے۔ افسوس کرتا ہے۔ اگر دشمنوں کے
ہاتھ سے مجھے خاک میں ملوا دیں گے۔ تو مجھے افسوس نہیں۔ کیونکہ میرا فخر
تنخواہ اور کرسی اور عہدہ پر نہیں۔ میں اُسی خاک پر بیٹھا آپ کو دعائیں دونگا
اور درختوں کے پتوں پر وہ وہ باتیں لکھ کر پھینکوں گا۔ کہ جو پڑھے گا۔ وہ افسوس
کریگا۔ یعنی کون تھا جس نے ایسے شخص سے ایسا سلوک کیا۔ اگر قتل بھی ہو
جاؤنگا۔ تو جو کچھ اب تک لکھ چکا ہوں۔ یہ خلق و عالم کے رُلانے کے لیئے
کافی ہے۔ اب شکوے کی جگہ رہی۔ نہ شکایت کا موقعہ۔ اب وُہ وقت آ
گیا۔ کہ بموجب اپنے وعدے کے جاؤں گا۔ اور سینہ چیر کے دکھاؤنگا۔ کہ کتنے
زخم لگے ہیں۔ مجھے یہ زخم بھی عزیز ہیں۔ کہ آپ کے لگائے ہوئے ہیں۔ میں
اس تحریر سے آپ کا وقت ضایع نہ کرتا۔ مگر کئی دن سے سُنتا ہوں۔ کہ
سنین الاسلام میں کسی عالم نے بہت غلطیاں نکالی ہیں۔ اور دوسرے نے

تصدیق کیں۔ میں نے بموجب اپنے عہد کے اس کی بھی تفصیل نہ چاہی مگر آج ایک بات سنی۔ کہ سنین آلاسلام کی ترکیب ہی غلط ہے۔ مجھے ضبط کی طاقت نہ رہی چنانچہ اس ضرورت نے مضطرب کر دیا۔ اور یہ مختصر سی عرضداشت انگریزی میں لکھتا ہوں . . . . . .

بندہ :- آزاد

بندہ پرور!

مرحمت نامہ حضور نے معزز فرمایا حقیقت یہ ہے۔ کہ اس قسم کی تحریروں سے دل کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ لاہور کے اختلاف لفظی کو تاریخ ہفت اقلیم میں لاہور کے بیان میں دیکھنا چاہیئے۔ اس نے اسے لہور بھی لکھا ہے اور سند میں ایک شعر بھی لکھا ہے۔ مگر وہ حقیقت میں اس قسم کا تصرف ہے۔ جیسے غیر زبان کے الفاظ کو صاحب زبان شاعر اپنی زبان میں تصرف کر کے لیتا ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ تذکروں کا قاعدہ ہے۔ کہ وہ تحریریں اپنے اعراب حروف کیسا تھ ادا کرتے ہیں۔ اس لئے عجب نہیں۔ کہ شاعر

مذکور نے لاہور کو شعر میں لہر باندھ دیا ہو شعر مذکور سے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ایک زمانہ میں خاص و عام اپنے محاورہ میں بھی لہر ہی کہتے ہوں گے۔

اور امیر خسرو کے شعر کے باب میں جو حضور نے استفسار فرمایا ہے تو شعر مذکور کو قرآن السعدین میں علوفی کی ترکتاز میں لکھا ہے۔ اور تاریخ ہفت اقلیم میں بھی مندرج ہے۔ بلکہ مجھے یاد ہے۔ کہ فرشتہ میں۔ بدایونی اور خلاصۃ التواریخ والے نے بھی لیا ہے۔ مگر اس وقت ان میں نشان نہیں دے سکتا۔ قرآن السعدین اور ہفت اقلیم میں کچھ شبہ نہیں آپ بے تامل کمیٹی میں پیش کریں۔

آزاد

محکمانہ مکاتب

جناب عالی!

آج میں نے بہمراہی لالہ دینا ناتھ صاحب پھر جا کر دیکھا مسوّدات اخبار کے جو انجمن میں باقی ہیں فقط دو کاغذ ہیں۔ باقی سب ردّی بن گئے ہیں۔ یہ کل کاغذات لالہ گوپی ناتھ کے سپرد ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ خط دفتر میں وہ رکھے جاتے ہیں۔ جو کہ متعلق خرید یا قیمت اخبار کے ہوتے ہیں باقی کاغذات کی نگہداشت ذمہ دفتر کے واجب نہیں سمجھی جاتی ہے۔ سابق سے اب تک یہی دستور ہے۔ اب میری عرض یہ ہے۔ کہ اگر سیالکوٹ کو خط لکھا گیا ہے۔ تو بہت مناسب ہے۔ اور یقین ہے۔ کہ وہاں سے جواب باصواب آئے گا۔ امیدوار ہوں۔ کہ فدوی کو اجازت سفر کی دی جائے کیونکہ فدوی کے لاہور میں رہنے سے کچھ اس کام میں فائدہ نہ حاصل ہوگا

یکم اگست ۱۸۷۱ء

محمد حسین عفی عنہ

جناب عالی!

آج تیسرا دن ہے۔ اب تک انجمن سے جواب حاصل نہیں ہوا
کہ سکرٹری انجمن لاہور میں نہیں۔ میری اجازت فقط آپ کے ہاتھ میں ہے
آپ اگر روکیں۔ تو کسی لفٹنٹ گورنر کو روکیں۔ کسی گورنر کو روکیں۔ محمد حسین
عاجز غریب کا روکنا آپ کے لیے کچھ فخر نہیں ہے۔ اُمید ہے۔ کہ اجازت
مرحمت ہوگی۔ فقط ۳۱ر جولائی ۱۸۸۸ء محمد حسین

جناب عالی!

حضور نے جو سوائے گھنٹہ مقرری کے خارج وقت میں طلباء کو
تعلیم عربی کے لیے منع فرمایا تھا تعمیل اس کی ہوتی ہے لیکن اُنکی استعداد کا
حال حضور پر روشن ہے خصوصاً اس سبب سے کہ بعض طلباء مختلف ضرورتوں
سے غیر حاضر بھی رہے ہیں۔ اس لیئے اُمید ہے۔ کہ حضور حکم سابق بدستور قائم فرما دیں
اور مجھے اجازت دیں۔ کہ جو لوگ خارج وقت میں کچھ پوچھیں۔ انہیں مددِ تعلیم
دوں۔ فقط۔ واجب تھا۔ عرض کیا۔

آفتابِ دولت تاباں رہے۔

فدوی محمد حسین عفی عنہ اسسٹنٹ پروفیسر عربی کالج لاہور
۱۲ مئی ۱۸۷۱ء

صاحب من تسلیم!

اِس کتاب کو میں نے اکثر جگہ سے دیکھا۔ بچّوں کے مناسب حال ہے اور دیہاتی مدارس میں پڑھانے کے لیئے خوب ہے۔ اگر چاہیں تو بعض جگہ توضیح کر کے دلچسپ کر سکتے ہیں۔ مثلاً

"ملتان کی چھینٹ ایک زمانہ میں اور شہروں میں جا کر اشرفی گز بکا کرتی تھی۔ اِس کی آب و ہوا کو رنگ کی شوخی اور پختگی میں قدرتی تاثیر ہے۔ انگریزی چھینٹوں کے آنے سے وہاں کے کارخانے بند ہو گئے۔

میناکاری کا کام بھی بہ نسبت اور شہروں کے اچھا ہوتا ہے۔ البتہ کشمیر کے برابر رنگ میں تیزی نہیں۔

شہر ملتان بسبب راہ گذر کے ہندوستان اور خراسان کی منڈی ہے لیکن پشاور سے دوسرے درجہ پر۔

امیر تیمور اسی رستے ہندوستان آیا تھا - اور بادشاہ بھی اسی رستے سے گذرتے رہے ہیں -

طریقہ تعلیم کی کتابیں اُردو میں پہلے بھی دیکھی ہیں - جو بات اِس کتاب میں ہے کسی کتاب میں نہیں مصنف نے مطالب کو خوبی سے ادا کیا ہے - طرز ادا نے سہولیت کے خط میں لیا ہے - اور انہیں دلچسپ بنا دیا ہے انگریزی میں پہلے بھی جا بجا جاری تھیں - مگر جو لوگ اِس سے بے بہرہ تھے وہ پوچھ پوچھ کر ترجمے کرتے پھرتے تھے - اب اردو ہو گئی - گویا ہر شخص کے حصے میں آ گئی عبارت سلیس ہے - اور الفاظ آسان سہولیت سے مطلب سُناتے ہیں - اور طریقہ سمجھاتے ہیں - زیادہ نیاز -

بندہ :- محمد حسین آزاد عفی عنہ

جناب عالی !

مولوی حمید الدین کے مدرسہ کو میں نے دیکھا - اور طالب علموں کا امتحان بھی لیا - مولوی سید علم دار حسین نے جو اُن کے بارے میں رپورٹ

کی ہے۔ صحیح و درست ہے۔ میری رائے میں اُن طالب علموں کے لیئے
بھی انعام ملنا واجب ہے۔ اور چونکہ تعداد حاضری اُنکی ہمیشہ ۴۵ سے زیادہ
۵۰ سے کم رہتی ہے۔ اِس واسطے اور بھی کمی سرمایہ یونیورسٹی پر نظر کر کے
چاہیئے۔ کہ وظائف(۱۰) روپیہ مہینہ سے کم نہ ہو۔ اور زیادہ کا اختیار رہے۔

نیازمند،۔ محمد حسین۔ آزاد عفی عنہٗ

جناب عالی!

جو رپورٹ میں نے عربی جماعتوں کے باب میں کی ہے۔ اُس کا مطلب فقط یہ ہے۔ کہ بعض لڑکے خاص خاص سبب سے ایسے رہ گئے ہیں کہ انہیں حاجت پوچھنے کی ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جماعت میں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ اور سست لڑکے بھی ہوتے ہیں۔ چونکہ حضور کی طرف سے قطعی ممانعت تھی۔ کہ معمولی گھنٹہ کے سوا کچھ نہ بتاؤ۔ اِس قید کے ڈھیلا کرنے کے لیئے میں نے اجازت چاہی تھی۔ مجھے گھنٹہ بڑھا دینے میں کچھ عذر نہیں۔ مگر سب طلبا منظور نہیں کرتے۔ حضور پر روشن ہے۔ کہ

مجھے اُن کی تعلیم میں جسقدر محنت اور صرفِ وقت ہونے میں خوشی ہے۔ میری دانست میں سب سے بہتر یہ ہوگا۔ کہ بعد برخاست دو تین گھنٹہ کالج میں رہا کروں اس میں اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہوا کرے۔ تو پوچھ لیا کرے۔ نہ پوچھے تو میری طرف سے کوئی خواہش نہیں۔ آئندہ جو حضور کی رائے میں مناسب ہو۔ وہ انتظام فرماویں۔

محمد حسین عفی عنہ

جناب عالی!

طلبا کی کیفیت عرض کرتا ہوں۔ اس سے آپ اندازہ فرمائیں گے اور میری زبانی عرض کی بھی یاددہانی ہو جائے گی۔

میر عبداللہ:۔ بڈھا آدمی ہے۔ پکلی متصل ایبٹ آباد کا رہنے والا ہے منطق اچھی پڑھا ہے۔ اور کچھ آتا نہیں تین مہینے سے مدرسہ میں داخل ہوا ہے جماعت فضیلت میں ہے۔ مگر پڑھنا نہیں ہوتا۔ اور ریاضی سے کچھ واسطہ نہیں

میر احمد شاہ:۔ اسی جماعت میں پڑھتا ہے۔ پشاور کا رہنے والا ہے تین چار برس سے داخل ہے۔ ریاضی میں داخلہ کا امتحان ابھی پاس نہیں کیا

اسی واسطے اب کے سال عربی کے سبق معاف ہیں۔ ریاضی یاد کرتا ہے۔ اسی میں امتحان دے گا فضیلت یاب ہے اور ارادہ ہے۔ کہ سند لیکر چلا جائے گا عمر ۲۵ برس کی ہوگی۔

نجم الدین:۔ کولاب کا رہنے والا ہے۔ امیر کابل کی حد سے ملا ہوا ہے کئی برس ہوئے۔ حج کو گیا تھا۔ وہاں سے پھرتا پھراتا یہاں آیا۔ پاس کچھ نہ تھا کہ وطن کی طرف بڑھتا۔ مدرسہ میں داخل ہوا۔ کچھ مدت رہ کر روپیہ جمع کیا۔ اور وطن چلا گیا۔ چند ماہ کے بعد پھر چلا آیا۔ ایک حصہ زبدہ کا اور کچھ تکملین مقالہ اول کی پڑھی ہیں۔ قریب ۳۰ سال کی عمر ہوگی۔

صاحبزادہ:۔ کابل کے درمیان کا رہنے والا ہے۔ برس دن سے زیادہ ہوا کہ عربی اونٹی جماعت کی پڑھتا ہے۔ حصہ اول زبدہ پڑھ چکا ہے۔ ۲۰۔۲۲ برس کی عمر ہوگی۔

شہزادہ:۔ یوسف زئی کا رہنے والا ہے۔ اسنے فارسی میں قریب تین مہینے سے داخل ہے۔ قریب ۵۰ برس کی عمر ہوگی۔ ریاضی سے کچھ تعلق نہیں

غلام محمد منولی ہنسنر علاقہ گلگت کے رہنے والے ہیں۔ کشمیر میں پھرتے چلتے آ
نکلے تھے۔ انہیں ایک آدمی زبان دان درکار تھا۔ وہاں کسی
کو فرمائش لکھی۔ کہ ہمیں ایک آدمی چاہیئے۔ اُسنے ان دونوں کو بھیج دیا۔ اُن کی
زبان تک بھی درست نہیں۔ گلستان کو غلستان کہتے ہیں۔ لکھنا بالکل
نہیں جانتے۔ مدرسہ میں آکر دو گھنٹے ایک گھنٹہ ہر جماعت میں پھر کر دل
بہلا لیتے ہیں۔ وظیفہ سرکار سے پاتے ہیں۔ انہیں زبان سکھلاتے ہیں
اوّل ہیں ۵۰ برس سے زیادہ کی عمر ہے۔ دوسرا ۴۰ سے کم نہیں۔

فقط   محمد حسین۔ آزاد

جناب عالی!

بسبب ضرورت بعض عیال کے فدوی حضوری مدرسہ سے
قاصر ہے۔ امیدوار ہوں۔ کہ کل ۲۴ فروری سے چار دن کی رخصت مرحمت
ہو۔ اور کیجوئل لیو میں شمار کی جائے۔ فقط

۲۳ فروری [illegible]   فدوی   محمد حسین آزاد عفی عنہ

جناب عالی!

فدوی بسبب علالت طبع کے جو کہ ضروری اور مجبوری ہے بذریعہ میڈیکل سارٹیفکیٹ کے دو ہفتہ کی رخصت کا امیدوار ہے۔ ساتھ اس کے یہ بھی درخواست کرتا ہے۔ کہ ایام بیماری کی تنخواہ معاف کیجائے

فقط۔ محمد حسین آزاد عفی عنہ

جناب عالی!

فدوی کی بیماری کا حال حضور کو معلوم ہے۔ اگرچہ جو خطرناک حالت تھی۔ وہ رفع ہوتی ہے۔ لیکن ضعف اسقدر ہے۔ کہ بے رخصت کے گذارہ نہیں ہے۔ امیدوار ہوں۔ کہ ۱۲ دن کی رخصت مرحمت ہو۔ اگر تھوڑے دنوں میں طبیعت بحال ہوگئی۔ تو پہلے ہی حاضر ہو جاؤں گا۔ فقط

یکم جون ۸۵ء

محمد حسین۔ آزاد۔ عفی عنہ

بحضور لامع النور سکندر ارسطو فطرت آصف سلیمان رفعت
صاحب خلف انگان خداوند مراتب ارجمند دام اقبالہم وصاعف
اضلالہم

تسلیم وآداب سرادب سے بجا لاکر عرض رسا ہے حضور کو یاد ہوگا۔ کہ ماہ دسمبر ۱۸۶۱ء میں حضور دورہ سے مراجعت فرما کر تشریف لائے۔ اور ڈاک بنگلہ لودھیانہ میں رونق افروز ہوئے۔ تو فدوی بھی شرف اندوز ملازمت ہوا تھا۔ اس وقت فدوی پرنٹر و پبلشرز مطبع مجمع البحرین میں تھا۔ کہ ارسطو جاہ مولوی رجب علیخان بہادر نے بنا کیا ہے فی الحال باتفاق آب و دانہ فدوی لاہور میں پہنچا۔ اور محکمہ محتشمہ حضور جنرل پوسٹماسٹر بہادر میں سر رشتہ دار ہے۔ چونکہ حضوری خدمت حکام سے علاوہ اپنی نفع ذاتی کے اس قسم کے فوائد متصور ہیں۔ جن سے کہ خلق خدا کو فوائد حاصل ہوں۔ اور خدا اور نائبان خدا رضامند ہوں۔ اور واسطے ہمیشہ کے نام نیک یادگار رہے۔ اس واسطے فدوی بھی آرزومند قدمبوسی حضور کا

ہے ۔ اُمیدوار ہوں ۔ کہ بہ نظرِ علم پروری و جوہر شناسی اپنے وقتِ فرصت سے فدوی کو مطلع فرمایئے ۔ کہ حاضر حضور ہو کر یہ دولت لازوال حاصل کروں ۔ فقط ۔ زیادہ آداب ۔

آفتابِ دولت و اقبال تاباں رہے

فدوی : محمد حسین ، سررشتہ دار محکمہ محتشمہ جنرل پوسٹ ماسٹر
لاہور (پنجاب)

۲۰ر مئی سنہ ۱۹۱۰ء

جنابِ عالی !

۷ ماہ حال کو دو بجے کے بعد جبکہ سیکنڈ ائیر کلاس میرے پاس بیٹھی تھی ۔ دفعتہً چھت سے ٹھیک میز پر میرے آگے پانی گرنے لگا ۔ میں مع طالب علموں کے فوراً اُٹھ کھڑا ہوا ۔ مگر میز اور کتابیں نجس ہو گئیں ۔ احتیاطاً لیسین چپڑاسی کو اور پھر سید نیاز علی ممتاز علی اور محمد اشرف طالب علموں کو بھی بھیجا گیا ۔ کہ جا کر دیکھیں ۔ انہوں نے آکر بیان کیا ۔ کہ صورتِ حال سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ پانی نہیں کسی نے پیشاب کیا ہے ۔

بعد اس کے گنگا رام چپڑاسی اور بعض طالب علم اور گئے۔ مضمون واحد معلوم ہوا۔ اگرچہ اس امر میں شک نہیں تھا۔ مگر نظر بمزید تحقیق اور من جانب بہادر سے کہا گیا۔ انہوں نے نکمس ہیبر عنایت کیا۔ اُس سے امتحان کیا تو کوئی شک نہ رہا۔ چنانچہ وہ کاغذ بھی موجود ہیں۔ چونکہ پہلے بھی اکثر یہ عمل نجس اُوپر کے کمروں میں ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ نجاست کا عمل صغیرہ تھا۔ وہ اعمال نجاست کبیرہ کے ہیں پس اس لیئے کہ بڑھتے بڑھتے یہ نوبت پہنچ گئی ہے۔ اس لیئے اطلاع حضور میں واجب ہے۔ کہ آئندہ اس سے زیادہ ترقی نہ کریں۔ معاملہ نازک ہے۔

حضور کو یہ بھی خیال رہے۔ کہ عمل مذکور کسی طالب علم کا تنہا کام نہیں معلوم ہوتا۔ اس میں اور بھی تائیدیں شامل ہوں گی حضور تفتیش فرماویں گے تو سب حال معلوم ہو جاوے گا۔ واجب تھا۔ عرض کیا۔

آفتاب دولت تاباں رہے

محمد حسین عفی عنہ۔ پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور

جناب عالی!

مضمون مندرجہ مورخہ اخبار انجمن ۲۰ر جنوری ۱۸ء بابت ڈاکٹر نجات کے باب میں حقیقت حال یہ ہے۔ کہ وہ تحریر موجب خط سید بہادر شاہ منشی تحویل خانہ سیالکوٹ کے درج ہوئی تھی۔ اس قسم کے خطوط اور مسودے کچھ میرے پاس بھی رہا کرتے تھے۔ اور باقی سررشتہ انجمن میں ہوتے تھے۔ میں نے اپنے مسودوں میں خوب دیکھ لیا۔ خط مذکور نہیں ہے انجمن کے کاغذوں کو آج میں نے دیکھا۔ معلوم ہوا۔ کہ سات مہینے کا عرصہ ہوا۔ اس لیئے کاغذات ردی گئے۔ اور جو باقی ہیں۔ ان میں نہیں ہے۔

اب صورت اس کی دریافت کی کچھ مشکل نہیں۔ کاتب کا خط مثل کورٹ میں موجود ہے۔ اور اسی کا خط اخبار عام میں بھی آیا تھا۔ معلوم نہیں۔ کہ وہاں اصل خط موجود ہے۔ یا نہیں۔ یہ حال انجمن بذریعہ تحریر کے کاتب مذکور سے دریافت کر سکتی ہے۔

محمد حسین عفی عنہ

حکمتِ ادبیات

مرتبہ

طاہر بشیر حضرت آزاد

گلدستۂ ادب

ابھی کل کی بات ہے۔ کوئی پچاس ساٹھ برس گذرے ہوں گے۔ کہ ہمارے نامہ و پیغام کے خط و خال فارسی لفظوں کے زیور سے آراستہ کیے جاتے تھے۔ مگر حادثات زمانہ نے سلطنت اسلامی کے کھوکھلے درخت کو پے در پے ایسے جھکولے دیئے۔ کہ جڑیں پاتال سے اُکھڑ گئیں ساتھ ہی دوربین نگاہوں نے بھانپ لیا۔ کہ مغلوں کے ساتھ فارسی کی بھی ترکی تمام ہوئی۔

اس وقت خیالوں نے دماغوں میں اظہار مطالب کے لیئے سرگوشیاں کیں۔ آپس کے رسل و رسائل نے کاغذ و قلم دوات کو مدد کے لیئے پکارا۔ مگر یہاں زبان بے زبانی سے اپنے ہیں پرائے بیان نہ دیکھکر لا زبان ہونے کا عذر کیا۔ تو اس اڑے تھوڑے وقت میں (امروے از غیب) حضرت غالب نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ اور آئندہ کی مصلحتیں اور سہولتیں دیکھ کر فوراً ریختہ کا پیوند فارسی سے لگا دیا۔ اور زمانہ شناسی کے چاقو سے ہزاروں

قلمیں تراش کر اُردوئے معلیٰ کے باغ کی داغ بیل ڈالدی۔ اسوقت کون جانتا تھا۔ کہ یہ عود ہندی سارے ہندوستان کو اس طرح معطر کرے گی۔ کہ جو بیس گھنٹہ میں لاکھوں اِدھر سے اُدھر ہو جانیوالے معاملے خطوں کے ذریعے زبانِ اُردو میں طے ہو جایا کریں گے۔

اگرچہ اُردو نثر عرصہ سے جنم لے چکی تھی۔ مگر ابو الفضل کی فارسی کی طرح ریختہ اور فارسی کے مقفیٰ جملے ہی تھے۔ اساتذہ کی کوششیں نظم کی کیاریوں کو سینچتی تھیں۔ کوئی قہراً جبراً نثر بھی لکھ لیتا تھا۔ مگر خطوکتابت میں نزاکتِ معنی پیدا کرنیکا خیال کسی کو نہیں آیا۔

جناب مرزا نے اس کی ابتدا کی۔ اور اس شان سے کی۔ کہ قطرہ کو دریا بنا دیا اور خطوکتابت میں ایسا ناپیدا کنار سمندر چھوڑا۔ کہ قیامت تک یادگار باقی رہے گا اور مضمون آفرینی نے تکلفی طبیعت کی اصلی کیفیت جو کسی امر کے اظہار کے وقت انسان کے چہرہ اور بدن کے مختلف حرکات سے صادر ہوتی ہے لفظوں میں ادا کر دی۔ غرضیکہ خط جو غائبانہ ضروریات کے لیے استعمال میں آیا کرتا تھا۔ اس کو ایسا مانجھا۔ کہ انشا پردازی کی ایک شاخ علیحدہ ہی نظر آنے لگی۔ بلکہ غائبانہ سے مکالمہ بن گیا۔ اور وہ وہ باتیں جن کا لطف آمنے سامنے بیٹھ کر بھی حاصل نہ ہوا ہو۔ ان کاغذوں کے قاصدوں کے ذریعے

دو چند بلکہ سہ چند خط اُٹھا لیجے۔

مرزا کی اُردو خطوط نویسی کا حلقہ اثر اوّل اوّل اُن کے احباب۔ دوستوں شاگردوں پر پھیلا۔ اور ان میں سے ہر ایک کامل اس میدان میں خاص وقت کے قابل بھی ہو گیا۔ مگر اس گُر کو کوئی نہ سمجھا۔ کہ ان لفافوں اور کارڈوں میں انشا پردازی اور نثر کے جادو کی پڑیاں لپٹی ہوتی ہیں۔ اسکے بعد عموماً خط و کتابت اُردو میں شروع ہو گئی۔ اگرچہ خاص خاص خاندان عرصہ تک اُردو خطوط نویسی کو سُبکی ہی سمجھتے رہے۔ مگر کہاں تک آخر؟ سب رفتہ رفتہ اپنے قرینے پر آ گئے۔ کوٹھے کے رہنے والے بھی زینے پر آ گئے

میاں باوا (حضرت آزاد) اور مرزا کا زمانہ تقریباً ایک ہی کہنا چاہیئے۔ یہ مرزا کے ساتھ ساتھ زمانہ کی کج رفتاری کے نشانات دیکھتے چلے آتے تھے۔ اُنہوں نے اس دوا کو پا لیا۔ اور مرزا کی فارسی آمیز نثر کو ایسا پلٹے باندھا۔ کہ نظم کو ٹھکراتے ہوئے نثر کا ہاتھ تھامے ہزاروں کوس آگے نکل گئے۔ اور انہیں قلموں اور شاخوں سے ایسے گھنے گھنے جنگل لگائے۔ کہ جن کا پھیلاؤ مشرق سے مغرب تک نظر آنے لگا۔

جہاں حضرت آزاد نے نظم میں تبدیلیاں کیں۔ نثر کی بلند عمارتیں چُنیں۔ وہاں

خط و کتابت سے بھی غافل نہیں رہے۔ بلکہ خطوط میں ایسی جدت اور آسانیاں پیدا کیں۔ کہ تحریر
سے تقریر کا مزا آتا ہے اور حضرت غالب کے فارسی اُلجھاؤں کو اُردو کے چھوٹے چھوٹے
جملوں اور محاوروں میں ہاتھ باندھ کر کھڑا کر دیتے ہیں کیا اچھا ہوتا۔ اگر اُن کی تمام
خط و کتابت جو انہوں نے اپنے عزیز دوستوں یا اپنے شاگردوں اور مختلف حضرات سے
اپنے زمانہ تصنیف میں کی مل جاتی مگر نہایت افسوس خیز ہے یہ بات کہ دریا میں سے
قطرہ بھی ہاتھ نہ آیا۔ فقط یہ چند بے سروپا بے ترتیب سے خط ہیں جو دو سال کی لگاتار محنت
کے بھروسے پر اپنی ناچیز کوشش کے نام سے حاضر کر دیتے ہیں۔ خیر اسوقت اتنا بھی ہو
گیا۔ ورنہ آئندہ زمانہ نہ مولانا آزاد کو پیدا کریگا۔ نہ کوئی طاھر اُن کے مکتوبات اِس
طرح چنتا اور بلند تا پھریگا۔ یہ سب کچھ اسی طیب روح کی برکت سے ہو گیا۔ ورنہ میری کیا
مجال تھی۔ اب اِسی کو ادب کے پیاسوں کے سامنے شرمندگی کے ہاتھوں پر رکھکر پیش
کیئے دیتا ہوں۔ قبول کر لینا انکی مرضی پر منحصر ہے۔ ظاہراً مولنا آزاد کے مکاتب جسقدر بھی
ممکن ہو سکتے تھے۔ ہو لیے۔ اگر کوئی خط آئندہ کہیں سے ہاتھ آیا۔ تو دوسرے ایڈیشن میں وہ بھی
سلک مروارید میں شامل کر دیا جائے گا۔ اس لیئے ہر شخص کو جو اس کتاب کو پڑھے چاہیئے

کہ اگر کہیں کوئی خط مولانا کا رکھا ہے۔ تو میرے پاس ازراہِ لطف و عنایت پہنچا دیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے ادبی شکریہ کے مستحق ہو جائیں۔

جس زمانہ میں مولانا کے مکتوبات کی جستجو میں کوشاں تھا۔ اور جگہ جگہ کاغذی گھوڑوں کے ذریعہ ایک بھگدڑ مچا رکھی تھی۔ اپنے گھر میں بھی اُنکے تمام بستے اور مسودے ٹٹول مارے۔ انمیں جہانتک بھی ہو سکا۔ کوئی خط کسی قسم کا پرزہ نہیں چھوڑا۔ اسی سلسلہ میں یہ چند جواہر پارے اور بھی ہاتھ آ گئے جو ہندوستان کے بہترین ادبی افراد کی پرائیویٹ زندگی کے کچھ مٹے ہوئے نقش ہیں۔ انکو میں نے ابتک جان سے زیادہ عزیز رکھا۔ مگر اب کاغذ میں دم نہیں۔ کہ مضمون کی گرانباری کو سنبھال سکے۔ اور مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں کہ تعویذ بنا کر رکھ چھوڑوں۔ میرا دل یہی چاہتا ہے۔ یہ ہیرے اور موتیوں سے زیادہ قیمتی الفاظ زندہ رہیں۔ اور قیامت تک زندہ رہیں۔ اسلیئے انکے لیئے ایک الگ چھوٹا سا باب قائم کر کے مکتوبات آزاد کی بغل میں رکھ دیتا ہوں۔ کیونکہ ان کا حجم اس قابل نہیں ہے کہ الگ شائع ہو سکیں

انمیں سے اکثر خط مولانا کے نام نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف حضرات کے نام ہیں۔ چونکہ ان میں بھی ایک ادبی پہلو نکلتا ہے۔ اسلیئے ان سب کو شائع کر دیا ہے اور جہانتک میری واقفیت اور علم نے ساتھ دیا ہے۔ ہر ایک پر تھوڑا تھوڑا سا نوٹ بھی لکھ دیا ہے۔ تاکہ انکی دلچسپی بدستور قائم رہے

نیاز آگین:- **طاہر** نبیرہ حضرت آزاد

قرۃ العین سجاد ابن حسین سلمہ اللہ تعالیٰ۔

خوبیٔ دین و دنیا تم کو ارزانی تمہارے خط کے دیکھنے سے آنکھیں روشن
ہو گئیں۔ دل کو چین آگیا چشم بد دور خط اچھا عبارت اچھی اردو میں مطلب نویس
اچھے ہو حق تعالیٰ تم کو عمر و دولت عطا کرے۔ اپنے والد ماجد کو سلام کہنا اپنے بھائی
مظفر میرزا اکبر میرزا کو دعا کہنا۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب ۱۵ مارچ ۱۸۶۹ء برادر

زبدۂ آل رسول سجاد میرزا خان کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا!

دلنواز نامہ پہنچا۔

حیران اطوارِ خودم درماندۂ کارِ خودم — ہر لحظہ دارم نیتی چوں قرعہ رمالہا

تمہارے یار باقر میرزا تحصیلداری تحصیلداری پکارتے تھے۔ یہاں معلوم
ہوا کہ تمام قلمرو میں چھ تحصیلداریاں اور چھ تھانہ داریاں ہیں سیا۔ تو ان علاقہ کہاں سے
پیدا کیا جائے رہی مصاحبت اسکے پہلے تسنن اور پھر علوم رسمیہ سے آگہی پھر زبان آوری
پھر قسمت کی یاوری شرط ہے باقر علیخان کو تین شرطیں درکار۔ پہلی شرط موجود تم کو
پہلی شرط ازلاً و ابداً مفقود۔ بعد جشن وقت رخصت ان دونوں لڑکوں کے باپ

میں ناظر جی اور مظفر میرزا اور تمہارے باب میں محمد میرزا ابن سیف الدولہ اور میاں نصیر الدین
اور میاں عبدالسلام کے باب میں کلام کروں گا ۔ تا بنگرید خواستۂ کردگار چیست

غالب

میر صاحب شفیق مکرم و معظم میر بندہ علی خان عرف میرزا امیر صاحب کو غالب
بے برگ و نوا کا سلام پہنچے - آپ کا پیام روح افزا پہنچا - بلکہ وہ عبارت سراسر بشارت
میں نے خود پڑھ لی - جناب سری مہاراؤ راجہ صاحب نے جو میرے حق میں فرمایا - سو بجا ہے
پانچ برس کی میری عمر تھی - کہ میرا باپ عبداللہ بیگ خان عرف مرزا دولہا مہاراؤ راجہ
بختاور سنگھ بہادر کی رفاقت میں مارا گیا - سرکار سے میرے باپ کی تنخواہ میرے نام پر
جاری ہوئی اور ایک گاؤں جس کا تالڑا نام ہے مجھ کو برائے دوام ملا - آپ یوں سمجھیے
کہ اِدھر دودھ پینا چھوڑا - اور اُدھر راج کی روٹی کھائی - چار برس کے بعد نصراللہ بیگ
خان میرا چچا مر گیا - نو برس کی عمر میں سرکار انگریزی سے بعوض چچا کی جاگیر کے نقدی
مقرر ہوئی - اب تک اسی پر معاش کا مدار ہے - عمر بھر نوکری کی - تو بہادر شاہ سے نجم الدولہ
دبیر الملک نظام جنگ خطاب پایا - کچھ دنوں بادشاہ کا مصاحب رہا - پھر استاد

کہلایا۔ اب ایک کم ستر برس کی عمر ہے۔ کانوں سے بہرہ ہو گیا ہوں بغیر لاٹھی کے چل
نہیں سکتا۔ تکیہ یا دیوار کے آسرے بغیر بیٹھ نہیں سکتا۔ دنیا دار نہیں فقیر ہوں بہت
سی عزت اور تھوڑی سی دولت چاہتا ہوں۔ حضور کو خدا سلامت رکھے۔ وہ مجھے
عزت بھی دیں گے۔ اور دولت بھی بخشیں گے۔ قطع نظر اس سے حضور کا جمال دیکھنے کو دل بہت
چاہتا ہے۔ میں نے تو مسند نشینی کی تہنیت اور تاریخ کا قطعہ معہ عرضداشت کے بھیجا۔ حضور
نے کیوں میری عرضی کا جواب نہ لکھا۔ اور کیوں مجھ کو نہ بلا بھیجا۔ راج کا قدیم متوسل انگریز
کا پنشن دار اور خیر خواہ بعد غدر کے پنشن جاری گورنمنٹ سے اور حکام دہلی سے ملاقات
بدستور خطوط کی آمد و رفت طرفین سے بدستور۔ اب حضور بفتح و نصرت سفر سے معاودت
فرمائیں گے۔ تو انشا اللہ تعالےٰ حاضر ہوں گا۔ اور وہ سب کاغذ نظر سے گزرانوں گا
آپ سے خاص اپنی مہربانی کا امیدوار ہوں۔ کہ یہ خط اپنے نام کا احتیاطاً اپنے پاس
رہنے دیجئے۔ حضور تشریف لائیں۔ تو یہ خط حضور کی نظر سے گزرا دیجئے۔ میں تو حضور کے
تشریف لانے کی خبر سنکر فوراً الور روانہ ہوں گا۔ انشا اللہ العلی العظیم۔

راقم اسد اللہ خان۔ مرقومہ در شعبان ۱۲۸۰ھ

نوٹ!

یہ تین خط ایسے شخص کے ہیں۔ جس کو دنیا غالب مانتی ہے۔ تو بھلا پھر یہ کس تعریف کے محتاج ہو سکتے ہیں؟ فقط اتنا بتا دینا کافی ہے۔ کہ اُردو معلّٰی اور عودِ ہندی کے علاوہ ہیں۔ جو اتفاقاً اس میں شائع نہ ہو سکے تھے۔ اور مجھے اب یہ فخر اس لیے حاصل ہوا ہے۔ کہ جس طرح میرے پڑدادا اور دادا حضرت ذوق کے پروانہ وار عاشق تھے۔ اسی طرح میرے پرنانا نواب حسین مرزا صاحب (ناظر شہنشاہی) اور ان کے صاحبزادے نواب سید سجاد مرزا صاحب مرزا نوشہ کے خاص احباب میں سے تھے۔ بلکہ مرزا صاحب کا اُردو کلام ہمیشہ انہی کے پاس جمع ہوا کرتا تھا۔ مجھے بھی یہ تبرک انہیں سے پہنچا ہے جس کو ادبی اضافہ جان کر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

طاہر

جناب مخدوم و مکرم بندہ ام عشقتہم!

بعد تسلیم سلام مسنون عرض یہ ہے۔ کہ عنایت نامہ آپ کا معہ خط مکرمی مولوی محمد حسین صاحب پہنچا۔ اور ممنون یاد آوری فرمایا۔ شکر شفقت ہا ئے

[illegible]

چند آنکہ شفقت ہائے تو۔ مولوی محمد حسین صاحب سے اور میرے خاندان سے ایک مربط
خاص ہے ان کے دادا اور میرے والد میں ایسی دوستی تھی۔ کہ لوگ بھائی بھائی سمجھتے تھے
اور اُن کے والد مولوی محمد باقر صاحب مرحوم سے مجھے اور خصوصاً میرے بڑے بھائی مرحوم
سے بسبب ہم عمری کے ایسا ہی ارتباط تھا پس اگر سچ پوچھو۔ تو مولوی محمد حسین صاحب
میرے بھتیجے کے برابر ہیں۔ مگر چونکہ علم و فضل و نیکی و نیک ذاتی میں مجھ سے زیادہ ہیں۔ اس لیے
میں انکو مکرم و معظم اپنا سمجھتا ہوں۔ امداد الآفاق اور حمایت الاسلام ترجمہ کتاب سنگلنس
میں نے انکی خدمت عالی میں روانہ کر دیا ہے۔ امداد الآفاق اور اخبار نور الآفاق لائق
ظلمۃ اہل النفاق خاص مولوی امداد علی صاحب کانپوری کے ہیں۔ ان کو خود تو استعداد
مطلق نہیں ہے۔ مگر وہابی مولوی انکے ہاں نوکر ہیں۔ اور مستعد طالب علم ہیں۔ وہ
یہ سب تحریریں کرتے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے تحریر مضامین سے درحقیقت یہی تائید
کی ہے۔ (۱) لباس شہنشاہ ایران بالکل انگریزی ہے۔ حاجی محمد حسین خان بہادر
امباسڈر جو شاہ ایران کے جانب سے لندن میں متعین ہیں۔ اور ان کے تمام ہمراہیان سے
میری بہت ملاقات اور باہمی آمدورفت ہے۔ اُن کا لباس بھی بالکل ویسا ہی ہے

کلاہ ایرانی بہ نسبت سابق کے اب چھوٹی اور مناسب ہوگئی ہے۔ سید مدکو وہ ٹوپی
نہایت پسند تھی۔ اور ایران کے انباسڈر نے ایک ٹوپی انکو دی تھی۔ اور وہ اکثر پہنتے تھے
چنانچہ انکی ایک تصویر اسی ٹوپی کی آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ ترکی ٹوپی سے زیادہ
عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ جو قواعد بود و باش طالب علمان مدرسۃ العلوم میں ممبروں نے
تجویز کیئے۔ درحقیقت ناقص ہیں۔ میرے دل میں آیا تھا۔ کہ اُن سے اختلاف رائے کروں
اور دل کھول کر گفتگو کروں۔ مگر پھر میں نے مناسب نہ سمجھا۔ چونکہ ہوا خوری و مشق سواری اسپ
و نشانہ بندوق۔ ورزش جسمانی۔ اور تعیناتی طبیب و ڈاکٹر کا قصداً ممبروں نے
اس لیئے نہیں کہا۔ کہ ان امورات کی نسبت کسی نے کچھ اعتراض نہیں کیا ہے۔ اُن
ممبروں نے اسی قدر تک دست اندازی کی ہے۔ جسقدر میں کہ اعتراضات معترضین کے
رفع ہو جاویں حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ معترضین کے اعتراضات کچھ نیک
نیتی سے نہیں ہیں۔ آپ کی صحت و سلامتی کی خبر سے بے انتہا دل کو خوشی
ہوئی ہے۔ اللہ تعالے آپ کو ہمیشہ صحیح و تندرست و سلامت رکھے۔ جنکی ذات
سے ہم مسلمانوں کو فخر ہے۔ مگر اب غافل نہ رہیں۔ ہمیشہ علاج میں مصروف رہیں

موسم جاڑے کا نہایت اچھا ہے۔ کسی ڈاکٹر سے صلاح لیکر "کاڈ۔ لول۔ ایل" یعنی مچھلی کے تیل کا استعمال کیجئے۔ نہایت مفید ہوگا۔ خدا اُن کے دل میں رحم ڈالے اور قومی ہمدردی سکھلاوے تعجب یہ ہے۔ کہ میری ذاتی برائی اور بدی خواہ کفر و ارتداد کے سبب قوم کے ساتھ کیوں دشمنی کرتے ہیں۔ اب اس عریضہ کو دعائے صحت وسلامتی و ترقی جاہ و حشمت ادرین پر ختم کرتا ہوں۔ والسلام !!!

۱۲/ اکتوبر ۱۸۷۳ء

آپ کا دلی نیازمند:۔ سید احمد

بنام حضرت آزاد مرحوم

جناب مولانائے معظم و مخدوم محترم من سلامت !

تسلیم ! یہ خط سید احمد خان صاحب کا ہے۔ جو میرے اس خط کے جواب میں ہے جس میں۔ میں نے آپ کا سب سے پیچھے والا خط بجنسہٖ ان کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ ان میں اکثر امور میرے خط کے جوابات ہیں میں قلت فرصت کی وجہ سے جو اخبار میں آیا کرتی ہیں۔ ان کے سب پرچے علی الترتیب نہیں دیکھ سکتا۔ شاید اس وجہ سے یا بہ سبب تساہل "ایڈیٹر" کرہ نوراتک مضامین مع عودہٗ میری نظر سے نہیں گذرے۔ اگر براہ کرم مطلع فرمایا جاتے۔ کہ فلاں نمبر کے

اخبار میں چھپے ہیں۔ تو عنایت پر عنایت ہے۔ میں خیریت سے ہوں۔ کتاب مطلوبہ جو بھیجنے
ارسال خدمت کی تھی۔ اغلب ہے کہ خدمت میں پہنچ چکی ہو گی۔ سلسلۂ کتب ورثۂ شیعہ
جو آپ نے تجویز فرمایا تھا۔ میں پہلے یہ لکھنا بھول گیا تھا۔ کہ وہ سید احمد خان صاحب کے
پاس بھائی صاحب نے جب ہی بھیج دیا تھا۔ ہنوز اس کا کچھ جواب نہیں آیا۔ غالباً
کمیٹی میں بامکان اجوبہ دیگر حضرات شیعہ ممبروں کے کچھ تصفیہ ہوا ہو گا۔ بھائی
سید محمد کاظم تسلیم عرض کرتے ہیں اور ملل و نحل کے خرید کے لئے یاد دہانی کرتے
ہیں۔ کونسل جنرل ایران جو یہاں آئے تھے۔ میں نے ان کے لباس کا معہ لباس شاہ
ایران ذکر لکھا تھا۔ کہ سب فرنگیانہ ہے۔ یہ کونسل صاحب قوم سے سید تھے
اور مومن پابند نماز وغیرہ اور سر پر کلاہ پاپاق تھی۔ باقی سب طرح خیریت ہے
۱۱ اکتوبر ۱۹۲۳ء روز جمعہ پٹیالہ بندہ سید محمد حسین عفی عنہ

نوٹ!

سر سید مرحوم کے خط میاں باوا کے نام بہت ہیں۔ مگر افسوس
تمام فارسی میں ہیں۔ ان کو اس مجموعہ سے تعلق نہیں۔ فقط یہ ایک خط اردو میں

جناب مشیر الدولہ ممتاز الملک خان بہادر خلیفہ سید محمد حسین صاحب ؒ وزیر خارجہ پٹیالہ
کے نام نکل آیا۔ یہ اس زمانے کا خط ہے۔ جب کہ سر سید مرحوم اور اُن کے ہم خیال
کالج کی بنیاد رکھ چکے تھے! ور لوگ دھڑا دھڑ مخالفت کر رہے تھے۔ اور یہ سب
ہمہ تن مصروف تھے۔ اِس خط میں چونکہ میاں باوا کا ذکر آگیا ہے۔ کچھ اور اُن کے متعلق
باتیں ہیں۔ اس لیئے پٹیالہ سے خلیفہ صاحب نے اِسی کی پشت پر خود چند سطریں
تحریر فرما کر لاہور روانہ کر دیا۔ وہ خط بھی درج کر دیا ہے اگرچہ اس میں کوئی ادبی
پہلو نہیں مگر یہ چند سطریں بھی ایسے انسان کی لکھی ہوئی ہیں۔ جو ہندوستان میں
انیسویں صدی کے مایۂ ناز ہستی تھے سر سید مرحوم نے جن مشیروں اور ستونوں پر کالج کی بنیاد
رکھی تھی۔ ان میں انکا درجہ بہت ممتاز تھا۔ اردو میں سفرنامہ برنیر بہت بڑی کتاب

طاہر

یادگار باقی ہے۔

جناب مولوی صاحب مخدوم و مکرم و معظم و محترم ادام اللہ مجدہ و اشرفاً

تسلیم! مولوی مقرب علی صاحب کے نام کا عنایت نامہ خاکسار نے
دیکھا۔ چونکہ آپ کو ... نور کا وہ پرچہ دستیاب ہو گیا ہے۔ اس لیئے مفصل جواب بخوبی (

کرتا ہوں۔

پہلے سوال کی نسبت میری رائے یہ ہے۔ کہ اسم کی ہی بحث مقدم ہونی بہتر ہے۔ کیونکہ اسم کو تقدم طبیعی ہے لیکن اگر اس کے برخلاف ہو۔ تو بھی میں کچھ ناجائز نہیں سمجھتا۔

دوم۔ اسم ظرف۔ اسم آلہ۔ اسم تفضیل ہرگز مشتقات فارسی میں داخل نہیں ہیں فضلائے عربی ان جنہوں نے عربی کے سوا کوئی گرمر نہیں پڑھی۔ اُنہوں نے صرف قواعد عربی کے بہت سے چربے اتارے ہیں۔ یہ بھی ایک چربہ انہیں میں سے ہے۔ فارسی میں دو یا تین یا اس سے زیادہ لفظوں کے ترکیب دینے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ انہی صورتوں میں ان مرکبات کو داخل کرنا چاہیئے۔

۳:۔ میری رائے میں مفعول فیہ مفعول لہ مفعول معہ مفعول مطلق کوئی بھی فارسی میں نہیں ہے

۴:۔ اور مفعول معہ تو میرے نزدیک عربی میں بھی ایک جاء۔ البرد والجبات کے علاوہ شاید ہی کہیں پایا گیا ہو۔ یہ شعر ہے

رودد بوستان بان بہ بستان شاہ　　بہ نو بادہ ہم ز بستان شاہ

کچھ عجب نہیں کہ یہ شیخ کا ہو۔ مگر نو بادہ کو مفعول معہ
سمجھنا عجیب بات ہے۔ اگر من جا۔ بالحسنۃ اور ذہب بزید میں حسنہ اور زید کو
مفعول معہ کہیں۔ تو نو بادہ کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ فارسی میں الوانی عربی کی ترکیبیں اکثر اپنی
زبان میں داخل کی ہیں۔ جیسے ؎

ہر چہ از خود مے شماری بر تو باشد ہوشدار۔ یا از ماست کہ بر ماست

یہ نقل ہے۔ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت کی۔ اسی طرح شیخ کے اس شعر میں بائے
موحدہ تعدیہ کے موقع پر استعمال کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۔ فارسی میں مستثنیٰ کی دو قسمیں ٹھہرانی فضول ہیں۔

۶:۔ بدل کی چار قسمیں عربی میں بھی فضول اور قابل اصلاح ہیں۔ اور چہ جائیکہ
فارسی میں۔　　۷:۔ حرف جارہ کا نام بے شک فارسی میں بدلنا چاہیئے۔ خواہ
حروف صلہ ہو خواہ حروف ربط خواہ کچھ اور۔　　۸:۔ فک اضافت کے لیئے
بیشک کوئی خاص شرط نہیں ہے۔ اہل زبان کو اختیار ہے۔ جہاں چاہیں فک

اضافت کریں۔ جہاں چاہیں نہ کریں۔ قواعد میں کسی حرف کی تخصیص کرنی نہیں چاہیے
لے حضرت! قواعدِ فارسی کی اصلاح ہو یا مذہب کی اصلاح ہو یا رسم و رواج کی اصلاح ہو
غرض کوئی اصلاح اسوقت تک نہیں ہوسکتی جب تک زید و عمرو کی مخالفت کا
کھٹکا دل میں باقی ہے۔ مگر آپ کو شاید کوئی گرامر بحکم سرکار لکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ
کج وار و مریز کا محل ہے۔ یہاں دم مارنے کی جگہ نہیں۔ میں نے آپکے حکم کی تعمیل
کردی۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ زیادہ نیاز۔ برخوردار محمد ابراھیم طولعمرہٗ کو دعا

آپ کا قدیم نیازمند:۔ الطاف حسین حالی عفی عنہٗ

جناب مولانا و مخدومنا!

تسلیم! عنایت نامہ شرف الاپہنچا۔ نہایت مسرت اور خوشی کا باعث
ہوا۔ افسوس ہے۔ کہ سفیر ہند امرت سر میں جو مومن کا حال چھپا ہے۔ وہ میں نے
آجتک نہیں دیکھا صرف منشی محمد ذکا اللہ کی زبانی معلوم ہوا تھا۔ کہ کسی شخص نے
ایسا کچھ لکھا ہے۔ مگر دوسرے صاحب جو آپ پر بھی کچھ منہ آتے ہیں۔ انکا مضمون
نواب احمد سعید خان صاحب نے جو بہ تقریب رخصت تشریف لائے تھے۔ اخبار

صبح صادق نہیں دکھایا تھا۔ یہ خیال اکثر حمقا کو ہے۔ کہ آپ نے مذہبی تعصب کے سبب سے مومن کا حال نہیں لکھا۔ مگر اس سے بڑھ کر کوئی سخیف اور پوچ خیال نہیں ہو سکتا ہے

دریا بوجودِ خویش موجے دارد   خس پندارد کہ ایں کشاکش با اوست

آپ لوگوں کی یاوہ سرائی پر کچھ التفات نہ کیجیے۔ من صنّف فقد استہدف خیال رکھیے! اور اپنا کام کیے جائیے۔ نکتہ چینوں کے خوف سے مفید کام بند نہیں کیے جا سکتے اگر دو نکتہ چین ہیں۔ تو ہزار مدّاح و ثنا گو بھی تو ہیں۔ آپکی تحریر نواب صاحب کو دکھا دی گئی۔ رباعی مجھے بھی یاد تھی۔ وہ حقیقت میں غالب ہی کی ہے۔ اور نواب صاحب کہتے ہیں۔ کہ زائچہ بنانے کا قصہ غلط ہے۔ صرف اتنی بات ہے، کہ یہ رباعی اُن کے خیال میں آتی تھی۔ چونکہ اسکو نجوم سے فی الجملہ تعلق تھا۔ اس لیئے انہوں نے میرے سامنے ہی ایک پرچہ پر لکھ کر مومن خان کو بھیجی تھی۔ رباعی کا دوسرا مصرع اس طرح پر ہے ہے

ریزد ہمہ دُرد دُرد و تلخابہ زہر

اور تیسرا مصرع اس طرح ہے۔ ہے

بگذر ز سعادت و نحوست کہ مرا

گگذار غلط ہے۔

نواب صاحب کہتے ہیں۔ کہ ہمارے خاندان کے حال میں چند باتیں غلط لکھی گئی ہیں۔ اور میری درخواست کے موافق یہ بھی وعدہ کیا ہے۔ کہ میں اُن غلطیوں کو بشرط فرصت لکھ کر تم کو دیدونگا۔ مگر وہ اول تو مریض دوسرے امیر۔ دیکھئے۔ کب انکو موقع ملے۔ پس میرے نزدیک مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ اُن کے خاندان کا حال جو کچھ لکھیں۔ اسکی نقل کرا کر میرے پاس بھیجدیں۔ میں انکو ایک ہی جلسہ میں دکھا کر فوراً واپس بھیجدونگا۔ مومن خان کا حال جن سے طلب کیا تھا۔ انہوں نے اُن کے چند احکام متعلق بہ نجوم لکھ کر بھیج دیئے ہیں۔ اگر کہیئے۔ تو ایک آدھ حکم جو سب سے عمدہ ہو۔ آپ کو لکھ بھیجوں۔ اُنکے فارسی دیوان میں تاریخیں عمدہ ہیں۔ اگر فرمایئے۔ تو ان میں سے بھی چند عمدہ قطعے لکھ بھیجوں۔ اس کے سوا اور جو کچھ فرمایئے۔ اسکی تعمیل کیجائے۔ برخوردار محمد ابرہیم طال عمرہٗ کو دعا۔ مولوی محمد علی نقی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔

خاکسار۔ الطاف حسین عفی عنہٗ از دہلی

جناب مولوی صاحب مخدوم و مکرم! اسے شفقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

الحمدللہ کہ تذکرہ مشاہیر شعرائے اردو چھپنا شروع ہو گیا ہے۔ اس پر اپنا ناچیز ریویو لکھنے کو میں طیار ہوں۔ اور اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ لوگوں کے بُرا بھلا کہنے کا خیال ہرگز نہ کیجیے۔ اور اس خیال سے تغیر و تبدل کی مشقت نہ اُٹھائیے۔ ہاں اگر کسی موقعہ پر آپکی رائے ہی بدل جائے۔ تو مضائقہ نہیں۔ سر ہونے کے معنی جو آپ نے سمجھے ہیں۔ کھٹکتے ہیں۔ والعلم عند اللہ

شاید شاعر کی یہ مراد ہے۔ کہ وصل کی طیاری کے وقت جو معشوقہ کی زلفیں سر گوندھنے کے لیے کھلتی ہیں۔ دیکھیے وہ وقت کب آتا ہے۔ ظاہرا اس وقت تک عمر ختم ہو جائے گی۔ آخیر زمانہ میں جو غزلیں مرزا صاحب نے لکھی ہیں اُن میں سے چند کا پتہ دیتا ہوں۔

(۱) جمال اچھا ہے۔ کمال اچھا ہے۔ (۲) ظہور کی۔ طہور کی (۳) دوا نہ ہوا۔ ادا نہ ہوا۔ (۴) یا نہ ہوتا۔ اشتعال ہوتا۔ (۵) بر نہیں آتی نظر نہیں آتی۔

اسکے سوا اور بھی بہت سی غزلیں ہیں۔ مگر آپکو نمونتاً صرف ایک

دو غزل لکھنی کافی ہوگی۔ اب میں اُن چھپے ہوئے صفحوں کا منتظر ہوں۔ جنکے
بھیجنے کا آپنے وعدہ فرمایا ہے۔ زیادہ نیاز۔ برخوردار محمد ابراہیم کو بہت بہت
دعا پہنچے - ۱۷ ستمبر ۱۸۸۰ء خاکسار نیاز مند۔ الطاف حسین حالی

چہارم اپریل ۱۸۸۱ء

میرے حبیب میرے شفیق میرے خلیفہ بلکہ وہ خلیفہ کہ فی الارض خلیفہ
نہ وہ خلیفہ کہ لاشئی فی الحقیقۃ۔ مہربانی نامہ پہنچا۔ جنوری کی ۱۶ یا فروری کے مہینے
میں میرا خط بس کثرت اندوہ سے یاد نہیں کہ جواب میں یا خود ابتداءً ازمن آپکو ملا
ہوگا۔ اسکا کچھ آپنے ذکر نہیں فرمایا۔ پہنچا ہوگا۔ کیوں نہ پہنچا ہوگا خیر الماضی لا
یذکر۔ مومن خان کی حقیقت میں نے کسی اخبار میں دیکھی۔ اور روتا آیا۔ یہ حقیقت جو چھپی محقق
کی حقیقت پر دال ہے۔ مگر بے حقیقت ہے۔ نہ حقیقت نگار اول صادق نہ
مکذب غیر کاذب۔ رزی برکندہ نفرین بر ہر دو۔ رباعی کی حقیقت اسقدر ہے کہ
مومن خان صاحب نے کچھ احکام اوضاع فلکی کے تفحص سے مرزا صاحب کو
انکے حصول مقاصد خلعت و جاگیر پر لگا دیئے مرزا صاحب کو توقع تھی۔ کہ لارڈ

المنبر اصاحب انکو انکی جاگیر مرزا نصر اللہ خانصاحب سونکسو یا سے کچھ عطا فرمائیں کے
بجلد وسے خدمت بلکہ براعات فضل و شہرت و کمال اس سوال کو بطریق استفہام ضمیر کے
قاعدہ ارباب نجوم مرزا صاحب نے حکیم مومن خاں سے پوچھا۔ یہ برائے نام طبیب بھی تھے
نہ مراد و رتا نہ معالجتہ۔ مومن خانصاحب نے سوال ضمیر پر باستخراج زائچہ حکم لگائے۔ انجام کار بعد
انتظار بسیار مرزا صاحب کو قطع امید از تارب نے شاعری کے ہتھکنڈوں پر آمادہ کیا
حضرت کی فکر نے صبر نہ لیا۔ یہ رباعی فرمائی اور مومن خاں کو لکھی۔ بارے اتنا صبر کیا اور
ظرافتِ انسانی کہ مولانا انوری نہ ہو گئے۔ در واقع انوری کے قطعہ نے بھڑکا دیا ہے۔

چوں مرا نیست از کواکب بہر   چوں مرا نیست از فلک بہرہ
نیز کیوان بہ سبلتِ برجیس   کیر مریخ در کُسِ زہرہ

مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں فحاشی کو معیوب جانتا ہوں۔ اس رنگ کی رباعی
نہ لکھی اور یہ رباعی شاید دیوان و کلیات فارسی میں ضرور ہوگی۔ رباعی

آنم کہ بہ پیمانۂ من ساقیِ دہر   ریزد ہمہ دُرد در دو تلخابۂ زہر
بگر ز سعادت و نحوست کہ مرا   ناہید بغمزہ کشت و مریخ بقہر

بھیا یہ رُباعی مومن خاں کی نہیں ہے ہرگز اصلاً و ابداً حاشا۔ مرزا صاحب سے
میں نے خود وجہ سُنی اور زبان سے اس کو سُنا۔ ماعدا ذالک مومن خاں صاحب
کا سرمایہ عربی مرزا صاحب سے کچھ بہتر تھا۔ اور فارسی انہوں نے عبداللہ خاں علوی
سے کہ عدیم المثال تھے اور میرے اُستاد ہیں نے دو زمانیکہ وہ مہمان رہے میوسے میرے
والد مرحوم کے پاس خاقانی کے قصائد پڑھے تھے حاصل کی تھی۔ وہ سے
استناداً و تیمناً۔ مومن خاں کے فارسی اشعار ہیں غزل کچھ زیادہ قصائد بہت کم قطعہ
اس سے بھی کمتر اور رباعی بہت ہی کم جانے دو یہ وہ سمجھ لو کہ زبان میں لطافت کیسی
اور رنگ کس کا اسکو تو ادنیٰ ممیز بتا سکتا ہے۔ مومن خاں اُستاد فن بگر جو گرمی
تلاش کیساتھ پرواز بلند اُن کو ہے ادا میں اُسی قدر تقصیر باہمہ ہیں اُنکو اور نیز مرزا صاحب
کامل کہہ سکتے ہیں زبان اُردو کا رنگ نثر سے علاقہ نہیں نظم میں نہایت اچھا۔
میں افکار عسیر الزوال میں گرفتار ہوں مصیبت روحانی و جسمانی میرے
لیئے ہر وقت نکیرین کا کام دیتی ہیں ورنہ میں پوچھتا اور دیکھتا۔ پوچھتا آپ سے کہ کیا
چاہیئے اور گزارش کرتا کہ یوں چاہیئے اب اس کا آرزومند ہوں کہ تذکرہ منطبعہ

جس وقت چھاپہ خانہ سے نکلے مجھ کو پہلے ملے مجلد کہ لوہارو میں صحاف نہیں جلد
بہت مل سکتے ہیں۔ والسلام والاکرام

علاؤالدین لوہارو

بنام حضرت آزاد

جناب مولوی صاحب سلامت۔

تسلیم۔ اشفاق نامہ سامی نے آتش اشتیاق کو مشتعل کر دیا۔ فی الحقیقت ہیں اور آپ استاد کی روح پاک سے کیونکر سرخرو ہوں گے۔ یہ زندگی چند روزہ ہے مناسب ہے کہ جو کلام استاد کا فراہم ہے طبع ہو جاوے۔ منوں جاں کی کیفیت یہ ہے ایک شخص نثار علی شاہی مطبع میں بادشاہ کے دیوان کی کاپی لکھتا تھا اس کا رشتہ دار ہے۔ اس کے باپ کا نام علی جان ہے۔ میرے بھی سسرال کے بعید رشتہ میں ہے مولوی امام بخش صہبائی سے کچھ فارسی پڑھا ہے مرزا سے شاگردانہ اصلاح ہو اس کو محاورہ سے کیا تعلق گو مدرس ہو کر مولوی اور ولی بن جاوے۔ استاد پر اعتراض کرتا ہے ع منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں۔ وہ الو کا پٹھا محض آفتاب روشن سے شپرگی کرتا ہے اور اعتراض کرنے کو سب بڑے بڑوں

پر اعتراض ہوئے ہیں دیکھو خاں[1] والاشان نے شیخ[2] علیہ الرحمۃ پر کیا کیا اعتراض کئے ہیں جب اُن کی کوئی نہیں سنتا تو اگر ایسی مینڈکی کو زکام لگے اور ٹرّانے لگے تو غواصانِ دریائے سخن کو کیا حرج چنانچہ اسکے مرزا کے ہاں دیکھئے اور پوچھئے کہ یہ کیا محاورہ ہے اور کہاں کا محاورہ ہے ع چوزہ بقصد نکان کمان بجنباند۔ یہ زہ جنباندن کہاں کا محاورہ ہے ایران کا توران کا یا ہندوستان کا اور ایک جگہ ایک غزل میں ردیف خفتہ است کی ہے اس میں عصا خفتہ است ہے یہ عصا خفتہ کہاں کا محاورہ ہے اور ع پہلی ٹھوکی ہی مرے ناخن تدبیر میں کیل ٹھوکی ہے کیا خوب لفظ ہے اور ع بھوں پاس آنکھ قبلہ حاجات چاہیئے۔ بھوں پاس کیا لفظ ہے اور قبلہ حاجات معشوق کو کہنا کیا اُن کے والد تھے اور معنی کا فرق دیکھئے ؎

آنچہ در جزیہ گرفتند زگبراں می ناب　　در شب جمعہ بماہ رمضانم دادند

جزیہ میں شراب کہاں لیتے ہیں اور ایسے صدہا الفاظ ہیں۔ ناسخ کے ہاں دیکھیے ؎

مجھ کو جرم میکشی پر جب کیا حاکم نے قتل　　جسم بے سر مجرم سر بے جسم ساغر ہو گیا

۱؎ سراج الدین علیخاں آرزو ۲؎ مولانا شیخ علی حزیں ۔

جرم میکشی پر قتل کہاں ہے۔ مگر قادر سخن مجاز ہی اُس پر اعتراض نہیں سکتا۔ مگر اس خربے دُم نے نام جمہور اور اجماع سنا ہے ایسا ہی کچھ حال اُن کے بڑوں کا تھا۔ ایک روز کا حال ہے شاید تم کو بھی یاد ہے میاں مولوی صہبائی جو چند شہزادوں کو شاگرد کر کے بر خود غلط ہو گئے تھے۔ ایک روز مشاعرہ میں میرے ہی ایما سے بادشاہ کی غزل میں اُستاد نے ان پر یہ شعر ٹھیرتا ہوا پڑھا تھا ؎

ہے تو کیا خاک مگر کان میں کچھ غفلت نے ... ایسا پھونکا کہ ہوا ہی تو بشر آہی گیا

تو مولوی صاحب کہتے ہیں۔ ایسی پھونکی اُستاد نے سنا بھی نہیں جب گھر میں آئے میں نے اُستاد سے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا ٹھیک کہتے تھے اُستاد نے فرمایا یہ بیچارہ ملا کیا جانے۔ تو یہ اُن کے بڑوں کا حال ہے اور یہ اُن کا اجماع ہے۔ غرض قصہ کو طول چاہیئے۔ سانس دو جگہ مؤنث آیا ہے ایک تو یہ ہے ع

ٹھنڈی ٹھنڈی جو کوئی سانس ہے آتی جاتی

سو یہ غزل تو بادشاہ کی ہے اور ایک یہ ہے ع

سینہ میں ہو گی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

سویہ غزل بھی بادشاہ کی ہے۔ خلیفہ اسمٰعیل مرحوم نے بہ سبب دیوان میں داخل نہ ہونیکے اُستاد کی بیاضوں میں لکھ دی ہے اُستاد کے خاص کلام میں کہیں نہیں۔ میں نے اِس سانس کے مقدمہ میں اُستاد سے پوچھا تھا اور گفتگو آئی تھی اُستاد نے فرمایا تھا بادشاہ سانس کو مؤنث ہی بولتے ہیں اور فرمایا کہ کچھ مضایقہ نہیں اور استادوں کے ہاں آ بھی گیا ہے سو یقین ہے آپ میر کی دیوان میں یا خواجہ میر درد کی دیوان میں پاؤ گے اور بعض الفاظ دونوں طرح بولے جاتے ہیں جیسے دہی قلم۔ فکر۔ اور سنہرے سہرے میں بھی کچھ نہیں کہتا۔ اُستاد نے کیا کہا ہے شائد سنہری ہو کس واسطے قافیہ میں نہیں ہے مگر محاورہ میں دونوں طرح درست ہے مگر افسوس ہے کہ ایسا شخص نالائق اعتراض کرے کہ جس سے سند لیجاوے یہ اس کے اور اس کے بڑوں کے حسد کی نشانی ہے۔ تم نے اچھا کیا کہ تم اس کے مخاطب نہ ہوئے وہ تمہارے لائق نہیں کسی اپنے لڑکے کو مخاطب اس کا بنا دینا اور مجھ کو دیوان وغیرہ نہ دیکھنے کی فرصت اور نہ کوئی آدمی ایسا ہے تم خود واقف ہو میں مجبور ہوں جواب جلدی لکھنا مجھ کو خط کے جواب میں دیر اس سبب سے ہوتی ہے کاتب

نہیں ملتا۔

۲۵ اگست ۔ دہلی ۔ حافظ غلام رسول ویراں۔

سنہرا ہیں دو شعر ناسخ کے یہ ہیں مگر اس میں بھی حشو ہیں ہے۔

ہے صنم رشک طلا رنگ سنہرا تیرا　　خاک کیمیا نے کچھ رتبہ اکسیر نہیں

روئے جاناں کا نہیں رنگ سنہرا یہ دل　　نظر آتا ہے یہ قرآن مطلا مجھ کو

نوٹ:۔ یہ دونوں خط ایسے حضرات کے ہیں جن کی ہمہ دانی ذات پر ہندوستان کو ناز ہے پہلا خط جناب نواب علاؤالدین احمد خاں علائی رئیس لوہارو کا ہے یہ سرمایۂ زبان دانی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت غالب کے دامن تربیت میں پرورش سنبھالا تھا نظم و نثر میں مرزا کے خلیفہ مانے جاتے تھے فارسی اردو دونوں زبانوں میں تیغ کلام کے جوہر دکھاتے تھے مگر افسوس اس وقت کی ادبی دنیا ان کے نام سے بہت کم واقف ہے کیونکہ تصنیفات سے کوئی شے رائج الوقت نہیں بیان ہوا کہ نام یہ ایک خط جوہر ہے اور لطف سے خالی نہیں دوسرا خط حضرت خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق علیہ الرحمۃ کے ہر وقت کے حاضر باش مصاحب شاگرد جناب غلام رسول صاحب ویراں کا ہے یہ بھی اسی پایہ کے شاعر تھے اور شاعری کے ہر رنگ سے آشنا اگرچہ نابینا تھے مگر ذہنی طبع حضرت ذوق و غالب، مومن و صہبائی کے معرکے اس طرح بیان کرتے تھے کہ سماں باندھ دیتے تھے اس خط میں بھی حضرت غالب پر برسے ہیں اور خوب برسے ہیں نظم میں اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے شعر نظر ریختہ ہے

طاہر

پٹیالہ ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء

برادر عزیز از جان من آغا محمد ابراہیم صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

تحیت وسلام آپکے پہلے پوسٹ کارڈ سے تو جو محمد ہاشم کے نام آیا تھا صرف مکان کی تاریخ کا منشا ظاہر ہوا تھا چنانچہ ایام ماتم میں نہم ربیع الاوّل سے پہلے مبارک مکان کی تاریخ لکھنے کو دل ہی نہ چاہا بعدہٗ قلم اٹھایا اور سینکڑوں مادے لکھے تو ایک مصرع برجستہ بطور بیانِ واقعی نکلا اور قطعہ طیار کرکے روانہ کرنے کو تھا کہ محمد سالم سلمہ اللہ آپ کا دوسرا کارڈ لائے انکو وہ تیار شدہ قطعہ سنا کر ناچار چاک کیا گیا آپ نے جو امام باڑہ دہلی کی دو تاریخیں ایک یہ نظم

یاں آتے ہیں احمدؐ و علیؑ و زہراؑ　　ہے شبر و شبیر کی یہ جائے عزا

تاریخ بنا کا دل میں گذرا جو خیال　　ہاتف نے کہا کہ لکھ دے نذر شہدا　۱۳۰۵ھ

دوسری نثر گریۂ بر حسنین عیشِ دارین لکھی ہیں انکی نسبت میں کیا لکھوں۔ شہد الفقیہ علیہ اسمیں سکون ہا بندھا ہے نیز اسکو اور مادہ نثر کو امام باڑہ کی تاریخ ہونے سے خدا جانے کیا تعلق ہے اس لئے میں نے انکا تتبع نہیں کیا اور اپنے مسلک کے موافق ایک مادہ جسمیں مکان یعنی خانۂ بود و باش اور عزا خانۂ حسینؑ شہید خدا کی قدرت سے دونوں آگئے ہیں بہت سے مادوں میں سے

انتخاب کرکے یہ تین طرح کے قطعے لکھکر ارسال کرتا ہوں۔ میرے اور جناب بھائی محمد کاظم صاحب
قبلہ اور حضرت مقتدانا مولوی سید عنایت علی صاحب قبلہ کے نزدیک تو بڑا قطعہ جسمیں آپکے دادا
صاحب اعلی اللہ مقامہم اور دہلی وغیرہ نہایت ضروری باتیں (جو ایسی یادگار تعمیر و
میں ضروری ہونی چاہئیں) سب موجود ہیں کندہ کرادیجیے۔ اس مادہ میں اس نہایت معتبر حدیث
کے موافق جو تفسیر آیۂ تطہیر میں ہے "واذا بالحسین الشہید قد اقبل" وارد ہوا ہے ہزار شکر کہ نام حسین ع
شہید نظم ہوگیا ہے اور میری حویلی کیطرح حویلی و تعزیخانہ دونوں ایک ہی مادہ سے نکلتے ہیں یا
وغیرہ وغیرہ مگر آپ اس کا کچھ خیال نہ کریں کہ ۱۳۲۱ھ نکلتا ہے اول تو اس مکان وغیرہ
کی مکمل تعمیر ہی شاید آئندہ محرم کے شروع تک جبکہ مومنین مجالس عزا میں آکر اس تاریخ کو دیکھینگے
ختم ہوگی کیونکہ میں خود تجربہ کر چکا ہوں کہ جس کو معمار وغیرہ ایک ماہ تک ختم کرنا بیان کریں
اسکو ایکسال سمجھنا چاہیے اور کل تعمیر وغیرہ کا کام خواہ محرم سے پہلے ہی ختم ہوجائے یا اس وقت
ختم ہوچکا ہو مگر آپ اسکے کندہ ہونیکے بعد پتھر کو چھپا رکھیں اور ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ یعنی اس سال کے
آخر میں نصب کرادیں کیونکہ اس کا نام عزاخانہ تو اسیوقت ہوگا جب اسمیں مجالس عزا شروع ہونگی دوسرے
یہ کہ اسکے کندہ ہونیکے لیے بھی ایک مدت مدید چاہیے کیونکہ عمدہ حکاکی بہت ہی دیر کا کام ہے تیسرے

یہ مکانات کی تاریخوں میں ایک سال کی کمی بیشی کو صاحبانِ فن تاریخگوئی نے جایز رکھا ہے مجھ نہ میں
اسمیں ایک عدد کا تخرجہ کرسکتا ہوں اور آجاد کا تخرجہ وتعمیہ بھی بجائے خود ایک صنعت ہے مگر کوئی اور
مادہ اس سے بہتر ہرگز نہیں ملیگا اور خود مجھ سے بلکہ تمام اہل ہندوستان و ایران سے بقول جناب بھائی
خلیفہ محمد کاظم صاحب قبلہ و حضرت قبلہ و کعبہ مجتہد العصر مولانا سید عنایات علی صاحب دامت برکاتہم وغیرہ کے
ایسا مادّہ ہرگز ہرگز نہیں نکلیگا یہ گویا میرا حصہ تھا اور آپکا اقبال بس بڑے قطعہ کو معہ دیپ نیچے کی عبارت
کے کندہ کرائیے کیونکہ جب آپنے اسقدر زر کثیر صرف کرکے اسکو بنایا ہے اور جزاکم اللّٰہ خیرا
امام باڑہ دہلی بھی لیلیا ہے تو یہ صرف بھی نہایت ضروری ہے جس سے یادگار رہتی ہے والسلام
مع الدعا. بزرگوں کو تسلیمات اور بچوّں خوردوں کو دعائیں۔

خاکسار سید محمد محسن عفی عنہ خواستگار جواب۔

قطعہ تاریخ ختم تعمیر این مکان و عزاخانہ جناب سید الشہدا علیہ السلام

محمد ابراہیم ابن حضرت آزاد ... کہ چشم عصر نظیرش بنظم و نثر ندید
چو این مکان مع جائے عزائے سبط نبی ... بنا نمود بصد شوق مثل خلد مجید
کہ آن محمد باقر بشہر دہلی بود ... بعلم و فضل یگانہ بوعظ و پند وحید
بگفت ہاتف اے محسن متین سالش ... زہے مکان و عزاخانہ حسین شہید

حضرت متین

سب کا اتفاق ہے کہ فارسی شاعری عرفی اور طالب آملی پر ختم ہوگئی۔ رہی سہی مرزا غالب نے سمیٹ لی مگر مرزا کے بعد خدا نے ہندوستان کو ایسا رشک عرفی و فخر طالب باکمال شاعر بخشا کہ زمانہ ہزار سال چرخ کھائے تو بھی ایسا ماہر فن پیدا نہ کر سکیگا خدا کی قدرت دیکھیے کہ خاندان خلفائے پٹیالہ میں ایسا چاند نکلا کہ اگر ریاست کے دھندلے مطلع سے ہٹ کر ادبی دنیا پر ایکدفعہ بھی چمک جاتا تو ہزاروں سال تک وہ ذات قابل فخر تسلیم کی جاتی۔ اللہ اکبر جائے عبرت ہے کہ آج خلیفہ سید محمد حسن صاحب متین کا کوئی نام بھی نہیں جانتا حالانکہ ہندوستان سے بڑھکر ایران و توران تک انکے زور کلام کی دھاک بیٹھی ہے جناب مشیر الدولہ کے سب سے چھوٹے اور سب سے زیادہ لایق و قابل بھائی تھے۔ تقریباً غدر سے سن ۲ سال پہلے کی پیدائش ہے تعلیم میں اپنے بھائیوں کے ہم پلہ تھے عربی اردو فارسی و علوم مروجہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے شاعری کی دولت خدا نے عطا کی تھی اس پر طرہ یہ کہ شاعری کے ہر محکمہ پر پورا تسلط تھا رنگینی کے بادشاہ بات بات پر شعر اور وہ بھی ٹکسالی، مضامین ایسے اچھوتے نکالے ہیں کہ حضرت ذوق کے قصائد یاد آجاتے ہیں غزل و سلام و مرثیہ میں عجیب نکتے پیدا کرتے تھے شاہ کجکلاہ ناصر الدین قاچار کی تاریخ وفات لکھکر ایران بھیجی تو انعام خلعت، شاہ موجودہ کی تصویر بطور ارمغان کے آئی بلکہ بلایا بھی مگر ریاست کے درباریوں نے ایسا دامن پکڑا تھا کہ ایک قدم ہلنے نہ دیا۔

پٹیالہ کی ہائی کورٹ و مہاراجگان کی عنایتوں نے ہر طرف سے غنی رکھا ہمیشہ ایک کونے میں بیٹھے رہتے۔ آپ سخن

سے بہلاتے تھے دور دور سے خود بخود پہنچتے تھے اور سیر ہوتے تھے ہندوستان کے شعراء میں سے شاید ہی کوئی ہو جو ان تک پہنچا ہو (للہ) مولانا
آج حضرت گرامی و غیرہم اور انکی جادو بیانی پر ہزار جان سے فریفتہ ہوا ہو حضرت گرامی نے کیا خوب کہا ہے کہ جانی
"اے قلم بکشا زبانے در مدیح محسن جادو بیانے" تقریباً ۱۹۱۲ء ہوگا بندہ احقر کو بھی زیارت کا موقع حاصل ہوا تھا نہایت نحیف و نزار
ہو چکے تھے مگر پھر بھی گاہ گاہے بیٹھے شعر و سخن کے پھول برساتے دل گرما دیتے تھے ایک شعر کی سند میں ہزار شعر پڑھتے تھے انہی
دنوں میں انہوں نے اپنی کلیات بھی مرتب کی تھی مگر افسوس انکے بعد انکے جوانمرگ فرزند کیساتھ وہ بھی کہیں فنا ہو گئی۔ اسفند
پٹیالہ کے سفر میں تین چھوٹی چھوٹی انکے ہاتھ کی قلمی بیاضیں ملی ہیں اس میں انکی تمام عمر کی کمائی موجود ہے دل چاہتا
ہے کہ انکی سوانح اور کچھ چیدہ چیدہ کلام کسی رسالہ میں چھپواؤں تاکہ معنوی یادگار رہے کچھ تو باقی رہے اگر زمانے نے
فرصت دی تو انشاءاللہ۔ یہ ایک خط والد ماجد کے نام کا ملا ہے یہ بھی لطف سے خالی نہیں شعر و سخن کے کئی نکتے اس میں
بھی دکھائی دیتے ہیں لہذا ہدیۂ نظر شائقین ہے۔ طاہر

۲۷ مئی سنہ ۳۴ء — از گلی شاہ تارا۔ دہلی

مکرمی معظمی جناب آغا محمد ابراہیم صاحب سلام علیکم ۲۶ مئی کے روزنامہ پیسہ اخبار میں آپکی اہلیہ کے انتقال کا
حال پڑھکر از حد افسوس ہوا میں بھی ۲۲ سالہ بال بچوں والی دختر بد اختر کا داغ کھائے بیٹھا ہوں
جب مالک اپنا مال واپس مانگ لے تو ہمارا کیا اجارہ ہے جس نے یہ داغ دیا وہی صبر جمیل و نعم البدل

بھی عطا فرمائیگا۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کو جنت اور اس کے ماں باپ بہن بھائی کو صبر مرحمت فرمائے

آپکا دردِ شریک سید احمد دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ۔

خاتمہ

درحقیقت میں مکاتبت کا مزا اسی وقت آتا ہے کہ پڑھنے والا عبارت آرائی کیساتھ ساتھ دونوں طرف کے حضرات سے کچھ نہ کچھ واقفیت بھی رکھتا ہو اور انکے مذاقِ ادب اور بے تکلفی کو بھی جانتا ہو ورنہ اسم بے مسمّیٰ ایک بے معنی سی شے ہے اسی لئے اکثر مکتوبات کی کتابیں تھوڑے حصے کے بعد فرضی سی معلوم ہونے لگتی ہیں یا فقط انشا پردازی رہ جاتی ہے اس کیلئے میرے خیال میں ضروری یہ امر ہے کہ جس جس شخص کے نام مولف کے خطوط ہیں ان کا تھوڑا تھوڑا سا حال لکھوں تاکہ مکاتب ہمیشہ لطف اندوز رہیں اگرچہ جن حضرات کے نام یہ خطوط ہیں میری روح نے بھی انکو نہیں پایا اور بات اب نکل چکی ہے مگر جہاں تک میری کوشش نے رہنمائی کی ہے پیش کیا! ہی ہے ہوالہدیٰ۔

میجر سید حسن بلگرامی مرحوم۔ جواہر خیز خاک پاک بلگرام کو کون نہیں جانتا سلطنت اسلام کے ابتدائی زمانے سے لیکر ابتک ایسے ایسے درِ شہوار وہاں پیدا ہوئے ہیں کہ زمانے کی آنکھ نے نہیں دیکھے میجر سید حسن صاحب بھی وہاں کے ایک اعلیٰ خاندان کے رکن تھے آپ جناب عماد الملک نواب سید حسین بلگرامی اتالیق حضور نظام کے چھوٹے بھائی تھے اول انگریزی تعلیم کے ذریعہ ڈاکٹری حاصل کی اور فوجی ملازمت کرتے رہے مگر اس عرصہ میں اپنے ذاتی و خاندانی ذوق و شوق کے ذریعہ عربی

فارسی، اردو، ترکی کے لاثانی ادیب ہوگئے۔ اور قومی درد رکھنے کی وجہ سے سرسید مرحوم کیساتھ خاص تعلقات رکھتے تھے اور ہر جگہ قومی خدمات کو سب سے پہلے مدنظر رکھتے تھے۔ آخر میں پنشن لیکر اپنے آپکو قومی خدمت میں زیادہ مصروف رکھتے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے ۱۹۱۵ء میں انتقال فرمایا۔

۲۔ حکیم محمد دین صاحب لاہور سے ملا ہوا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے وہاں کے رہنے والے تھے علمی و ادبی شوق بیحد تھا کہ رات دن تحصیل علم میں ہی مصروف رہتے تھے۔ اس زمانے کے اکثر علوم مروجہ میں اچھی دستگاہ بہم پہنچائی تھی علم کیمیا کا شوق حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا انکے خطوں میں غلام نبی سے مراد۔۔۔ ایک صاحب ہیں خدا غریق رحمت کرے

۳۔ منشی محمد ذکاء اللہ صاحب جناب شمس العلماء خان بہادر مولوی منشی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلی کی ان مایہ ناز ہستیوں میں سے ہیں جن پر مسلمان ہزاروں سال فخر کرینگے آپ مولانا کے ہمدرس اور ہمراز دوست تھے تصنیفات میں ہندوستان کے جلال الدین سیوطی سمجھنے چاہئیں۔

۴۔ جناب لالہ دُنی چند صاحب وکیل۔ ضلع لدھیانہ میں جگراؤں ایک نام آور قصبہ ہے آپ وہاں کے رئیس ہیں اپنی محنت اور ازلی ذوق سے تعلیم حاصل کی مولانا کی شفقت خطوں سے ظاہر ہے بفضل خدا ابتک حیات ہیں خطوں کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں کہ لطف سخن کا ایک نیا باب کھلا ہے شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

۵۔ جناب سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی۔ ریختہ کے مالک خواجہ میر درد کا نام نہی سے روشن ہے

دہلی میں خواجہ میر درد کی بارہ دری میں ان کا مسکن ہے درویشانہ زندگی بسر کرتے ہیں ہندوستان کا کوئی رسالہ یا اخبار نہ ہوگا جس نے فخریہ انکے مضامین نہ درج کئے ہوں کئی موٹے موٹے تاریخی ناول اور افسانہ نگار ہیں ان کا شکریہ مگر مولانا کے آخر حال سے بندہ نہیں۔

۶۔ جناب منشی محرم علی چشتی۔ جناب کمال صاحب مرحوم چشم و چراغ لاہور میں وکالت کرتے تھے ہیں آپ گورنر کی کونسل کے ممبر بھی ہو گئے ہیں ایسے پیشہ کے باوجود درویشوں اور صوفیوں سے بہت ربط ضبط تھا اول اول زندگی اخبار طبع بقیہ تحریر شروع کی تھی ضعیف ہو جانے پر بند کر دیا

۷۔ ڈاکٹر لطف اللہ ایک صاحب تھے پہلے گورنمنٹ کالج کے پرنسپل تھے پھر ڈائرکٹر بھی رہے پھر پنشن لیکے رجسٹرار ہو گئے تو اول اول مولانا پر بہت مہربان تھے پھر خفا ہو گئے پھر مر گئے آخر سنہ ۱۹۰۰ء میں کل ایشیا میں ... کل خدمات ... بھی گئے تو مولانا کو ساتھ لے گئے تاریخ سین اسلام بڑی محنت سے لکھوائی تھی مگر ایک دفعہ سے بار دوبارہ نہ چھپ سکی ابھی چھپی بھی تھی ڈاکٹر صاحب کے نام نے مولانا کی محنت کو خاک میں ملا دیا اگر مولانا خود اپنے نام سے چھپواتے تو کئی بار چھپ چکی ہوتی۔ ان کے علاوہ چند حضرات اور بھی ہیں جن کی بابت کچھ پتہ نہیں لگا خیر اُن کے نام خط ہی ایسے کونسے ہیں ایک یا دو دو انکو ویسے ہی سمجھ لیا جائیگا۔

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ فضل و احسان ہے کہ جس شے کا ارادہ آج سے کئی سال پیشتر کیا تھا اسکی مہربانیوں اور عنایتوں نے اُسے پورا کر دیا کہ اس ناچیز بندہ کو امید بھی نہ تھی ع

خدا کا شکر کہ محنت میری ٹھکانے لگی

دعا کا محتاج طاہر بیگ آزاد